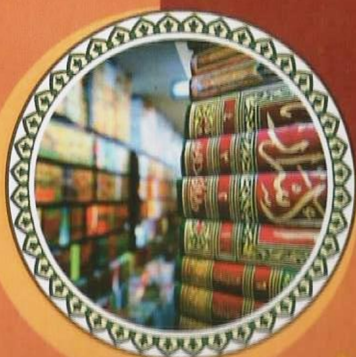
جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن

پاک وہند میں زبان زدِ عوام وخواص

غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ

حصہ اول



تحقیق

مفتی طارق امیر خان صاحب

متخصص فی الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

استاذ العلماء حضرت مولانا سلیم اللہ خان

شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

مولانا نور البشر صاحب دامت برکاتہم

استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی



کتاب کا نام ——— غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ حصہ اول

طباعت اول ——— جولائی ۲۰۱۳ء

طباعت دوم ——— نومبر ۲۰۱۵ء

باہتمام ——— احباب زمزم پبلشرز

ناشر ——— زمزم پبلشرز ([illegible])

صفحات ——— ۴۴۵



شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 0092-21-32729089

فیکس: 0092-21-32725673

ای میل: zamzampublisher@gmail.com

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ملنے کے دیگر پتے

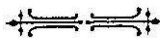
- مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون: 32726509
- مکتبہ دار الھدیٰ، اردو بازار کراچی۔ فون: 32711814
- دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور
- مکتبہ بیت العلم، 17 الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 042-37112356

- **Madrasah Arabia Islamia**
  1 Azaad Avenue P.O Box 9786
  Azaadville 1750 South Africa
  Tel : 00(27)114132786
- **Azhar Academy Ltd.**
  54-68 Little Ilford Lane
  Manor Park London E12 5QA
  Phone: 020-8911 9797
- **ISLAMIC BOOK CENTRE**
  119-121 Halliwell Road, Bolton
  BI1 3NE U.K
  Tel/Fax : 01204-389080

فہرست مضامین	صفحہ نمبر

	زیر تحقیق روایات	

روایت (۲۳)	کھانے سے پہلے کی دعا: "بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ". اس دعا کا ذکر معتبر کتب میں موجود ہے، لیکن یہ دعا تحقیق کا موضوع اس لئے بنی ہے کہ اس دعا کو لفظِ "علیٰ" کے ساتھ لکھا جاتا ہے، حالانکہ لفظِ "علیٰ" کی زیادتی درحقیقت ثابت نہیں ہے، نیز ضمناً یہ تحقیق بھی کی جائیگی کہ دعا کا حوالہ دینے میں غلطی کی جاتی ہے۔	۳۳۸
روایت (۲۴)	"علماء کے علاوہ تمام لوگ بے جان ہیں، اور علماء میں عمل کرنے والوں کے علاوہ تمام علماء ہلاک ہونے والے ہیں، اور عمل کرنے والوں میں مخلصین کے علاوہ تمام غرق ہونے والے ہیں، اور اخلاص والے بہت بڑے خطرے سے دوچار ہیں"۔	۳۴۷
روایت (۲۵)	"مؤمن کے جھوٹے میں شفاء ہے"، اور بعض جگہ یہ الفاظ ہیں: "مؤمن کے تھوک میں شفاء ہے"۔	۳۵۴
روایت (۲۶)	"جب ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج بیت اللہ کے لیے پکارا، تو ان کے جواب میں لوگوں نے لبیک کہا، چنانچہ جس نے ایک مرتبہ تلبیہ کہا، تو وہ ایک مرتبہ حج کرے گا، جس نے دو مرتبہ تلبیہ کہا، وہ دو مرتبہ حج کرے گا، اور جس نے دو سے زائد مرتبہ تلبیہ کہا، وہ اسی حساب سے حج کرے گا"۔	۳۶۴
روایت (۲۷)	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "میں اللہ ہوں، میں معبود ہوں، میں بادشاہوں کا مالک اور شہنشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے قبضے میں ہیں، جب میرے بندے میری اطاعت کرتے ہیں، تو میں ان کے بادشاہوں کے دل شفقت ورحمت سے بھر دیتا ہوں، اور بندے جب میری نافرمانی کرتے ہیں، تو میں بادشاہوں کے قلوب میں ان کے لئے ناراضگی اور انتقام ڈال دیتا ہوں، چنانچہ وہ بادشاہ ان کو بری اذیتوں میں مبتلاء کر دیتے ہیں، (اس وقت) تم بادشاہوں کو بددعا دینے میں اپنے آپ کو مشغول نہ کر دینا، بلکہ اللہ کی یاد اور عاجزی میں مشغول ہونا، میں تمہارے بادشاہوں سے تمہاری کفایت کر دوں گا"۔	۳۷۳



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ ''جس شخص نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔'' (صحیح بخاری: ۱/ ۳۳) اس نوع کی احادیثِ مبارکہ کے پیشِ نظر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور محدثین حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ احادیثِ مبارکہ کے بیان کرنے میں بہت زیادہ احتیاط فرمایا کرتے تھے، جس کا اندازہ ان حضرات کے احادیثِ مبارکہ کے بیان کرتے وقت (اللہ کے خوف سے) کیفیات کے بدلنے والے واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

محدثین حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ نے سندوں کی مضبوط جانچ پڑتال اور راویوں کے مفصّل حالات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے قابلِ اعتبار احادیث کا ذخیرہ جمع کرنے میں بڑی محنت فرمائی اور ایسی باتیں جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی گئیں، جبکہ اُن باتوں میں سُقم شدید تر و قابلِ احتراز تھا، اُن باتوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے کا دلائل واضحہ اور مضبوط تحقیقات کے ساتھ سدِ باب فرمایا، تاکہ بعد میں آنے والے ان وعیدات سے بچ سکیں۔

لہٰذا ان موضوعات پر کئی جلدوں میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں، جو آج بھی مثلِ شمع راہ نمائی کا ذریعہ ہے۔

عربی زبان میں ان موضوعات سے متعلق کئی کتابیں مطبوع ہیں، محترم مولانا طارق امیر خان صاحب (متخصص فی الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی) نے اس موضوع

پر اردو زبان میں ایک محققانہ مجموعہ مرتّب کیا ہے، جس میں آج کے معاشرے میں بیان کی جانے والی مذکورہ قسم کی روایات کی عمدہ تحقیق فرمائی جو کہ قابلِ تحسین ہے، جس کا اندازہ اس فن کے ماہر اساتذۂ کرام کی اس کتاب سے متعلق تقریظات سے لگایا جاسکتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ''زمزم پبلشرز'' کو اس کتاب کے طبع کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ الحمدللہ ادارہ ہٰذا کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ تحقیقاتی اور مستند کتابوں کو طبع کرے، تاکہ اس فتنہ کے دور میں عوام کے ہاتھوں میں مستند بات پہنچے اور صحیح رُخ پر چلنے میں راہ نمائی حاصل ہو۔ ادارہ کی قارئین سے درخواست ہے کہ تصحیح کے اہتمام کے باجود تصحیح سے متعلق کوئی قابلِ اصلاح بات ہو تو ادارہ کو ضرور مطّلع فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف کی اس سعی کو قبولیت عطا فرمائے اور مؤلف، ناشر اور اس کتاب سے متعلق کام کرنے والوں کو حضور ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

احباب
''زمزم پبلشرز''

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی :

وبعد مولانا مفتی محمد فاروق امیر خان بارک اللہ فی علمہ وعملہ وخدمتہ دینہ نے جامعہ فاروقیہ کراچی سے تخصص فی الحدیث کیا ہے۔

مولانا موصوف نے احادیث موضوعہ کی نشاندھی کو مقالے کا موضوع بنایا اور اپنے حضرت مولانا نور البشر استاد جامعہ فاروقیہ کراچی (محقق بلاد کلام) کے زیر اشراف اور مولانا ساجد احمد استاد شعبہ تخصص فی الحدیث سے رہنمائی لیکر اپنا مقالہ مکمل کیا ہے۔

بندہ نے جستہ جستہ اس مقالے کا مطالعہ کیا ہے اور محسوس کیا ہے کہ واقعی خوب کوشش کی ہے مولانا نور البشر نے مقالے کے بارے میں جن تاثرات کا ذکر کیا ہے بندہ ان سے اتفاق کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ حق جل مجدہ ان علماء کرام کی سعی کو حسن قبول عطا فرمائیں تمام شرور و آفات سے ان کی حفاظت فرمائیں اور جامعہ فاروقیہ کراچی کو رجال علم و دین کی تیاری کی عمدہ سے عمدہ اور زیادہ سے زیادہ توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

سلیم اللہ خان
جامعہ فاروقیہ کراچی
۵ جمادی الثانیہ
۱۴۳۴ھ
۱۶ اپریل ۲۰۱۳ء

Noor-ul-Bashar
• Ustazul-Hadith Jamia Farooqia, Karachi
• Principal and president of
Ma'had Usman Bin Affan Karachi

نور البشر محمد نور الحق
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی
رئیس معہد عثمان بن عفان



Date ٢٠١٣/١/٣٠ء
Ref

التاریخ ١٧/٣/١٤٣٤ھ
الرقم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد النبی الأمی الأمین، وعلی آلہ وصحبہ وتابعیھم ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین.

اما بعد:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ساتھ حضرات علماء امت کا ہمیشہ سے بھرپور تعلق رہا ہے، اسی تعلق کی بنیاد پر احادیث مبارکہ کی ہر پہلو سے خدمت کی ہے، خدمت حدیث کے مختلف پہلوؤں اور جہات میں سے ایک جہت "موضوع" یعنی گھڑی ہوئی بے سروپا احادیث کی نشاندہی بھی ہے۔

علماء امت — جزاھم اللہ خیرا — نے اس سلسلہ میں جو تصنیفیں کیں آج ان سے ایک پورا کتب خانہ تیار ہو سکتا ہے، لیکن یہ سارے کے سارے کام عربی زبان میں ہیں اور اردو زبان میں یہ کام نہ ہونے کے برابر ہے۔

اللہ تعالی جزاء خیر دے ہمارے عزیز گرامی مولانا محمد طارق امیر خان سلمہ اللہ تعالی کو، کہ انہوں نے ہمارے جامعہ فاروقیہ کراچی سے تخصص فی الحدیث کیا اور پھر انہوں نے اپنا مقالہ اسی مضمون کو بنایا کہ عام لوگوں کے درمیان جو باتیں بلا تحقیق "حدیث" کے نام سے مشہور ہیں ان کی تحقیق کی جائے۔

عزیز موصوف نے اس سلسلہ میں زبردست محنت کی، اللہ جل شانہ کی طرف سے انہیں خصوصی توفیق ارزانی ہوئی اور انہوں نے اس عظیم کام کا ایک معتدبہ حصہ مکمل کر لیا۔

عزیز موصوف کی محنت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کیا کہ بس ایسی حدیثوں کو جمع کر کے سرسری حکم لگا دیں، بلکہ ایسی روایات کی پہلے مکمل حوالہ تخریج کی، پھر ہر روایت کی اسانید کو جمع کیا، پھر ہر سند پر ائمہ جرح وتعدیل کے کلام کی روشنی میں کلام کیا، اس کے بعد نپے تلے انداز سے اس حدیث کے اوپر حکم لگایا۔ اس طرح موصوف نے زبان زد عوام وخواص بہت سی احادیث کی چھان پھٹک کا عظیم محققانہ کام انجام دیا۔

41/25-28,36/B, Landhi, Karachi-75160, Pakistan
Tel:(+92-21)38411388 Cell: (+92)3212492164

Noor-ul-Bashar
• Ustazul-Hadith Jamia Farooqia,Karachi
• Principal and president of
Ma'had Usman Bin Affan Karachi

نور البشر محمد نور الحق
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی
رئیس معہد عثمان بن عفان



Date ________________ التاریخ

Ref ________________ الرقم

یہ کام ۔ جیسا کہ اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں ۔ انتہائی نازک ہے ، اس میں اجتہاد و استنباط کی غلطیوں کا کافی امکان ہے ، نیز مؤلف کو یہ دعویٰ ہرگز نہیں کہ یہ کام ہر قسم کی غلطیوں سے پاک ہوگا ، تاہم انسانی بساط کی حد تک عزیز موصوف نے محنت کی ہے ، اس محنت کے پیچھے سوائے اس جذبہ کے اور کچھ نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کی طرف کسی ایسی چیز کی نسبت نہ ہونے پائے جس کا تعلق حقیقۃً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ۔ اسی طرح عوام و خواص کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا بھی مقصود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا تحقیق کسی بات کی نسبت کر دینا کس قدر خطرناک اور اس کے نتائج کتنے ہولناک ہیں ۔

عزیز موصوف نے ایک ایک حدیث پر کام مکمل کر کے بندہ کو دکھانے کا معمول رکھا ، اس طرح احقر نے اس پورے کام کو مکمل طور پر دیکھ لیا ، جہاں ضرورت محسوس ہوئی مشورے دیئے ، چنانچہ عزیز موصوف نے حسب ہدایت اس میں تبدیلی کی ، اس طرح اب یہ کتاب منصۂ شہود پر آنے کے لئے تیار ہے ۔

حضرات اہل علم سے گزارش ہے کہ اس کتاب پر تحقیقی نظر کرنے کے بعد اگر کوئی چیز قابل گرفت یا قابل اصلاح نظر آئے تو مؤلف کو ضرور آگاہ فرمائیں ، ان شاء اللہ حق و صواب کو قبول کرنے اور غلطی سے رجوع اور اس کی اصلاح میں دیر نہیں لگے گی ۔

اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ عزیز موصوف کی اس کاوش کو خالص اپنے فضل اور مہربانی سے مقبول فرمائے ، اس کی افادیت کو عام و تام فرمائے ، اور اس جیسے مفید کاموں کی خوب خوب توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

وکتبہ
العبد الفقیر الی اللہ البر
نور البشر محمد نور الحق
عفا اللہ عنہما ۔

مقدّمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحَمْدُ للهِ الذي أمَرَ بالحَقِ وفَرَضَ الصِدْقَ، وحَرَّمَ الكِذْبَ ونَهى عن البَاطِلِ. والصَّلوةُ والسَّلَامُ على سَيِّدِنا مُحَمَّدٍ عَبْدِهِ ورَسُولِهِ ونَبِيِّه القَائِلِ: "إنّ كِذْباً عَلَيَّ ليس كَكِذْبٍ على أحدٍ، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتعَمِّداً فَلْيَتبَوَّأْ مَقْعَدَه مِنَ النَّارِ". وعلى آلِهِ وصَحْبِه وتَابِعِيهم بإحْسَانٍ، حُمَاةِ شَرِيْعَتِه، ورُوَاةِ سُنَّتِه، الذَّابِّين عنها تَحْرِيفَ المُحَرِّفِين، وانْتِحَالَ المُبْطِلِين، و كِذْبَ الكَاذِبِين.

أمّا بعدُ!

شریعتِ غرّاء میں احادیثِ رسول اللہ ﷺ کو مصدرِ ثانی کی اساسی حیثیت حاصل ہے، جس میں نقب زنی سے حفاظت کا انتظام عہدِ رسالت کی ابتدا ہی سے کر دیا گیا تھا، اور یہ صیانت وحفاظت آپ ﷺ کے اس فرمان کا نتیجہ تھی:

"مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتعَمِّداً فَلْيَتبَوَّأْ مَقْعَدَه مِنَ النَّارِ". [1]

ترجمہ: "جس نے مجھ پر جھوٹ بولا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے"۔

جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے اس ارشاد سے ہر دَم خوفزدہ رہتے تھے، اور آپ ﷺ کا یہ دستور، ہمہ وقت اُن کی نگاہوں کے سامنے رہتا تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم کی اسی کیفیت کو علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اِن لفظوں میں بیان کیا ہے:

"سید الکونین ﷺ کا یہ فرمان، محافل صحابہ رضی اللہ عنہم میں اتنی شہرت اختیار کر گیا تھا

---

[1] الجامع الصحيح للبخاري: باب إثم من كذب على النبي ﷺ ١/ ٣٣ رقم الحديث: ١٠٧، ت: محمد زهير بن الناصر، دار طوق النجاة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ.

اور آج بھی کتبِ حدیث میں سو سے زائد ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام محفوظ ہیں، جن سے یہ روایت مسنداً (سند کے ساتھ) منقول ہے"۔ [1]

اگر اِن تمام طُرق اور روایات کو بنظرِ غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہمہ گیری میں اپنی نظیر نہیں رکھتا؛ کیونکہ جہاں اِبتدائے نبوت کی خفیہ مجالس میں اِس حدیث کی سرگوشیاں تھیں، وہاں اِکمالِ نبوت یعنی خطبہ حُجۃ الوداع کے عظیم اجتماع میں بھی اسی اعلان کی گونج تھی، جہاں عشرہ مبشّرہ اس روایت کو نقل کر رہے ہیں، وہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عام وخاص بھی اس کو دُہرا رہے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم میں جس طرح یہ ارشاد زبان زَدِ عام تھا، صحابیات رضی اللہ عنہن کی مجالس بھی اس فرمان سے مزیّن تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد کا اثر تھا کہ جب ذخیرۂ احادیث میں من گھڑت اور ساقط الاعتبار روایات کے ذریعے رَخنہ اندازی کی مذموم کوششیں شروع ہوگئیں، تو محدثینِ کرام نے احادیث کے صحت وسُقم کے مابین "اِسناد" کی ایسی خلیج قائم کردی، جس کی مثال اُممِ سابقہ میں ملنا مُحال ہے، محدثینِ کرام نے احادیث کو خس وخاشاک سے صاف کرنے کے لئے یہی "میزانِ إسناد" قائم کی، جس کے نتیجے میں حدیث کے مبارک علوم وجود میں آتے رہے، ضعیف اور کذّاب راویوں پر مستقل تصانیف کی گئیں، انہی متقدمین علماء نے "کتب العِلَل" میں "ساقط الاعتبار" (غیر معتبر) احادیث کو واضح کیا، علماء متأخرین نے بھی باقاعدہ مُشتہرات (زبان زَد عام روایات) ساقط الاعتبار اور من گھڑت روایات پر کتابیں لکھیں، چنانچہ ہر زمانے میں احادیث کا ذخیرہ محفوظ شاہراہ پر گامزن رہا، غرض یہ کہ روئے زمین پر جہاں کہیں اسلام کا سورج طلوع ہوا ہے، وہ حدیث کے محافظین خود ساتھ لایا ہے۔

---

[1] اللآلي المصنوعة: ص: ۳۵، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

پاک وہند میں ساقط الاعتبار، من گھڑت روایات اور اُن کا سدّ باب:

اگر ہم اپنے خطّے برّصغیر پاک وہند کا جائزہ لیں، تو موضوعات کی روک تھام میں سرفہرست علامہ ابو الفضل حسن بن محمد صاغانی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام نظر آتا ہے، آپ ۵۷۷ھ لاہور (پاکستان) میں پیدا ہوئے، اور حدیث ولغت کی دیگر خدمات کے ساتھ، خودساختہ روایات پر دو گراں قدر کتابیں لکھی:

۱- الدُرَرُ المُلْتَقَط في تَبْيِينِ الغَلَط

۲- موضوعات الصَغَانِي

من گھڑت اور غیر معتبر روایات کے بنیادی عوامل:

پاک وہند میں من گھڑت اور باطل روایات کا مطالعہ بہت سے سوالات کو جنم دیتا ہے، جن میں یہ نکتہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ برّصغیر پاک وہند میں وہ کون سے قدیم بنیادی طبقات ہیں، جو یہاں خودساختہ روایات کی ترویج میں راہ ہموار کرتے رہے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں سب سے قدیم تحریر علامہ صاغانی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ملتی ہے، جس سے ہمیں بڑی حد تک اس سوال کے جواب میں رہنمائی ملتی ہے، چنانچہ علامہ صاغانی رحمۃ اللہ علیہ "الدُرَرُ المُلْتَقَط" [1] میں اپنی تصنیف کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقد كَثُرَتْ في زَمَانِنا الأحاديث الموضوعةُ، يرويها القصاصُ على رُؤوسِ المَنَابِرِ والمجالِسِ، ويَذْكُرُ الفُقَرَاءُ والفُقَهَاءُ في الخَوَانِقِ والمَدَارِسِ، وتَدَاوَلَتْ في المَحَافِلِ، واشْتُهِرَتْ في القَبَائِلِ، لِقِلَّةِ مَعْرِفَةِ النَّاسِ بعِلْمِ السُنَنِ، وانْحِرَافِهم عن السُنَنِ".

اس عبارت میں امام صاغانی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات اور غیر معتبر روایات کی اِشاعت

---

[1] الدُرَرُ الملتقط: بحوالہ مجلہ "فکر ونظر"، ص: ۷۶، خصوصی اشاعت، ربیعُ الأول - شعبان ۱۴۲۶ھ، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الأقوامی، اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان۔

میں مُلوّث چند عوامل کا ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:

❊......قصہ گو برسرِ منبر اور مجالس عامہ میں، من گھڑت روایتیں بیان کرتے تھے، ایسے ہی جاہل صوفیاء اور جاہل فقہاء کی مجالس بھی ان باطل مرویات سے پُر تھیں۔

❊......اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ یہ خود ساختہ روایتیں ملّت اسلامیہ کے ہر طبقے اور قبیلے میں رواج پاتی رہیں، اور یہی کلام، مجالس کی زینت بنتا رہا، بالآخر موضوعات کی یہ گرم بازاری پورے معاشرے میں سرایت کرگئی۔

❊......اس شرعی اِنحطاط کا باعث صرف معرفتِ حدیث سے دوری تھی۔

وضّاعین کی اقسام اور ان کے مذموم مقاصد:

علامہ صاغانی رحمۃ اللہ علیہ کا گزشتہ اِقتباس ہماری قدیم خستہ حالی کی جیتی جاگتی تصویر ہے، جس میں مذکور طبقات ہمارے سابقہ سوال کا اجمالی جواب ہیں، مزید وضاحت کے لئے ہم علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مقدمے [1] کو بہت ہی معاون پاتے ہیں، جس میں انھوں نے حدیث گھڑنے والوں کی اغراض و مقاصد بتاتے ہوئے، انھیں کئی اقسام پر تقسیم کیا ہے، اِن اقسام سے ہم بخوبی یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ برصغیر پاک وہند میں وہ کون سے حلقے، افراد اور گروہ ہیں، جن کے ہاں موضوع روایات کا ایک بڑا ذخیرہ جنم لیتا رہا ہے، بالفاظ دیگر یہ روایات انھیں کے راستے سے مشہور ہوئیں۔

١-زَنادِقہ:

ان کا مقصد اُمت میں رطب و یابس پھیلا کر شریعت کو مسخ کرنا ہے، علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان کے تحت پاک وہند کے "فرقۂ نیچریہ" اور اُن کے گمراہ کُن عقائد کا ذکر کیا ہے، آپ نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ یہ فرقہ نصوصِ شرعیہ میں تحریف (تبدیلی) لفظی و معنوی کا مرتکب رہا ہے۔

[1] الآثار المرفوعة: ص: ١٢، دار الكتب العلمية-بيروت.

۲-مؤیدینِ مذاہب:

دوسری قسم اُن افراد کی ہے، جنہوں نے اپنے مذہب اور موقف کی تائید میں روایتیں گھڑیں، اِس عنوان کے تحت علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث میں خوارج کے طریقۂ واردات کو بیان کیا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ بعض خوارج نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ہم نے اپنے موقف اور رائے کو ثابت کرنے کے لئے بہت سی احادیث گھڑی ہیں۔

یہاں برِّصغیر پاک وہند میں موجود اہل سوء اور بدعتیوں کا ذکر بھی برمحل ہے، جنہوں نے اس خطّے میں بہت سی مُحدَثات (دین میں نئی باتیں ایجاد کرنا) اور بدعات کو سند جواز فراہم کی، اور اپنی اِختراعات کے ثبوت میں، من گھڑت اور ساقط الاعتبار روایتوں کا سہارا لیا۔

۳-اصلاح پسند اَفراد:

تیسرا طبقہ اُن افراد کا ہے، جنہوں نے لوگوں کی اصلاح کے خیال سے ترغیب وترھیب کی احادیث گھڑیں۔ اس ضمن میں علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دلچسپ مثال بیان کی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ پاک وہند کے بعض اصلاح پسند لوگوں نے تمباکو نوشی سے زَجر وَعِید پر مشتمل احادیث وضع کی ہیں، پھر موصوف نے اس مضمون پر مشتمل وضّاعین کی آٹھ ایسی روایتیں لکھیں، جو سب کی سب جعلی ہیں۔

۴-طبقۂ جہلاء:

چوتھی قسم اُن لوگوں کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہراَمرِ خیر، اقوال زرّیں وغیرہ کا انتساب جائز سمجھتے ہیں، حالانکہ معتبر سند کے بغیر اس طرح انتساب کرنا ہرگز جائز نہیں۔

۵-اہلِ غُلُوّ:

ایک قسم اُن لوگوں کی ہے، جو عقیدت و محبت میں اِفراط وغُلُوّ کا شکار ہوجاتے ہیں، اور اہلِ بیت، خلفائے راشدین، ائمہ کرام اور رسالت مآب ﷺ کے حوالے سے باطل اور بے اصل مضامین مشہور کردیتے ہیں۔

۶-واعظین:

چھٹا طبقہ ان قصہ گو واعظین کا ہے، جو جعلی غرائبِ زمانہ سُنا کر عوام سے دادِ تحسین وصول کرتے ہیں۔

خلاصۂ کلام:

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ یہی طبقات اور افراد، خطۂ ہند و پاک میں حدیث کی جعل سازی کا بیڑا اٹھائے رہے ہیں، بلکہ اس تفصیل کے بعد ہم بصیرت سے یہ فیصلہ کرسکتے ہیں کہ ہمارے گردوپیش ایسی بہت سی ہم معنی باطل احادیث پھیلی ہوئی ہیں، جو بلاتردّد انھیں خاص طبقات کی مذموم کوششوں اور تکاسل کا نتیجہ ہے۔

پاک وہند میں حدیث میں تکاسل اور اس کے اسباب:

اگرچہ برصغیر پاک وہند میں زبان زدِ عام رِوایات کی تنقیح بجا طور پر ہوتی رہی ہے، لیکن پھر بھی یہ سوال جواب کا مستحق ہے کہ پاک وہند میں، افرادِ اُمت عام طور پر احادیث میں صرف سطحی ذہن رکھنے والے ہیں، اور اکثر احادیث کی چھان بین کو خاطر میں نہیں لایا جاتا، آخر حدیث کے عنوان سے مزاجوں میں حسّاسیت اتنی مدھم کیوں رہی ہے؟

تلاشِ بسیار کے بعد پاک وہند کی قابلِ فخر شخصیت علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۹ھ) کی عبارت میں اس مُعمہ کا حل مل گیا۔ علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے

"كوثر النَبِيِّ وزُلَالُ حَوْضِه الرَّوِي" [ل] میں ایک مقام پر بعض ایسی کتبِ تفسیر، کتبِ زہد، کتبِ اَوراد وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے، جن میں مقدوح اور غیر مُعتبر احادیث بھی ہیں، پھر اِن کتابوں میں موجود ساقط الاعتبار احادیث کے اسباب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والسَبَبُ أنّه قَلّ اشْتِغَالُهم بِصَنَاعَةِ الحَدِيث، وأنّهم اعْتَمَدُوا على المشهورفي الألْسِنَة مِنْ تَحْسِيْنِ الظَّنّ بالمُسْلِم، وأنّهم انْخَدَعُوا بالكُتُب الغَيرِ المُنَقَّحَةِ الحَاوِيَةِ لِلرَّطْبِ واليَابِسِ، وأنّه لم يَبْلُغْهُم وَعِيدُ التَّهَاوُنِ في روايةِ الحَدِيثِ، وأيضاً منهم مَنْ يَعْتَمِدُ على كُلِّ ما أَسْنَدَ مِنْ غَيرِ قَدْحٍ وتَعْدِيلٍ فِي الرُّوَاة".

"(اِن کتب میں رطب و یابس احادیث کی) وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں کے مصنّفین فنِ حدیث سے اِشتغال کم رکھتے ہیں، اور مسلمان سے حسنِ ظن رکھتے ہوئے، زبان زَد عام روایتوں پر بھروسہ کر لیتے ہیں (حالانکہ ایسا اعتماد صرف ماہرِ فن پر ہی کیا جا سکتا ہے، نہ کہ حدیث میں کم اشتغال رکھنے والے پر) اور یہ مصنّفین رطب و یابس پر مشتمل، غیر منقّح کتابوں سے دھوکے میں پڑ جاتے ہیں، اور (ان کے بارے میں یہی حسنِ ظن ہے کہ) ان مصنفین کو حدیث نقل کرنے میں تہاون (معمولی سمجھنے) کی وعید نہیں پہنچی ہوگی، اور بعض مصنّفین سند کے راویوں کی جرح وتعدیل دیکھے بغیر، ہر سند والی روایت پر اعتماد کر لیتے ہیں"۔

اسبابِ تکاسل کا جائزہ:

دراصل علامہ عبد العزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کتبِ حدیث وتفسیر وغیرہ کا تذکرہ

[ل] كوثر النَّبِيِّ وزُلَالُ حَوْضِه الرَّوِي (فن معرفة الموضوعات): ص: ۱۰۸، المخطوطة، نسخه العلامة عبد الله الوَلْهَارِي (۱۲۸۳ھ).

گیا ہے، یہ کتب برصغیر میں متداول اور مروّج ہیں اور ان کتابوں کے مؤلفین کی جلالت اور علوِ شان بلا شبہ مُسلّم ہے، لیکن اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اِن مؤلفین کا فنِ حدیث میں اشتغال ناقص رہا ہے، چنانچہ صاحبِ کتاب کی یہ کمزوری عوام میں بھی سرایت کرتی رہی اور احادیثِ موضوعہ معاشرے میں پھیلتی رہیں، بہرحال ذیل میں ہم مولانا عبدالعزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ نِکات اور ان سے ماخوذ نتائج کا جائزہ لیتے ہیں۔

فنِّ حدیث میں اشتغال کی کمی:

ان مصنّفین کی تالیفات میں رَطب و یابس روایات کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان مؤلفین نے علومِ حدیث سے ایسا اشتغال نہیں رکھا، جس سے ان میں اُصولِ حدیث کے مطابق، حدیث کے ردّ و قبول کا مَلکہ اور اسے پرکھنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی، حتیٰ کہ ہمارے زمانے میں بھی مُعتَد بہ تالیفات اس بات کی مقتضی ہیں کہ ان کے مؤلفین احادیث کے معاملے میں محض تحویل (حوالہ دینے) پر اکتفا نہ کریں، بلکہ حسبِ ضرورت اس بات کا پورا اطمینان حاصل کریں کہ یہ حدیث معتبر سند سے ثابت ہے۔

محض حسنِ ظن کی بناء پر روایات پر اعتماد:

ان کتابوں میں باطل اور بے اصل روایتوں کے شُیوع کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اِن مصنّفین کے نُفُوسِ قدسیہ ہر مسلمان کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے تھے، اور زبان زَدِ عام روایتوں کو حسنِ ظن کی بنا پر بلا تحقیق قبول کر لیتے تھے۔

واضح رہے کہ اس مقام پر مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حدیث میں اعتماد کا مدار صرف ماہرینِ فن ہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص صناعتِ حدیث میں مہارت نہیں رکھتا ہو، تو ایسے شخص پر بلا تحقیق حسنِ ظن کی بنیاد پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔[1]

[1] الآثار المرفوعة: ص: ۱۹، دار الکتب العلمیة-بیروت.

تہاونِ حدیث پر وعید سے نا آشنائی:

ان کتب میں قابلِ رَدّ مواد کی تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات تہاونِ حدیث (یعنی رِوایتِ حدیث میں پوری احتیاط سے کام نہ لینے) کی وعیدوں سے واقف نہیں ہوں گے، بلاشبہ ان حضرات کی عُلوّ شان اسی حسنِ ظن کی مقتضی ہے، البتہ اس تہاون سے اجتناب کی اہمیت اپنی جگہ ہے، خاص طور پر عوامی حلقوں میں اس کی ضرورت بڑھ جاتی ہے کہ ملّت اسلامیہ کا ہر فرد یہ محسوس کر رہا ہو کہ میں رسالت مآب ﷺ کی طرف ایسی بات ہرگز منسوب نہ کروں جو آپ ﷺ سے ثابت نہ ہو، تاکہ میں "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً..." کا مصداق بننے سے بچ جاؤں، ورنہ یہی تہاون نہ صرف غیر مستند روایات کو پھیلانے میں کام آتا ہے، بلکہ اِن روایتوں کو تحفظ بھی فراہم کرتا ہے۔

تحقیق کا فقدان:

پھر ان تالیفات میں جو احادیث مُسنَد (سند والی روایات) تھیں، ان میں اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ فن جرح وتعدیل کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا جائے، تاکہ قابلِ احتراز روایتیں ظاہر ہو جاتیں۔

ایک اہم فائدہ:

اگر ہم بھی اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں، تو ہم دیکھتے ہیں کہ علم الروایہ (علمِ حدیث) میں ہمارا منتہٰی صرف سندِ حدیث پانا ہے، اس کے بعد ہم کسی چیز کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، حالانکہ صاحبِ کتاب تو سند بیان کر کے ایک حد تک اپنی ذمہ داری سے سُبکدوش ہو جاتا ہے، اب اگلا مرحلہ ہم سے متعلق ہے کہ ہم حسبِ ضرورت، متقدمین اصحابِ تخریج اور ائمۂ عِلل کی جانب رجوع کریں، اور روایات کے قابلِ تحمّل (روایت لینا) ہونے کا پورا اطمینان حاصل کریں۔

حاصل کلام:

سابقہ اسبابِ تکاسل خطۂ پاک وہند میں موضوعات کی اشاعت اور ان کی ترویج میں انتہائی مؤثر رہے ہیں، بلکہ اگر ان اسباب کے سدّ باب کے لئے اکابرین کے طرز پر عملی اِقدامات جاری رکھے جائیں، تو کافی حد تک اس ساقط الاعتبار ذخیرے کی روک تھام ہوسکتی ہے۔

من گھڑت روایات کے سدّ باب میں علماء پاک وہند کی خدمات:

سابقہ اقتباسات سے ہمیں من گھڑت روایات کی اِشاعت میں ملوّث بہت سے گروہوں اور طبقات کا بخوبی علم ہوجاتا ہے، اس کے علاوہ ان کی اغراض، اَفکار، اور طریقۂ کار بھی وضاحت سے سامنے آ گیا، لیکن واضح رہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوا کہ عمائدینِ اُمت نے اس فتنے کے سدّ باب کے لئے اپنی خدمات پیش نہ کی ہو، بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ برّ صغیر پاک وہند پر ایسے شب وروز بھی آئے ہیں، جن میں حفاظت حدیث کا تاج، علماء برّ صغیر کے سر رہا ہے، چنانچہ علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”دسویں صدی ہجری کے نصف آخر میں جب کہ علمِ حدیث کی سرگرمیاں ماند پڑ گئی تھیں، برّ صغیر میں یہ سرگرمیاں عروج پر تھیں“۔[1]

گویا کہ اس وقت عالمِ اسلام کی سر براہی کی سعادت برِ صغیر کو حاصل رہی ہے، بہر حال یہاں ہم پاک وہند کے اُن چند مشہور مشائخ کا مختصر تذکرہ کریں گے، جنہوں نے زبان زَدِ عوام وخواص، روایات کی حقیقت واضح کی، اور ذخیرۂ احادیث میں تنقیح کی خدمات انجام دیں۔

---

[1] مقالات الكوثري: ص: ٦٧، دار السلام مصر، الطبعة الثانية ١٤٢٨هـ.

۱-امام رضی الدین ابو الفضائل حسن بن محمد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۵۰ھ)

آپ کی تالیف "الدُرَرُ المُلتَقَط" اور "موضوعات الصَغانِي" کا شمار فنِ ہذا کے اوّلین مصادر میں ہوتا ہے۔ مشتہرات پر مشتمل شاید ہی کوئی کتاب موصوف کے اقوال سے خالی ہو۔

۲-ملک المحدّثین علامہ محمد بن طاہر صدیقی پٹنی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۸۶ھ)

آپ نے اس فن میں "تذکِرةُ الموضوعات" اور "قانون الموضوعات" لکھیں، بلاشبہ مشتہرات کا یہ مجموعہ ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔

۳-علامہ سید محمد بن محمد حسینی زَبیدی الشہیر بمرتضی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۰۵ھ)

آپ نے "إتحاف السّادة المُتّقِين" میں "إحياء علوم الدين للغزالي" کی احادیث پر، تخریج وتشریح میں محدثانہ شان کا مظاہرہ کیا ہے، اہل علم طبقہ بالخصوص پاک وہند میں اس سے مستغنی نہیں رہ سکتا۔

۴-امام عبد العزیز بن احمد فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ)

آپ نے تقریباً ۲ ہزار موضوع اور زبان زدِ عام روایتوں پر مشتمل مجموعہ مرتب کیا ہے، فی الحال یہ مخطوط ہے۔ آپ کے بارے میں مولانا موسیٰ خان روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اگر میں اس بات پر قسم کھاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے سرزمینِ پنجاب کو جب سے وجود بخشا ہے، ان جیسی کسی دوسرے شخصیت نے یہاں جنم نہیں لیا، تو میں حانث نہیں ہوں گا"۔ [1]

۵-علامہ ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۰۴ھ)

آپ کی شخصیت اور حدیثی خدمات محتاجِ تعریف نہیں ہے، اس فن میں آپ

---

[1] بغية الكامل السامي في شرح المحصول والحاصل للجامي: ص:۲۲۷، مكتبة مدينة بلاهور باكستان، الطبعة الخامسة ۱۴۱۴ھ.

نے "الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة" کے نام سے یادگار چھوڑی ہے۔

۶۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۸۰ھ/ ۱۳۶۲ھ)

آپ امراضِ امت کی پہچان اور اس کے علاج میں وہبی بصیرت رکھتے تھے، آپ نے پاک و ہند میں مُتدَاول من گھڑت اور بے اصل روایتوں کا سدّ باب عملاً بھی کیا اور عوام کو بھی اس سے اجتناب کی طرف توجہ دلائی، چنانچہ بہشتی زیور، حصہ دہم میں یہ عنوان قائم کیا ہے: "بعضی کتابوں کے نام جن کے دیکھنے سے نقصان ہوتا ہے" اس عنوان کے تحت ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "دعا گنج العرش، عہد نامہ یہ دونوں کتابیں اور بہت سی ایسی ہی کتابیں ایسی ہیں کہ ان کی دعائیں تو اچھی ہیں، مگر ان میں جو سندیں لکھی ہیں، اور ان میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جو لمبے چوڑے ثواب لکھے ہیں، وہ بالکل گھڑی ہوئی باتیں ہیں"۔[1]

اسی طرح حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس بات سے بھی بخوبی واقف تھے کہ سلوک و تصوّف کی مجالس میں ایک معتد بہ تعداد بے اصل روایتوں کی ہیں، چنانچہ آپ نے "التشَرُّفُ بِمَعْرِفَةِ أحَادِيثِ التَّصوُّف" میں ایسی بہت سی روایات پر روایتی اور درایتی پہلوؤں سے بحث کی ہے، جو درجۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔

ایک اہم التماس:

یہ مختصر اور محدود تحقیق اس کی مزید گنجائش رکھنے سے قاصر ہے کہ ہم اکابرینِ پاک و ہند کی متعلقہ موضوع میں تاریخی خدمات سے تفصیلی بحث کریں، البتہ اگر کوئی فرد علامہ عبد الحی الحَسَنی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "نُزْهَةُ الخَوَاطِرِ وبَهْجَةُ المَسَامِعِ والنَّوَاظِر" کو سامنے رکھ کر ان محدثینِ کرام کی خدمات کو جمع کرے، جنہوں نے باطل اور من

[1] بہشتی زیور، ص: ۷۰۴، حصہ دہم، دار الاشاعت، ایم اے جناح روڈ، اردو بازار کراچی۔

گھڑت روایتوں کا تعاقب کیا ہے، تو یہ کام نہ صرف ہماری اسلاف کے منہج کی جانب رہنمائی کرے گا، بلکہ ملک بھر میں پھیلے ہوئے اُن مخطوطات کی جانب بھی رہنمائی کرے گا جو آج دِیمک اور گرد وغبار سے تحلیل ہوتے جا رہے ہیں، بلاشبہ نت نئی تحقیقات، شروحات، تسہیلات وغیرہ ناگزیر تالیفات ہیں، لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ آج جن مخطوطات کو ہم محفوظ کر سکتے ہیں، کل ان کا نام "حسَراتِ زمانہ" کی فہرست میں شامل کر دیا جائے۔

تحقیق اور اس کا موضوع:

گزشتہ تمام تفصیلات کے پیشِ نظر بندہ نے اپنے گرد وپیش پھیلی ہوئی مشہور روایتوں کی تحقیق کو اپنا موضوع بنایا، اور ان روایات میں سے ایسی ۲۸ روایات کی تعیین کی جو درجۂ اعتبار سے ساقط ہیں، واضح رہے کہ ۲۸ روایات کا یہ مجموعہ تین قسم کی روایات پر مشتمل ہے:

① من گھڑت روایات

② بے سند روایات

③ ضعفِ شدید پر مشتمل روایات

آپ دورانِ تحقیق نتائج میں ان تینوں اقسام کا مشاہدہ کریں گے، اور فنِ اصولِ حدیث کے مطابق یہ تینوں اقسام نوعیاتی فرق رکھتی ہیں، البتہ ان تینوں اقسام کو آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا جائز نہیں ہے، ذیل میں ان اَحادیث کو مختصر عنوان کے ساتھ سے تحریر کیا جاتا ہے:

① ماں کی نافرمانی پر بیٹے کی حالتِ نزع میں کلمہ سے محرومی۔

② حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے، ابوشحمہ پر حد نافذ کرنے کا قصہ (یہ موقوف روایت ہے)۔

(۳) ایک بدّو کے آپ ﷺ سے ۲۴ سوالات۔

(۴) آپ ﷺ کا وصال سے قبل اپنی ذات پر قصاص اور بدلہ دِلوانا۔ (یہ تفصیلی من گھڑت قصہ عکاشہ نامی ایک شخص کی جانب منسوب ہے، البتہ یہ قصہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ سے بدر کے دن، صف درست کرتے ہوئے ایک صحابی سَواد بن غَزِیّہ رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں چھڑی چبھ گئی تھی، سَواد بن غَزِیّہ رضی اللہ عنہ کے مطالبے پر آپ ﷺ نے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا، سَواد بن غَزِیّہ رضی اللہ عنہ آپ کے بدن سے چمٹ گئے، آپ نے خوش ہوکر بھلائی کی دعا دی۔ (انظر ترجمة سَواد بن غَزِيّة في "الاستيعاب في معرفة الأصحاب" و"الإصابة في تمييز الصحابة" وغيرهما)

(۵) "ایک گھڑی کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے"۔

اس روایت کے تحت دو مزید حکایات کی فنی تحقیق پیش کی گئی ہے۔

(۶) "اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو اس حالت میں پاؤں کہ میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوں اور سورۂ فاتحہ پڑھ چکا ہوں، اسی دوران میری والدہ مجھے پکار کر کہے، اے محمد! تو میں جواب میں اپنی والدہ سے کہوں گا، حاضر ہوں!"۔

(۷) نورِ محمدی ﷺ کی چمک سے اندھیرے میں گمشدہ سوئی کا ظاہر ہونا۔

(۸) "تہمت کی جگہوں سے بچ کر رہو"۔

(۹) "جو بندہ نمازِ تراویح پڑھتا ہے تو اس کو ہر سجدے کے بدلے پندرہ سو نیکیاں ملتی ہیں، اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک ایسا محل تعمیر کیا جاتا ہے، جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہیں، ہر دروازے پر سونے کا ایک محل ہوتا ہے، جس پر سرخ یاقوت جڑے ہوتے ہیں"۔

(۱۰) "اپنا نصف دین حُمیراء (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے حاصل کرو"۔

(۱۱) بچے کی بسم اللہ پر اس بچے کی، اُس کے والدین کی اور اس کے اُستاد کی بخشش۔

⑫ ''ایک مومن عورت کی نیکی، ستر صدیقین کے عمل کی مانند ہے، اور ایک فاجر عورت کی برائی ہزار فاجر مردوں کی طرح ہے''۔

⑬ ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں''۔

اس روایت کے ضمن میں ایک زبان زدعام قصہ کی تحقیق ذکر کی گئی ہے۔

⑭ حضرات اہل بیت کا مسکین، یتیم اور قیدی پر ایثار اور تین دن بھوکا رہنا۔

⑮ ''اللہ کی معرفت میرا اثاثہ ہے......''۔

⑯ ختمِ قرآن کی دُعا:

''اللّهم آنس وَحْشَتِي في قَبْرِي. اللّهم ارحَمْني بالقرآن العظيم، واجْعَلْه لي إماماً ونُوراً وهُدى ورَحْمَةً، اللّهم ذَكِّرني منه ما نَسِيتُ وعَلِّمْنِي منه ما جَهِلْتُ، وارْزُقْنِي تِلَاوَتَه آناءَ الليل وآناءَ النَّهار، واجْعَلْه لي حُجَّةً يا رَبَّ العَالَمِين''.

یہ دعا دراصل دو مختلف اجزاء کا مجموعہ ہے، ہر جزء کا حکم دوسرے سے مختلف ہے، اس لئے ہر جزء پر علیحدہ فنی تبصرہ کیا گیا ہے، واضح رہے یہ تحقیق دعا بحیثیتِ حدیث ہے۔

⑰ ''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا......''۔

⑱ ''جمعہ کا حج، حج اکبر ہے''۔

⑲ ''دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں''۔

⑳ کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' مد کے ساتھ (کھینچ کر) پڑھنے سے چار ہزار نیکیاں۔

㉑ ''مسجد میں باتیں کرنا نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے، جیسے آگ لکڑیوں کو''۔

تحقیق کے آخر میں ضمناً ایک دوسری روایت کی فنی تفصیل پیش کی گئی ہے،

حدیث یہ ہے:

''جب آدمی مسجد میں آتا ہے پھر بہت باتیں کرنے لگتا ہے، تو فرشتے اسے کہتے ہیں: اے اللہ کے ولی! خاموش ہو جا، اگر وہ پھر بھی باتوں میں

لگا رہے، تو فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ کے مبغوض بندے! چپ کر جا، اگر وہ پھر بھی باتیں کرتا رہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو، چپ ہو جا"۔

(۲۲) "میرے اَرض وسمأ مجھے نہیں سما سکے، البتہ میرے مؤمن بندے کا دل، مجھے اپنے میں سما لیتا ہے"۔

اس حدیثِ قدسی کے ساتھ ایک دوسری حدیث قدسی کی بھی تحقیق ذکر کی گئی ہے، حدیث یہ ہے:

"دل رب کا گھر ہے"۔

(۲۳) کھانے سے قبل دعا: "بِسمِ اللّٰہِ وَعَلَی بَرَکَۃِ اللّٰہ"۔

اس دعا کا ذکر معتبر کتب میں موجود ہے، لیکن یہ دعا تحقیق کا موضوع اس لئے بنی ہے کہ اس دعا کو لفظِ "علی" کے ساتھ لکھا جاتا ہے، حالانکہ لفظِ "علی" کی زیادتی در حقیقت ثابت نہیں ہے، نیز ضمناً یہ تحقیق بھی لکھی گئی ہے کہ اس دُعا کا حوالہ دینے میں عام طور پر غلطی کی جاتی ہے۔

(۲۴) "علماء کے علاوہ تمام لوگ بے جان ہیں، اور علماء میں عمل کرنے والوں کے علاوہ تمام علماء ہلاک ہونے والے ہیں، اور عمل کرنے والوں میں مخلصین کے علاوہ تمام غرق ہونے والے ہیں، اور اخلاص والے بہت بڑے خطرے سے دوچار ہیں"۔

(۲۵) "مؤمن کے جھوٹے میں شفاء ہے": بعض جگہ یہ الفاظ ہیں ہے: "مومن کے تھوک میں شفاء ہے"۔

(۲۶) "جب ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج بیت اللہ کیلئے پکارا، اس کے جواب میں لوگوں نے لبیک کہا، چنانچہ جس نے ایک مرتبہ لبیک کہی، تو وہ ایک مرتبہ حج کرے گا، جس نے دو مرتبہ تلبیہ کہی، وہ دو مرتبہ حج کرے گا، اور جس نے دو سے زائد مرتبہ تلبیہ کہی، وہ اسی حساب سے حج کرے گا"۔

(۲۷) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''میں اللہ ہوں، میں معبود ہوں، میں بادشاہوں کا مالک اور شہنشاہوں، بادشاہوں کے دل میرے قبضے میں ہیں، جب میرے بندے میری اطاعت کرتے ہیں، تو میں ان کے بادشاہوں کے دل شفقت ورحمت سے بھر دیتا ہوں، اور بندے جب میری نافرمانی کرتے ہیں، تو میں بادشاہوں کے قلوب میں ان کے لئے ناراضگی اور انتقام ڈال دیتا ہوں، چنانچہ وہ بادشاہ ان کو بری اذیتوں میں مبتلاء کر دیتے ہیں، (اس وقت) تم بادشاہوں کو بددعا دینے میں اپنے آپ کو مشغول نہ کر دینا، بلکہ اللہ کی یاد اور عاجزی میں مشغول ہونا، میں تمہارے بادشاہوں سے تمہاری کفایت کر دوں گا''۔

(۲۸) ❶ حاملہ کو (بعض سندوں میں ہے کہ جس حاملہ سے خاوند رضامند ہو) روزے دار، نماز پڑھنے والے، خشوع کرنے والے، مطیع اور مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر ملتا ہے۔

❷ دردِ زہ پر اسے ایسا اجر ملتا ہے، جسے مخلوق میں کوئی نہیں جانتا۔

❸ دودھ کے ہر گھونٹ کے بدلے نیکی (بعض روایتوں میں ایک جان زندہ کرنے) کا اجر ملتا ہے۔

❹ وضعِ حمل سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

❺ اگر رات کو بچے کی وجہ سے جاگنا پڑ گیا، تو ستر غلام اللہ کی راہ میں آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔

ضمناً یہ تحقیق بھی لکھی گئی ہے کہ یہ موقوف روایت (عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد) ثابت ہے (اور ایسا قول حکماً مرفوع ہوتا ہے): ''عورت حمل سے وضعِ حمل (پھر) بچے کے دودھ چھڑانے تک اس شخص کی طرح ہے، جو اللہ کے راستے میں اس کی سرحدوں کا پہرہ دے، اگر وہ اس دوران مرجائے تو اسے شہید کا اجر ملے گا''۔

تحقیق کا منہج اور طریقۂ کار:

تحقیقاتِ حدیث ایک پیچیدہ فنی بحث ہے، جسے صرف وہی شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے، جس کے سامنے اصولِ حدیث، عللِ حدیث اور فنِ رجال کی بحثیں ماہرین کی سرپرستی، وسیع مطالعہ اور طویل ممارست سے منقح ہوگئی ہوں، بصورتِ دیگر اِن تحقیقات سے کما حقہ فائدہ حاصل کرنا ممکن نہیں رہتا، بہر حال دورانِ تحقیق جن اُمور کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اگر قارئین اِن امور کو سامنے رکھیں تو بہت سے مشکل مقامات کو سمجھنا آسان ہو جائے گا، بلکہ کافی حد تک ان تحقیقات میں بصیرت بھی حاصل ہو جائے گی، ملاحظہ ہو:

❁......تقریباً ہر حدیث کی ابتدا میں ایک تمہیدی مضمون ذکر کیا گیا ہے، یہ اِقتباس دراصل متعلقہ بحث کی تسہیل اور مرکزی نکتے کی حیثیت رکھتا ہے، اور اِس عبارت سے کئی مقاصد پورے ہوتے ہیں، مثلاً:

۱-اِس مضمون میں زیرِ تحقیق روایت کی ضروری اُصولی بحث ذکر کر دی جاتی ہے تاکہ دورانِ تحقیق فنی بحث سے اُلجھاؤ پیدا نہ ہو، اور اس فنی بحث کی طرف دورانِ تحقیق صرف اشارہ کر دیا جاتا ہے، جس کی تفصیل اس ابتدائی مضمون میں گذر چکی ہوتی ہے۔

۲-کئی احادیث کی مرکزی اور فنی وضاحت مشترک ہوتی ہے؛ اس لئے اِن اِبتدائی مضامین میں آپ تکرار بھی پائیں گے، خاص طور پر حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ اقتباس جس میں موصوف نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ضعیف حدیث کے ردّ و قبول کی تین اہم شرائط لکھی ہیں، ان شرائط کی تفصیل آگے آرہی ہے، ان شاء اللہ۔

۳-اِن نِکات سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اس ابتدائی مضمون کا متعلقہ تحقیقِ حدیث سے گہرا تعلق ہوتا ہے، بالفاظِ دیگر یہ اقتباس تحقیقِ حدیث کے تابع اور اس

کے سمجھنے میں انتہائی معاون ہوگا؛ اس لئے اسے محض مقدمہ ہرگز نہ سمجھا جائے۔

✽......تمام احادیث کی ابتدا میں پوری تحقیق کا خلاصہ لکھا جاتا ہے، تاکہ اجمالی نقشہ ذہن میں مستحضر رکھ کر تفصیلات سمجھنا آسان ہو جائے۔ یہ خلاصہ عام طور پر چار بنیادی اُمور پر مشتمل ہوتا ہے:

۱-روایت اوراس کے بنیادی مصادِر

۲-نفسِ روایت پر ائمہ حدیث کا کلام اوراس کا خلاصہ

۳-روایت کے متکلّم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال اور ان کا خلاصہ

۴-روایت کا فنی حکم

✽......ہم نے اپنی جستجو کے مطابق زیرِ بحث روایت کے مصادر ومراجع ذکر کیے ہیں، اور روایت کا فنی حکم انہی طرق اوران کے بارے میں ائمہ حدیث کے کلام کو سامنے رکھ کر قائم کیا ہے؛ لہذا اگر کوئی معتبر طریق ہمیں یا کسی بھی فرد کو مل جائے تو وہ اس تحقیق کے لئے ہرگز مضر نہیں، البتہ متنِ حدیث کا حکم بلا شبہ ایسی صورت میں بدل جاتا ہے، احبابِ فن اس سے بخوبی واقف ہیں کہ محدثینِ کرام کا کسی روایت پر فنی حکم لگانا، ان کی ملحوظہ روایات کی روشنی میں ہوتا ہے، اس میں اس بات کا امکان بہر حال باقی رہتا ہے کہ اس ساقط الاعتبار روایت کا کوئی معتبر طریق مل جائے، چنانچہ کسی معتبر طریق ملنے کے بعد اب متنِ حدیث کا حکم اس معتبر سند کی حیثیت سے بدل سکتا ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ کسی سند کا معتبر یا غیر معتبر ہونا اصولِ حدیث کی روشنی میں ہی ہوسکتا ہے، اس لئے کسی ممکنہ معتبر سند کا محض تصور یا کسی غیر معتبر سند کا موجود ہونا، ان تحقیقات میں ذکر کردہ فنی حکم کے معارض نہیں بن سکتا۔

یہ بھی واضح رہے کہ ہم نے اپنی جستجو کے مطابق تحقیقاتِ سلف کو جمع کر کے

نتائج نقل کیے ہیں، قارئینِ کرام سے درخواست ہے کہ آپ فن حدیث کے مطابق اسے خوب پرکھیں، اگر آپ کے نزدیک ان نتائج کے علاوہ کوئی دوسرا حکم قرین قیاس ہے، تو اس بارے میں احقر کو ضرور مطلع فرمائیں، آپ کا فنی تبصرہ ماہرین فن کے نزدیک راجح ہونے کی صورت میں احقر کو رجوع سے ہرگز تأمل نہیں ہوگا، اور احتیاج کے اظہار کے ساتھ آپ کی اصلاحات پر ممنون رہوں گا۔

✽...... واضح رہے کہ ہر روایت کا فنی مقام سمجھنے کے لئے جہاں نفسِ روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال کو ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے، وہاں روایت میں زیرِ بحث راوی کے بارے میں ائمہ حدیث کے تفصیلی اقوال کا سمجھنا بھی بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، اسی لئے دورانِ تحقیق ان دونوں امور کو علیحدہ عنوان سے لکھا گیا ہے، اور تسہیل کے لئے ہر عنوان کے آخر میں خلاصہ بھی مذکور ہے۔

✽...... نفسِ حدیث کے بارے میں متقدمین ومتاخرین دونوں کے اقوال لکھے گئے ہیں، جن میں آپ اکثر اس بات کا مشاہدہ کریں گے کہ متاخرین علماء کرام، متقدمین محدثین کی متابعت اختیار فرماتے ہیں، ہم نے اکثر مقامات پر اِن متاخرین محدثینِ کرام کی مکمل عبارتیں نقل کی ہیں، اور محض اس پر اکتفا نہیں کیا کہ متابعت کی صورت میں متاخرین کے صرف ناموں کو ذکر کر دیا جائے۔

✽...... متکلم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال لکھتے ہوئے اس کا اہتمام کیا گیا ہے کہ حسبِ ضرورت توضیحی عبارتوں سے مفہومِ کلام کو آسان تر بنایا جائے۔

✽...... اگر زیرِ بحث تحقیق مختلف الفاظ سے مروی ہو، تو ان تمام عبارتوں کو لکھا گیا ہے۔

✽...... اردو زبان کا دامن عربی زبان کے مقابلے میں انتہائی تنگ ہے، اس لئے ایسا نہیں کیا گیا کہ عربی عبارتوں کو حذف رکھ کر ان کا صرف ترجمہ کر دیا جائے،

بلکہ اکثر عربی عبارتیں ذکر کر کے ان کا ترجمہ لکھا گیا ہے، اس لئے اہل علم حضرات تو عربی متن کو خصوصیت سے ملحوظ رکھیں، اور ترجمہ میں حتی الامکان محاوراتی ترجمہ کے ساتھ ساتھ عبارت کے الفاظ کی رعایت بھی کی گئی ہے، اور اگر کہیں عربی عبارت میں کوئی لفظ پیچیدہ تھا، تو "لِسان العرب" یا "النِہایۃ في غریب الأثر" کے محاورات کی روشنی میں اردو میں اس لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

❁......بعض مقامات پر طویل احادیث کا پورا متن نہیں لکھا گیا بلکہ اس کا خلاصہ لکھا گیا ہے، البتہ حسب موقع اِن طویل احادیث میں بھی عربی متن لاتے رہے ہیں۔

❁......بعض اوقات ایک روایت میں مروّجہ مضمون اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہوتا ہے، جس کی تلافی دیگر متعلقہ مفصل روایات سے کی جاتی ہے۔

❁......اصطلاحی الفاظ ایک خاص پسِ منظر رکھتے ہیں؛ اس لئے ان کو ترجمہ میں ڈھالنے کے بجائے بعینہ لکھا جاتا ہے، خصوصاً ائمہ کرام کے اَقوالِ جرح وتعدیل اکثر اصطلاحی ہوتے ہیں (جو بظاہر غیر اصطلاحی معلوم ہوتے ہیں) جو در اصل متکلم فیہ راوی کے ایک خاص فنی مقام کی طرف مشیر ہوتے ہیں، جسے اَصحابِ فن بخوبی جانتے ہیں، اِن الفاظ کا اردو یا کسی بھی زبان میں ترجمہ کرنا ایک سنگین غلطی ہے؛ اس لئے ایسے الفاظ کے بعد قوسین میں ''کلمۂ جرح'' اور ''کلمۂ تعدیل'' کے الفاظ لکھے گئے ہیں، اور حسبِ ضرورت ائمہ کے اقوال کا عام فہم خلاصہ بھی لکھا گیا ہے تاکہ نتائج سمجھنے میں آسانی ہو، البتہ جہاں اِن اقوال میں ایسی فنی پیچیدگی نہ تھی، وہاں اِن اقوال کا ترجمہ بھی کیا گیا ہے، لیکن یہ ترجمہ بھی محض تسہیلِ فہم کے لئے ہے، اسے تعریف نہ سمجھا جائے۔

❁......اردو عبارتوں میں بھی عمومی طور پر مشکل الفاظ کا آسان ترجمہ قوسین میں لکھا گیا ہے۔

❊......بعض اوقات ایک حدیث ضمناً مذکور ہوتی ہے، جس کی مختصر تخریج حسبِ ضرورت لکھی جاتی ہے۔

❊......اسی طرح بعض اوقات ایک ایسی ساقط الاعتبار روایت کو بھی ضمناً نقل کر دیا جاتا ہے، جو اگرچہ تحقیق کا موضوع نہیں ہوتی، لیکن زیرِ بحث روایت کے موضوع پر مشتمل ہوتی ہے۔

❊......اگر زیرِ بحث ساقط الاعتبار روایت کے مضمون پر مشتمل معتبر روایت موجود ہو، تو بعض اوقات حسبِ موقع ان معتبر روایتوں کو بھی لکھا جاتا ہے۔

❊......حسب ضرورت سند میں مذکور راویوں کی تصحیف (تبدیلی) اور سَقطات (سند میں رُواۃ یا دیگر الفاظ کا حذف) کی تعیین بھی کی گئی ہے۔

❊......آپ مختلف مقامات پر (......) کا مشاہدہ کریں گے، یہ خاص علامت حسبِ مقام مختلف مقاصد کے لئے استعمال کی گئی ہے، جیسے:

۱-عبارت کے شروع اس علامت کا یہ مطلب ہوگا کہ یہ کلام ماقبل بحث سے منسلک ہے، اور یہاں یہ عبارت حسبِ ضرورت نقل کی گئی ہے۔

۲-عبارت کے اختتام پر اس علامت سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ ابھی عبارت مزید باقی ہے، لیکن ہم نے صرف موضوع سے متعلقہ عبارت نقل کی ہے۔

۳-بعض اوقات متعلقہ مضمون ایک لمبی عبارت میں منتشر ہوتا ہے؛ اس لئے اس مکمل عبارت کو لکھنے کے بجائے صرف متعلقہ عبارت نقل کی جاتی ہے اور زائد عبارت حذف کر کے یہ علامتِ حذف (......) ذکر کر دی جاتی ہے۔

۴-البتہ بعض مقامات پر حذف کی یہ علامت صاحبِ کتاب کی جانب سے ہوتی ہے؛ اس لئے التباس سے بچنے کے لئے عربی عبارت دیکھ لینی چاہیے؛ تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ حذف صاحبِ کتاب کی جانب سے ہے، یا محقق نے حسبِ ضرورت یہاں عبارت حذف کی ہے۔

❊......اِس کا اہتمام کیا گیا ہے کہ جن کتابوں کی عبارتیں نقل کی جائیں ان میں کسی قسم کی تبدیلی ہرگز نہ کی جائے، اگرچہ اس عبارت کا اُسلوب تحریر مروّجہ اسلوب کے موافق نہ ہو، اور اگر کہیں کسی تصحیف (تبدیلی) وغیرہ کی نشاندہی مطلوب ہو، تو اصل عبارت کو بعینہ نقل کر کے تصحیف وغیرہ کی وضاحت کردی جاتی ہے۔

❊......حسبِ ضرورت محدثینِ کرام اور روایانِ حدیث کے ناموں میں صحیح تلفظ کے لئے اعراب لگائیں گئے ہیں۔

❊......مذکورہ نِکات سے واضح ہوگیا ہوگا کہ ہر تحقیق میں تسہیل وتفہیم کی خاص رعایت کی گئی ہے، جس کا لازمی نتیجہ طوالتِ تحقیق ہے، اسی مقصود کے پیشِ نظر تمام تحقیقات میں طوالت کا تحمل کیا گیا ہے۔

آخر میں جامعہ فاروقیہ کے منتظمین، بالخصوص استادِ محترم مولانا محمد انور صاحب، مولانا نورالبشر صاحب، اور مولانا ساجد احمد صدوی صاحب کا شکر گذار ہوں، جن کی قدم بقدم رہنمائی سے یہ تحقیق پایۂ تکمیل تک پہنچی، جزاهم الله في الدارين أحسن الجزاء۔

راقم الحروف

طارق امیر خان

متخصص فی علوم الحدیث

جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل ٹاؤن کراچی

sarwarshoukat4350@gmail.com

رابطہ نمبر: 0342-3210056

شرائطِ ثلاثہ کا تاریخی وعملی پس منظر

جمہور علماء کے نزدیک، فضائل کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، البتہ اس جوازِ عمل کے لئے تین بنیادی شرائط ہیں، جن کو حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "القَولُ البَدِیع" [1] میں ذکر کیا ہے، موصوف فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے کئی دفعہ سنا ہے- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنی تحریر سے یہ شرائط لکھ کر بھی دیں- ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضُعف شدید نہ ہو؛ لہذا اس شرط سے وہ کذّابین، متہمین اور فاحش الغلط راویانِ حدیث نکل گئے، جو نقلِ روایت میں تنہا ہوں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ روایت، دین کے اصلِ عام کے تحت داخل ہو، اس شرط سے وہ روایتیں نکل گئیں، جو گھڑی گئی ہوں، اس طور پر کہ اس کی کوئی اصل نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرتے وقت ثبوتِ حدیث کا اعتقاد نہ ہو، تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو"۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ آخری دو شرطیں، ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ اور ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں، اور شرطِ اول پر علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔

ذیل میں ہم شرائطِ ثلاثہ کا فنی جائزہ پیش کریں گے:

شرطِ اول کا جائزہ:

---

[1] القول البدیع: خاتمة، ٤٩٦، ت: الشیخ محمد عوامه، دار الیسر- المدینة المنورة، الطبعة الثانیة ١٤٢٨ھ.

وضاحت:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرطِ اول کے عنوان سے چند راویوں کی جانب اشارہ کیا ہے، ان راویوں کی روایت فضائل میں بھی بیان نہیں کر سکتے، درحقیقت شرطِ اوّل میں ان راویوں کو ذکر کر کے حدیث کی ترتیب وار تین خاص انواع کی جانب اشارہ ہے:

(۱) موضوع

(۲) متروک

(۳) منکر

کذابین سے ''موضوع'' روایت کی جانب اشارہ ہے۔

متہمین سے ''متروک'' روایت کی جانب اشارہ ہے۔

اور فاحشُ الغلط سے ''منکر'' روایت کی جانب اشارہ ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل عبارت سے آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہو جائیں گے۔

''متہم بالکذب راوی کا تنہا روایت کرنا اس روایت کو موضوع کہلانے کے لئے کافی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے متہم کی روایت کو ایک علیحدہ قسم بنایا ہے اور اس کا نام ''متروک'' رکھا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے متروک روایت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ متروک روایت وہ ہے جسے ایک ایسا شخص نقل کرے، جو حدیثِ رسول میں جھوٹ بولنے کے ساتھ متہم ہو، اور وہ روایت صرف اسی شخص سے مروی ہو، نیز یہ روایت شرعی قواعد کے خلاف ہو، اسی طرح اس شخص کی روایت بھی متروک کہلاتی ہے، جو اپنی عام گفتگو میں جھوٹ بولنے میں معروف ہو، البتہ اس شخص سے حدیثِ رسول میں جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو، یہ دوسری قسم شناعت میں کم ہے''۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

”حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے قول متہم بالکذب سے وہ راوی نکل گئے، جو حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے میں معروف ہوں، اور یہ حدیث صرف انہیں سے منقول ہو، ایسی حدیث پر ہم وضع کا حکم لگاتے ہیں، بشرطیکہ قرائن وضع کے مقتضی ہوں، جیسا کہ حافظ علائی ؒ وغیرہ نے اس کی وضاحت کی ہے“۔[1]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی شرائطِ ثلاثہ اور حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے توضیحی کلام سے چند باتیں معلوم ہوتیں ہیں:

اگر کوئی راوی حدیثِ رسول میں جھوٹ بولنے میں معروف ہے اور وہ کوئی روایت تنہا نقل کرے، تو قرائن کی روشنی میں اس روایت کو ”من گھڑت“ کہا جائے گا، اور ظاہر ہے کہ فضائل میں بھی من گھڑت روایت بیان نہیں کی جاسکتی۔

ایک شخص پر حدیثِ رسول میں جھوٹ بولنے کا اتہام ہو، اور وہ شخص دین کے قواعدِ معلومہ کے خلاف کوئی روایت نقل کرے، اور وہ اس روایت کے نقل کرنے میں تنہا ہو، اس صورت میں یہ روایت ”متروک“ کہلاتی ہے، اسے فضائل میں بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر ایک شخص اپنی عام گفتگو میں جھوٹ بولنے میں معروف ہو، البتہ اس کے بارے میں حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو، تو ایسے شخص کی روایت بھی ”متروک“ کہلاتی ہے، جسے فضائل میں بیان کرنا جائز نہیں ہے، البتہ یہ قسم شناعت میں کم ہے۔

یہاں تک کی تصریحات سے آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرط اوّل میں مذکور کذابین اور متہمین سے حدیث کی دو انواع یعنی ”موضوع“ اور

---

[1] تنزيه الشريعة: ۱/ ۱۰، ت: عبد الوهّاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ۔

"متروک" مراد لی ہے، چنانچہ اس قسم کی روایتیں فضائل کے باب میں بیان کرنا جائز نہیں ہے، شرط اول میں مذکور لفظ "فاحش الغلط" سے حدیث کی ایک خاص نوع مراد ہے، اس نوع کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "منکر" کا نام دیا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

"جو شخص فاحش الغلط ہو یا کثرت سے غفلت کا شکار ہو یا اس کا فسق کھلا ہوا ہو، تو ایسے شخص کی حدیث "منکر" کہلاتی ہے"۔[1]

خلاصۂ کلام:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ شرطِ اول میں یہ ذکر کر رہے ہیں کہ فضائل میں تین قسم کی روایات بیان نہیں کر سکتے:

(۱) من گھڑت

(۲) متروک

(۳) منکر

بالفاظِ دیگر ان راویوں کی حدیث فضائل کے باب میں بیان کرنا جائز نہیں ہے:

(۱) جو شخص حدیث رسول ﷺ میں جھوٹ بولنے میں معروف ہو۔

(۲) جو شخص حدیث رسول ﷺ میں جھوٹ بولنے میں متہم ہو اور وہ قواعدِ دینیہ کے خلاف، کوئی روایت تنہا نقل کرے۔

(۳) جو شخص اپنی عام گفتگو میں جھوٹ بولنے میں معروف ہو، اگرچہ اس شخص سے حدیث رسول ﷺ میں جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو۔

(۴) وہ شخص جو نقلِ روایت میں فاحش الغلط ہو، یا کثرت سے غفلت کا شکار ہو، یا کھلے فسق میں مبتلا ہو۔

---

[1] نُزهَة النَظَر في توضيح نُخبَة الفِكَر: المُنكَر، ۱/۱۱۲، ت: عبد الله بن ضيف الله الرحيلي، مطبعة سفير بالرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔

یہ بھی واضح رہے کہ یہ تینوں قسمیں عام محدثین کے نزدیک بھی اسی ترتیب سے مردود ہیں، چنانچہ موضوع روایت تو بالاتفاق مردود ہے، متروک کے ردّ وقبول میں سلفاً وخلفاً اختلاف کی گنجائش نظر آتی ہے، اور منکر میں پھر یہی گنجائش کافی وسعت اختیار کر لیتی ہے، اس امر کی مزید وضاحت آگے آ رہی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرط اوّل کو حافظ علائی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اتفاقی کہا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم تاریخی حیثیت سے یہ جائزہ لیں کہ فضائل کے باب میں محدثین سلف نے شرطِ اول کی کس حد تک رعایت کی ہے۔

شرطِ اول کی عملی حیثیت:

سلف وخلف وضاعین، متہم بالکذب اور فاحش الغلط راویوں سے احتراز کرتے رہے ہیں، یہ امر کسی توضیح کا محتاج نہیں ہے، البتہ ذیل میں اس کی چند مثالیں لکھی جاتی ہیں:

"حافظ احمد ابن سنان رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہتے ہیں: ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کسی شخص کی روایت ترک نہیں کرتے تھے، سوائے متہم بالکذب شخص اور ایسے شخص کی جس میں غلطی کا غلبہ ہو"۔

"علامہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: احادیث لکھی جائیں گی، سوائے چار شخصوں کے:

(۱) روایت میں بہت غلطی کرنے والا شخص، جو غلطی میں مراجعت نہیں کرتا۔

(۲) کذاب۔

(۳) جو شخص بدعتی ہو اور بدعت کی طرف کسی کو دعوت دے۔

(۴) وہ شخص جو حدیث حفظ نہ کرے، اور پھر حفظ سے حدیث بیان کرنا شروع کر دے"۔[۱]

---

[۱] شرح عِلَلِ الترمذي: الغلط الذي يُرَدُّ به الراوي أو يُترك، ۱/۳۹۹، ت: دكتور همام عبد الرحمن سعيد، مكتبة الرشد الرياض، الطبعة ۱۴۲۱ھ.

امام العلل حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرحِ علل الترمذی" میں اس کے لئے باقاعدہ یہ عنوان قائم کیا ہے: "الغَلَطُ الذي يُرَدُّ به الراوي أو يُترَكُ". (یعنی وہ غلطی جس سے راوی مردود یا متروک بن جاتا ہے) اس موضوع کے تحت ان حضرات کے اقوال ہیں:

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ۔[1]

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں بعض ایسی نصوص بھی ملتی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلف بابِ فضائل میں، شرطِ اول میں شامل بعض راویوں کی احادیث قبول کر لیتے ہیں، چنانچہ حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی متہم بالکذب راوی، یا حدیث میں بنا بر غفلت و کثرتِ خطا ضعیف راوی، نقلِ روایت میں متفرد ہو، اور متعلقہ حدیث صرف اسی راوی سے مروی ہو، تو ان راویوں کی حدیث قابلِ احتجاج نہیں رہتی، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس جملے کا مقصد یہ ہے کہ ان راویوں کی روایت شرعی احکام اور عملی امور میں حجت نہیں بن سکتی، البتہ ان میں بعض راویوں کی روایت رقائق اور ترغیب وترھیب میں نقل کی جائے، تو بہت سے ائمہ نے اس کی اجازت بھی دی ہے کہ رقائق وغیرہ میں ضعفا کی روایتیں نقل کی جا سکتی ہیں، ان ائمہ میں امام ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں"۔[2]

حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ، امام العلل حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی قسم کا

---

[1] شرح عِلَلِ الترمذي: الغلط الذي يُرَدُّ به الراوي او يترك، ١/٣٩٩، ت: دكتور همام عبد الرحمٰن سعيد، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة ١٤٢١ه.

[2] شرح عِلَلِ الترمذي: رواية الضعفاء والرواية عنهم، ١/٣٧١، ت: دكتور همام عبد الرحمٰن سعيد، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة ١٤٢١ه.

مضمون نقل کرتے ہیں، موصوف لکھتے ہیں:

''ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول پہلے گذر چکا ہے کہ وہ شخص جو نقل روایت میں کثیر الغفلت ہو، تو ایسے شخص کی روایت احکام کے علاوہ (فضائل، ترغیب وترہیب) میں بیان کرنا جائز ہے، البتہ متہم بالکذب کی روایت صرف بیانِ حال کی صورت میں بیان کی جاسکتی ہے''۔[۱]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے بھی یہی ثابت ہے، آپ لکھتے ہیں:

''اشکال کیا جاتا ہے کہ یہ ائمہ باوجودیکہ جانتے ہیں کہ مغفلین، ضعفا اور متروکین کی احادیث سے احتجاج درست نہیں ہے، پھر بھی اپنی کتب میں ان کی احادیث کو ذکر کرتے ہیں''۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشکال کے چار جوابات دیے ہیں، چوتھے جواب میں آپ لکھتے ہیں:

''یہ محدثین ان راویوں سے ترغیب وترہیب، فضائل اعمال، قصص، زُہد اور مکارم اخلاق پر مشتمل روایات جن کا حلال حرام اور دیگر احکام سے تعلق نہیں ہے نقل کرتے رہتے ہیں اور حدیث کی اس نوع میں محدثین تسامح سے کام لیتے ہیں، اور اس کے بیان وعمل کو جائز سمجھتے ہیں، بشرطیکہ روایت من گھڑت نہ ہو''۔[۲]

علامہ امیر صَنعانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''من گھڑت احادیث کے علاوہ دیگر احادیث مثلاً: واہی احادیث کے

---

[۱] شرح عِلَلِ الترمذي: الرواية عن الضعفاء من اهل التهمة بالكذب والغفلة وكثرة الغفلة، ۱/۳۸۷، ت: دكتور همام عبدالرحمٰن سعيد، مكتبة الرشد۔الرياض، الطبعة ۱۴۲۱ھ.

[۲] شرح النَوَوي على الصحيح لمسلم: الكشف عن معايب رواة الحديث، ۱/۱۲۵، الطبعة المصرية بالأزهر، الطبعة الأولى ۱۳۴۷ھ.

بارے میں ائمہ حدیث نے تساہل، اور ان احادیث کو ان کے ضعف کے اظہار کے بغیر بیان کرنے کو جائز کہا ہے، بشرطیکہ یہ احادیث احکام کے باب سے نہ ہوں"۔ [1]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صَنیع میں اسی امر کا اظہار کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

"حدیث انس رحمۃ اللہ علیہ جو عسقلان کی فضیلت کے بارے میں ہے، یہ حدیث فضائل اعمال میں ہے، اور اس میں رِباط فی سبیل اللہ پر ابھارا گیا ہے، اور حدیث کا مفہوم شرعاً و عقلاً محال بھی نہیں ہے، اور حدیث کو صرف اس وجہ سے باطل کہنا کہ یہ ابو عقال کی روایت میں سے ہے، قرینِ قیاس نہیں ہے، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا احکام کے علاوہ، فضائل کی روایات میں تسامح کرنا تو معروف ہے"۔ [2]

حالانکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "تقریب التھذیب" میں مذکورہ حدیث عسقلان کی سند میں موجود راوی "أبو عقال ھلال بن زید" کو "متروک" کہا ہے۔ [3]

نتیجہ:

ان نصوص سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ائمہ حدیث فضائل کے باب میں بعض ایسے راویوں کی روایت کو قبول فرما لیتے ہیں، جن کا ذکر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرطِ اول میں کیا ہے، بشرطیکہ وہ روایت احکام کے باب میں نہ ہو، بلکہ فضائل کے باب میں سے ہو۔

---

[1] توضیح الأفکار: ۲/۸۲، ت: صلاح بن محمد بن عویضة، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۷ھ.

[2] القول المُسَدَّد: الحدیث الثامن، ۱/۲۷، مکتبة ابن تیمیة-القاهرة، الطبعة الأولی ۱۴۰۱ھ.

[3] تقریب التهذیب: ص: ۵۷۵، رقم: ۷۳۳۶، ت: شیخ محمد عوّامة، دار الرشید- سؤریا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ.

شرطِ ثانی کی وضاحت:

شرطِ ثانی میں کہا گیا تھا کہ روایت دین کے اصلِ عام کے تحت ہو، اس شرط سے گھڑی گئی بے اصل روایتیں نکل گئیں، اصل عام کی وضاحت کے لئے حافظ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر انتہائی اہمیت کی حامل ہے:

''ہم نے جہاں کہیں حدیثِ ضعیف کے بارے میں یہ کہا ہے کہ حدیثِ ضعیف میں اس بات کا احتمال ہے کہ اس پر اصلِ عام کے تحت ہونے کی وجہ سے عمل کیا جائے، تو اس عمل کی شرط یہ ہے کہ ان عمومات سے اخص کوئی ایسی دلیل اس روایت کے مقابلہ میں نہ ہو، جس میں اس سے منع کیا گیا ہو، مثلاً: رجب کی پہلی شب جمعہ میں مذکورہ نماز (بعض نوافل مراد ہے) کسی صحیح یا حسن حدیث سے ثابت نہیں ہے، سو جو شخص ان عمومات کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے جو نماز اور تسبیحات کے بارے میں وارد ہوئی ہے، اس حدیث پر عمل کرنا چاہے گا تو یہ فعل درست نہیں ہے، کیونکہ صحیح روایت میں آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ جمعہ کی شب کو قیام کے لیے خاص کر دیا جائے، اور یہ حدیثِ صحیح اخص ہے ان عمومات کے مقابلے میں جو مطلق نماز کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں''۔[1]

سابقہ نصوص سے اصلِ عام کی وضاحت ہوگئی، مثلاً: ایک شخص حدیث ضعیف کے بیان کے مطابق کسی وقتِ خاص اور ہیئتِ خاص کے ساتھ نماز ادا کرنا چاہے، تو وہ مشہور احادیث جن میں نماز اور تسبیح کی فضیلت وارد ہوئی ہے، اس خاص نماز کے لئے اصل عام کہلائے گی، اسی مثال سے اصلِ عام کی دیگر مثالیں بسہولت جانی جاسکتی

[1] إحكام الأحكام: باب فضل الجماعة ووجوبها، ۱/۱۲۲، ت:شيخ مصطفى، مؤسسة الرسالة ـ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۶ھ۔

ہیں، البتہ ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ اصل عام اس شرط کے ساتھ ہے مشروط ہے کہ کسی مقابل روایت سے معارض نہ ہو۔

شرطِ ثالث کی وضاحت:

شرطِ ثالث میں کہا گیا تھا حدیثِ ضعیف پر عمل کے وقت ثبوت کا اعتقاد نہ ہو، تا کہ آپ ﷺ کی جانب ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ نے نہ فرمائی ہو۔

شرطِ ثالث کی تاریخی حیثیت:

یہ وضاحت تو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بھی فرما چکے ہیں کہ شرطِ ثالث (اور اسی طرح شرطِ ثانی) حافظ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمائی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت اس شرط کو ضروری نہیں سمجھتی، چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی لوگوں میں ہیں جو اسے شرط قرار نہیں دیتے، کیونکہ آپ ''الاذکار'' میں جا بجا یہ لکھتے ہیں کہ ''فضائلِ اعمال میں حدیثِ ضعیف پر عمل مستحب ہے'' انتہی، اور کسی عمل کا مستحب ہونا اس عمل کے آپ ﷺ سے ثبوت یا احتمالِ ثبوت اور پسندیدگی کی خبر دیتا ہے، معلوم ہوا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرطِ ثالث قطعاً ضروری نہیں، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام عبد الرحمن ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثین نے فضائل کے باب میں حدیثِ ضعیف کے لئے صرف یہ شرط لگائی ہے کہ وہ موضوع نہ ہو، شرطِ ثانی وثالث کا تذکرہ ان علماء کرام نے نہیں کیا، اور بعض دیگر قوی قرائن سے یہی امر مؤکد ہوتا ہے کہ سلف وخلف عام طور پر شرطِ ثانی وثالث کو بابِ فضائل میں قبولیت کے لئے قید قرار نہیں دیتے، کیونکہ محدثین کی ایک جم غفیر نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ حدیثِ ضعیف بیان کرتے وقت اس کے ضعف کی

صراحت کرنا ضروری نہیں ہے، چند محدثین کے نام یہ ہیں: علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن وزیر یمانی رحمۃ اللہ علیہ، امام نوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

ان تمام محدثین کا بیانِ ضعف کو ضروری نہ سمجھنا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حدیث ضعیف میں عدمِ ثبوت کا اعتقاد شرط نہیں ہے؛ کیونکہ جب عامۃ الناس سامعین کو یہ معلوم ہی نہ ہوگا کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو وہ احادیث میں ہرگز یہ امتیاز نہیں کرسکیں گے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کے ثبوت کا اعتقاد نہیں کرنا چاہیے، اور یہ روایت غیر ضعیف اور قابلِ اعتقاد ہے، اور اس عدم اعتقاد کو ان محدثین نے ہرگز مضر نہیں سمجھا؛ کیونکہ وہ اس امر کی صراحت کرچکے ہیں کہ بیانِ ضعف ضروری ہی نہیں۔

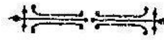
نتیجہ کلام:

ان تمام دستاویزات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ بابِ فضائل میں اگرچہ حافظ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے شرطِ ثانی وثالث کو نقل کیا ہے، لیکن عام طور پر متقدمین ومتاخرین نے اسے شرط قرار نہیں دیا، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرائطِ ثلاثہ کے آخر میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ شرطِ اول اگرچہ بقول علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ اتفاقی ہے، لیکن شرطِ ثانی وثالث کے قائلین میں صرف حافظ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کا نام ذکر کیا ہے، واللہ اعلم۔

اس تمام تفصیل کے بعد اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہمارا مقصد صرف اس بات کا اظہار ہے کہ "شرائط ثلاثہ" کی تاریخی حیثیت واضح ہوجائے، بالفاظِ دیگر احقر کے سامنے اب تک سلف وخلف کی وہ عبارات جن کا تعلق ان شرائط ثلاثہ کے

اثبات وعدم اثبات سے ہے، وہ سب قارئین کرام کے سامنے پیش کردی جائے، ان میں کسی ایک جانب کی ترجیح ہمارا موضوع نہیں ہے۔

رہی بات ہماری مذکورہ ''تحقیقات'' کی، سو اس کا معاملہ ''اقوال سلف بر روایت'' کی جمع وتالیف سے ہے، اور ظاہر ہے یہ امر ''شرائط ثلاثہ'' سے ہٹ کر روایات کے بارے میں سلف کے ''تعامل'' اور ''اجراء'' سے متعلق ہے، ان میں بعض مقامات پر استیناساً شرائط ثلاثہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے، اور ''بناءِ تحقیق'' سلف سے ''منقول ارشادات برروایات'' ہیں۔



روایت نمبر: ①

روایت: ماں کی نافرمانی پر بیٹے کی حالتِ نزع میں کلمہ سے محرومی۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔

سُنَن کا ایک بڑا ذخیرہ، سقیم سندوں کی شکل میں محفوظ ہے، ان سقیم روایتوں کے لئے محدثین کرام نے ایسے فنی اصول وضع کیے ہیں، جن کی روشنی میں ان احادیث کو اُن کا فنی مقام دیا جاتا ہے، چنانچہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، اور اس جوازِ عمل کے لئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تین بنیادی شرائط ذکر کی ہیں، جن کو حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "القولُ البَدِیع" میں ذکر کیا ہے، موصوف فرماتے ہیں:

"سمعتُ شيخَنا ابن حجر أي العسقلاني المصري مِرَاراً۔ وكَتَبَه لي بخطِّه۔ يقول: شَرطُ العَمَلِ بالحديث الضعيف ثلاثةٌ: الأوّل مُتّفَقٌ عليه، وهوأنْ يكونَ الضعفُ غيرَ شديد، فيَخْرُجُ مَن انْفَرَدَ مِنَ الكَذّابِين والمُتّهَمِين ومَنْ فَحُشَ غَلَطُه، والثاني: أن يكونَ مُندَرِجاً تحتَ أصل عامٍ، فيخرج ما يُختَرَعُ بحيث لا يكون له أصلٌ أصلاً، والثالث: أن لا يُعْتَقَدَ عند العَمَلِ به ثبوتُه، لئلا يُنْسَب إلى النبي ﷺ مالم يَقُلْه، قال: والأخيرانِ عن ابن السلام وابن دَقِيقِ العيد، والأوّلُ نَقَلَ العلائي الاتّفاقَ عليه"۔ [1]

میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے کئی دفعہ سنا ہے- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بذاتِ خود یہ شرائط لکھ کر بھی دیں- کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضُعف شدید نہ ہو، لہذا اس شرط سے وہ کذّابین، متّہمین اور فاحش الغلط رُوات نکل گئے، جو

[1] القول البديع: خاتمة، ۴۹۶، ت: محمد عوّامة، دار اليسر۔ المدينة منورة، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

نقلِ روایت میں منفرد (تنہا) ہوں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ روایت دین کے اصلِ عام کے تحت داخل ہو، اس شرط سے وہ روایتیں نکل گئیں، جو گھڑی گئی ہوں اس طور پر کہ ان کی کوئی اصل نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرتے وقت ثبوتِ حدیث کا اعتقاد نہ ہو، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ آخری دو شرطیں، ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ اور ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں، اور شرط اوّل پر علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ نے علما کا اتفاق نقل کیا ہے۔

اس دینی انحطاط کے دور میں ان شرائط کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ محدثینِ کرام کے اسی منہج کے پیشِ نظر ذیل میں ایک ایسی حدیث کی فنی تحقیق ذکر کی جائے گی، جس میں مذکورہ شرائط میں سے شرط اوّل (روایت کا ضعفِ شدید سے خالی ہونا) مفقود ہے، جس کا مقتضی یہ تھا کہ اسے فضائل کے باب میں بھی بیان کرنے سے احتراز کیا جاتا، لیکن اس کے باوجود یہ روایت زبان زدِ عام ہے۔

عنوانِ روایت:

ماں کی نافرمانی پر بیٹے کی حالتِ نزع میں کلمہ سے محرومی۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

روایت کی تحقیق پانچ اَجزاء پر مشتمل ہے:

۱- روایت اور اس کے مصادرِ اصلیہ

۲- روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳- متکلم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ کے اقوال اور روایت کا فنی حکم

۴- روایت کا شاہد اور اس کا فنی حکم

۵-مکمل تحقیق کا حاصل اور روایت کا فنی حکم

روایت اور اس کے مصادرِ اصلیہ:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ابو عبدالرحمن عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ "مسند أحمد"[1] میں لکھتے ہیں:

"وكان في كتاب أبي: حدّثنا يزيد بن هارون، أخبرنا فائد بن عبد الرحمن، قال: سمعتُ عبدالله بن أبي أوفى، قال: جاء رجلٌ إلى رسول الله ﷺ فقال: يا رسولَ الله! إنّ ههنا غلاماً قد احتُضِرَ يقالُ له: قل: لا إله إلّا الله، فلا يَستَطِيعُ أنْ يقولَها، فقال ﷺ: أليس كان يَقُولُها في حياته؟ قال: بلى، قال: فما مَنَعَه منها عند موته؟... [كذا في نسخة مسند أحمد] فذَكَرَ الحديثَ بطُولِه. فلم يُحَدِّثْ أبي بهذين الحَدِيثَين، ضَرَبَ عليهما مِنْ كِتَابِه؛ لأنَّه لم يَرْضَ حديث فائدِ بن عبدالرحمن، وكان عنده متروكَ الحديث".

ترجمہ: ابو عبدالرحمن عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد (امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ) کی کتاب میں یہ روایت تھی: یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ مجھے فائد بن عبد الرحمن نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہاں ایک لڑکا ہے، جس کی موت کا وقت قریب ہے، جب اسے کہا جاتا ہے کہ "لا إله إلّا الله" کہو، تو وہ یہ کلمہ نہیں کہہ پاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا وہ اپنی (سابقہ) زندگی میں یہ کلمہ نہیں کہا کرتا تھا؟ تو اس شخص نے عرض کیا: کیوں نہیں (یعنی زندگی میں تو وہ پڑھتا تھا)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر موت کے وقت کیا چیز

---

[1] مسند أحمد: ۶/ ۵۶۴، رقم: ۱۹۶۳۱، عالم الکتب-بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔

اس کلمہ کو کہنے سے رکاوٹ بنی ہوئی ہے؟...... [مسند احمد کے نسخے میں اسی طرح حذف کا نشان ہے] پھر راوی نے مفصّل روایت ذکر کی۔

(عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) پھر میرے والد (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ دونوں اَحادیث [ایک تو یہی زیرِ تحقیق روایت ہے، اور دوسری روایت اس کے علاوہ ہے] بیان نہیں کی، اور ان دونوں احادیث کو اپنی کتاب میں ذکر کرنے سے رک گئے تھے؛ کیونکہ وہ فائد بن عبدالرحمن [جو اِن دونوں روایتوں کی سند میں ہے] کی حدیث سے راضی نہیں تھے، اور فائد بن عبدالرحمن، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "متروک" (شدید کلمہ جرح) تھا۔

مسند احمد کی عبارت یہاں مکمل ہوگئی۔

روایت کا بقیہ مضمون:

آپ دیکھ چکے کہ "مسند أحمد" میں تو یہ روایت اختصار سے ذکر کی گئی ہے، البتہ "شعب الإیمان" میں اس کے بعد پھر یہ اضافہ ہے کہ اس نوجوان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر بتایا کہ میں والدہ کی نافرمانی کی وجہ سے کلمہ نہیں پڑھ سکتا...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان کی والدہ سے کہا کہ اگر آگ جلا کر اس نوجوان کو اس میں ڈالا جائے تو کیا تم سفارش کروگی؟ وہ عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا سمجھ گئی اور اپنے بیٹے سے رضامندی کا اظہار کرلیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کلمہ کی تلقین کی تو اس نے کلمہ پڑھ لیا اور اس کی روح پرواز کرگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الحمدُ اللہ الذي أنقذَہ مِنَ النَار".

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہے جس نے اسے جہنم سے بچالیا۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

دورانِ تحقیق حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا نام کثرت سے آئے گا، اس

لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آپ رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف لکھا جائے۔

حافظ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ "أسد الغابة" [1] میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی اسلمی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ، خیبر اور بعد کے غزوات میں شریک رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک آپ رضی اللہ عنہ مدینہ میں رہے، پھر کوفہ منتقل ہوگئے، اور کوفہ میں رہنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے آخری صحابی آپ رضی اللہ عنہ ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۸۶ھ کوفہ میں ہوا ہے۔

روایت کے دیگر مصادرِ اصلیہ:

یہ روایت اسی سند کے ساتھ اِن کتب میں بھی ہے:

"شعب الإيمان للبيهقي رحمه الله" [2]

"الضعفاء الكبير للعُقيلي رحمه الله" [3]

"دلائل النبوة للبيهقي رحمه الله" [4]

"المجالسة وجواهر العلم لأبي بكر أحمد بن مروان بن محمد الدينوري المالكي رحمه الله" [5]

"تاريخ دِمشق لابن عساكر رحمه الله" [6]

---

[1] أسد الغابة: عبد الله بن أبي أوفى، باب العين والباء، ۳/ ۱۸۱، رقم: ۲۸۳۰، الشيخ علي محمد المعوض والشيخ أحمد الموجود، دار الكتب العلمية-بيروت.

[2] شعب الإيمان: ۱۰/ ۲۹۰، رقم: ۷۵۰۷، ت: مختار أحمد الندوي، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

[3] الضعفاء الكبير: فائد بن عبد الرحمن ۳/ ۴۳۰، رقم: ۱۵۱۶، ت: الدكتور عبد المعطي، دار الكتب العلمية-بيروت.

[4] دلائل النبوة: باب ما جاء في الشاب الذي... ۶/ ۲۰۵، ت: الدكتور عبد المعطي، دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة الأولى، ۱۴۰۸ھ.

[5] المجالسة وجواهر العلم: ۲/ ۳۴۷، رقم: ۵۱۶، أبو عبيدة مشهور بن حسن، دار ابن حزم-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ.

[6] تاريخ دمشق: إبراهيم بن عبد الله بن الجنيد... ۷/ ۵، ت: محب الدين أبو سعيد، دار الفكر-بيروت، ۱۴۱۵ھ.

"التدوين في تاريخ قزوين لعبد الكريم بن محمد القزويني رحمه الله" [1]

"مساوئ الأخلاق للخرائطي رحمه الله". [2]

یہ تمام سندیں، زیرِ بحث سند میں مذکور راوی فائد بن عبد الرحمن پر آکر مشترک ہو جاتی ہیں۔

روایت پر ائمہ کا کلام:

زیر بحث روایت کو مختلف محدثینِ کرام نے اپنی کتب میں ذکر کرنے کے بعد روایت اور اس کی سند پر کلام کیا ہے، ذیل میں ان ائمہ حدیث کی عبارتیں اور آخر میں ان کا خلاصہ بھی لکھا جائے گا۔

۱-امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابوعبد الرحمن عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تخریجِ روایت کے بعد فرماتے ہیں:

"وكان في كتاب أبي... فلم يُحدِّث أبي بهذين الحديثين، ضَرَبَ عليهما مِنْ كِتَابِه، لأنّه لم يَرْضَ حديثَ فائدِ بن عبدالرحمن، وكان عنده متروكَ الحديث". [3]

ترجمہ: میرے والد کی کتاب میں یہ حدیث تھی...... پھر میرے والد (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ دونوں احادیث بیان نہیں کی، اور ان دونوں احادیث کو اپنی کتاب میں ذکر کرنے سے رُک گئے تھے؛ کیونکہ وہ فائد بن عبد الرحمن (جو ان دونوں روایتوں کی سند میں ہے) کی حدیث سے راضی نہیں تھے، اور فائد بن عبد الرحمن، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "متروک" (شدید جرح) تھا۔

---

[1] التدوين في تاريخ قزوين: باب التاء، ۲/۳۶۹، ت: عزيز الله العطاري، دار الكتب العلمية-بيروت.

[2] مساوئ الأخلاق: باب ماجاء في عقوق الوالدين، ۱۲۰، رقم: ۲۵۱، ت: مصطفى بن أبو النصر، مكتبة السوادي-جدة، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ.

[3] مسند أحمد: ۲/۵۶۴، رقم: ۱۹۶۳۱، عالم الكتب-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ.

اہم فائدہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طرز ہے کہ حدیث کی شدید نکارت واضح ہونے کے بعد، روایت کو اپنی مسند وغیرہ میں ذکر کرنے سے رک جاتے ہیں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اس صنیع کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "النکت علی کتاب ابن الصلاح" میں ایک دوسری حدیث پر کلام کرتے ہوئے ان الفاظ سے بیان کیا ہے: "ولعله مما أمر بالضرب عليه، لأنّ عادته في الأحاديث التي تكون شديدة النكارة يأمر بالضرب عليها من المسند وغيره". (۱۵۹، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثالثة)

۲-حافظ عُقیلی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ عُقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت فائد بن عبدالرحمن کے ترجمے میں ذکر کی ہے، روایت کے بعد لکھتے ہیں:

"ولا يُتابِعُه [فائد] إلّا مَنْ هو نحوه". [1]

فائد کی متابعت اُن جیسے لوگ ہی کرتے ہیں۔

۳-امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ تخریجِ روایت کے بعد لکھتے ہیں:

"تفرّدَ به فائدُ بن عبدالرحمن أبو الورقاء، وليس بالقويّ، والله أعلم". [2]

فائد بن عبدالرحمن اس روایت کو نقل کرنے میں متفرد (تنہا) ہے اور وہ "قوی" نہیں ہے۔

ایک تعارض کی وضاحت:

واضح رہے کہ حافظ عُقیلی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا

---

[1] الضعفاء الكبير: فائد بن عبدالرحمن، ۳/۴۶۰، رقم: ۱۵۱۶، ت: د۔ عبدالمعطي، دار الكتب العلمية-بيروت.

[2] شعب الإيمان: ۱۰/۲۹۰، رقم: ۷۵۰۸، ت: مختار أحمد الندوي، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

ہے، کیونکہ حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ فائد کی متابعت اس روایت میں اُن جیسے راوی نے کی ہے، یعنی فائد کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے بھی یہ روایت فائد کے شیخ (سند میں مذکور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ) سے نقل کی ہے، جبکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فائد کے علاوہ کسی اور نے یہ روایت نقل نہیں کی ہے، بہرحال یہاں دو احتمال ہیں:

۱- ممکن ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فائد کی متابعت سے واقف ہوں، لیکن متابعت کرنے والا راوی ساقط الاعتبار ہو؛ اس لئے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس متابعت کا اعتبار نہیں کیا، اور فائد کو اس روایت میں متفرد (تنہا) قرار دے دیا۔

۲- یہ امکان بھی ہے کہ حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ (فائد کی متابعت اُن جیسے لوگ کرتے ہیں) فائد کی جرح پر محمول ہو، اور اس میں متابعت سے متابعت اصطلاحی مراد نہ ہو، اب اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ فائد کی متابعت اُن جیسا شخص ہی کرے گا، چنانچہ اس احتمال کو اختیار کرنے کے بعد حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

البتہ یہ بات واضح رہے کہ تلاش بسیار کے باوجود بندہ کو فائد بن عبدالرحمن کا متابع نہیں مل سکا، نیز اس روایت کا ایک ناقص شاہد موجود ہے، جس کا ذکر عنقریب آئے گا۔

۴- حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الموضوعات"[۱] میں لکھتے ہیں:

"هذا حديثٌ لا يَصِحُّ عن رسول الله ﷺ، وفي طريقه فائد، قال: أحمد بن حنبل: فائدٌ متروكُ الحديث، وقال يحيى: ليس بشيءٍ، وقال ابن حِبّان: لا يجوز الاحتِجَاج به، وقال العُقيلي: لا يُتَابِعُه على هذا الحديث إلاّ مَنْ هو مِثْلُه، وفي الإسناد داود بن إبراهيم، قال أبو حاتم الرازي: كان يَكْذِبُ".

---

[۱] الموضوعات: باب تاثير عقوق الأم، ۳/ ۸۷، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة.

یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے نقل کرنا "صحیح" نہیں ہے؛ کیونکہ اس کی سند میں فائد ہے، جس کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے "متروک الحدیث" (کلمہ جرح) اور یحیی رحمۃ اللہ علیہ نے "لیس بشیئ" (کلمہ جرح) کہا ہے، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فائد کے ذریعے احتجاج درست نہیں ہے، عُقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں فائد بن عبدالرحمن کی متابعت ان جیسے ہی دوسرے راوی کرتے ہیں، (علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں) اور اس حدیث کی سند میں داؤد بن ابراہیم ہے، جن کے بارے میں ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔

ایک اہم وضاحت:

واضح رہے کہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے سند کے دو راویوں کو کلام کا موضوع بنایا ہے: فائد بن عبدالرحمن اور داؤد بن ابراہیم۔ عنقریب ذکر کیا جائے گا کہ اس سند میں داؤد کی متابعت، فضیل بن عبدالوہاب نے کی ہے (یعنی فضیل بن عبدالوہاب نے بھی یہ روایت نقل کی ہے) اور فضیل بن عبدالوہاب سکری کوفی کو امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ کہا ہے؛ لہذا اس سند میں داؤد کا موجود ہونا متنِ حدیث کے لئے مضر نہیں ہے، البتہ دوسرا راوی فائد بن عبد الرحمٰن محدثین کرام کے نزدیک مجروح ہے۔ محدثین کرام کے نزدیک فائد بن عبدالرحمن متروک راوی ہے، جو تمام سندوں میں موجود ہے، فائد کے بارے میں ائمہ کے تفصیلی اقوال عنقریب آئیں گے۔

۵- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخیص کتاب الموضوعات" [1] میں رقم طراز ہیں:

"رواه داود بن إبراهيم۔ كذّاب۔ ثنا جعفر بن سليمان، ثنا (فائد) العطار، عن ابن أبي أوفى"۔

---

[1] تلخيص كتاب الموضوعات: ۲۸۰، رقم: ۵۷۷، عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة ۱۳۸۶ھ.

اس حدیث کو داؤد بن ابراہیم کذاب نے نقل کیا ہے......“۔

ماقبل میں گذر چکا ہے کہ داؤد کی متابعت، فضیل بن عبدالوہاب نے کی ہے (یعنی فضیل بن عبدالوہاب نے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور فضیل بن عبدالوھاب ثقہ ہیں) اس لئے اس سند میں داؤد بن ابراہیم کا ہونا متنِ حدیث کے لئے مضر نہیں ہے۔

۶- حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ مُنذِری رحمۃ اللہ علیہ ”الترغیب والترھیب“[1] میں صیغہ مجہول سے روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”رواه الطَبَراني وأحمد مختصراً“.

اس روایت کو طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مختصراً تخریج کیا ہے۔

ایک اہم تنبیہ:

واضح رہے کہ حافظ مُنذِری رحمۃ اللہ علیہ ”الترغیب والترھیب“ میں صیغۂ مجہول سے جن احادیث کو ذکر کرتے ہیں، وہ ضعف کی دونوں قسموں پر مشتمل ہوسکتی ہیں (یعنی ضعفِ خفیف اور ضعفِ شدید)، حافظ مُنذِری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طریقۂ کار کو ”الترغیب والترھیب“ کے مقدمہ میں وضاحت سے لکھا ہے۔

۷- حافظ نورالدین ہَیثَمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ہَیثَمی رحمۃ اللہ علیہ ”مجمع الزوائد“[2] میں لکھتے ہیں:

”رواه الطَبَراني وأحمد باختصار كثير، وفيه: فائد أبو الورقاء، وهو متروك“.

اس روایت کو طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی اختصار کے ساتھ تخریج کیا ہے اور اس میں فائد ابوالورقاء ہے، جو کہ ”متروک“ (شدید جرح) ہے۔

---

[1] الترغيب والترهيب: كتاب البر والصلة، ۴۸۰، رقم: ۳۶۹۶، دار ابن حزم، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ.

[2] مجمع الزوائد: كتاب البر والصلة، باب ما جاء في عقوق...، ۸/ ۲۷۰، رقم: ۱۳۴۳۳، ت: الشيخ عبد الله الدرويش، دار الفكر- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ.

٨-علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ "إتحاف الخِيَرة المَهَرة"[1] میں لکھتے ہیں:

"رواه أحمد بن منيع، والطَبَراني واللفظ له، وعبدالله بن أحمد بن حنبل، وقال: لم يُحَدِّث أبي بهذا الحديث، ضَرَبَ عليه مِنْ كِتَابه، لأنَّه لَمْ يَرْضَ حديثَ فائِدِ بن عبدالرحمن، وكان عنده متروكَ الحديث".

اس روایت کو احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ اور طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے اور الفاظِ حدیث طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ اور عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے یہ حدیث بیان نہیں کی، وہ اس حدیث کو اپنی کتاب میں ذکر کرنے سے رک گئے تھے، کیونکہ وہ فائد بن عبدالرحمن کی حدیث سے راضی نہیں تھے، اور فائد ان کے نزدیک "متروک الحدیث" (شدید جرح) تھا۔

٩-امام شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة"[2] میں رقم طراز ہیں:

"...رواه العُقَيلي عن عبدالله بن أبي أوفى مرفوعاً، وفي إسناده متروك كذَّاب، وله طرق أخرى".

"...... عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کی ہے اور اس کی سند میں متروک کذّاب راوی ہے، اور اس کے دیگر طرق (سندیں) بھی ہیں۔

---

[1] إتحاف الخِيَرة المَهَرة: كتاب ٥/ ٤٧٦، رقم: ٥٠٣٩، ت: أبوتميم ياسر، دار الوطن للنشر- الرياض، الطبعة ١٤٢٠هـ.

[2] الفوائد المجموعة: كتاب الأدب الزهد... ٢٣١، رقم: ٣٨، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة ١٤١٦هـ.

واضح رہے کہ عُقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر طرق (سندوں) میں بھی فائد بن عبدالرحمن مجروح راوی موجود ہے۔

۱۰- شیخ ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

شیخ عبدالفتاح أبوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ نے "الکبائر للذھبي" میں موجود بعض من گھڑت روایات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس روایت کو بھی لکھا ہے، آپ فرماتے ہیں:

وفيها أيضاً أورد حكاية علقمة وسخط أمّه عليه، وشكواها إياه لرسول الله ﷺ...! (انظر: الأجوبة الفاضلة، ص: ١٢٣).

۱۱- علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة" [1] میں لکھتے ہیں:

"... (عق) ولا يَصِحُّ، فيه داود بن إبراهيم قاضي قزوين وفيه، حامد العَطَّار متروك (تعقب) بأنّ داود تابَعَه فضيل بن عبدالوهاب، أخرجه الخرائطي في مَساوِئ الأخلاق، وحامد تابَعَه فائد أبو الورقاء، أَخْرَجَه الطَبَراني والبيهقي في الشعب، وقال: تفرد به فائد، وليس بقوي".

ایک تصحیف اور تسامح کی وضاحت:

حافظ ابن عرّاق کا کلام:

یہاں ایک اہم تسامح (بھول چوک) اور تصحیف (تبدیلی) کی نشاندہی ضروری ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ عبارت میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حافظ عُقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی تخریج کی ہے، اور روایت کی سند دو راویوں داؤد بن ابراہیم اور حامد العطار کی وجہ سے معلّل اور متکلم فیہ ہے، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کا تعاقب کیا ہے کہ فضیل بن عبدالوہاب نے داؤد کی متابعت کی ہے یعنی یہی روایت فضیل

[1] تنزيه الشريعة: كتاب الأدب الزهد...، الفصل الثاني، ٢٩٦/٢، رقم: ٥١، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠١ هـ.

نے جعفر بن سلیمان، عن عبد اللہ بن ابی اوفی کی سند سے نقل کی ہے (مزید تفصیل آگے آئے گی)، اور فضیل بن عبد الوہاب سکری کوفی کو امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ کہا ہے، اس لئے اس سند میں داؤد کی موجودگی متنِ حدیث کیلئے مضر نہیں۔ دوسری بات یہ کہی ہے کہ متروک راوی حامد العطار کی متابعت فائد ابو الورقاء نے کی ہے، یعنی یہی روایت حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے فائد ابو الورقاء نے بھی نقل کی ہے (مزید تفصیل آگے آئے گی) لہذا سند میں حامد العطار کا ہونا بھی متنِ حدیث کیلئے مضر نہیں۔

حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی اصل سے مراجعت (یعنی امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا جائزہ):

اب تسامح کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ حافظ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے تعاقب کو بیان کرتے ہوئے یہ کہنا تو درست ہے کہ فضیل بن عبد الوہاب نے داؤد کی متابعت کی ہے، چنانچہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المصنوعة" [1] میں حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر بحث مسند روایت تخریج کر کے لکھتے ہیں:

"لايَصِحُّ، فائد متروكٌ، قال العُقَيلي: لا يُتَابَعُ عليه، وداود كذّابٌ، (قلتُ): داود لم يَنفَرِدْ به؛ فإنَّ الحديث أخرَجه الخرائطي في مَسَاوِئ الأخلاق، وقال: حدثنا إبراهيم بن الجنيدي، حدثنا فضل [2] بن عبدالوهاب، حدثنا جعفر بن سليمان الضبعي، عن فائد العطار قال سمعتُ عبدالله بن أبي أوفى يقولُ: إنَّ رَجُلاً حَضَرَتْه الوفاةُ...".

یہ روایت "صحیح" نہیں ہے، فائد متروک راوی ہے، عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فائد کی متابعت نہیں کی جاتی ہے، اور داؤد کذّاب ہے (یہاں تک حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے)، میں کہتا ہوں (یعنی علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

---

[1] اللآلي المصنوعة: ٢/ ٢٥١، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٨هـ.

[2] "اللآلي المصنوعة" میں یہ لفظ "فضل" لکھا ہے، لیکن "مساوئ الأخلاق" کے نسخے میں "فضیل" ہے۔ یہی صحیح ہے اور فضل تصحیف (تبدیلی) ہے۔

داؤد اس روایت کو نقل کرنے میں متفرد (تنہا) نہیں ہے؛ کیونکہ یہ حدیث خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے مساوئ الأخلاق میں اس سند سے تخریج کی ہے:

"حدثنا إبراهيم بن الجنيدي، حدثنا فضل بن عبد الوهاب، حدثنا جعفر بن سليمان الضبعي، عن فائد العطار قال سمعتُ عبدالله بن أبي أوفى يقولُ: أنّ رَجُلاً حَضَرَتْه الوفاةُ..."۔

اس عبارت میں صاف موجود ہے کہ فضیل نے جعفر بن سلیمان، عن فائد، عن عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے، ثابت ہوا کہ داؤد کے علاوہ فضیل نے بھی یہ روایت نقل کی ہے، اور داؤد اس روایت کو نقل کرنے میں تنہا نہیں ہے۔

البتہ یہ کہنا درست نہیں کہ حامد العطار کی متابعت فائد ابوالورقاء نے کی ہے، یعنی یہی روایت حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے فائد ابوالورقاء نے بھی نقل کی ہے؛ کیونکہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة" میں اس روایت کی تین سندیں ذکر کی ہیں:

١- حافظ خرائطی رحمۃ اللہ علیہ کی سند

٢- امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند

٣- امام طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سند

ان تینوں سندوں میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے راوی، فائد ابوالورقاء کو ذکر کیا گیا ہے، اور تینوں ائمہ کی اپنی تصانیف میں بھی فائد ہی مذکور ہے، اور نہ ہی علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ حامد العطار کی متابعت فائد ابو الورقاء نے کی ہے، یعنی یہی روایت حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے حامد العطار کے علاوہ فائد ابوالورقاء نے بھی نقل کی ہے۔

حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کے تسامح کی علت:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہے کہ حامد العطار کی متابعت فائد ابو الورقاء نے کی ہے، یعنی یہی

روایت حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے فائد ابوالورقاء نے بھی نقل کی ہے، تو علامہ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات کیسے فرمادی کہ "وحامد تابَعَه فائد أبو الورقاء" حامد کی متابعت فائد ابوالورقاء نے کی ہے؟

اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ "اللآلي المصنوعة" کے نسخے میں موجود عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں یا "الضعفاء الكبير للعُقَيلي" کے نسخے میں تصحیفاً (تبدیلی سے) یہ لفظ "حامد العَطّار" لکھا ہوگا، جیسا کہ حافظ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے:

"(عق) ولا يصِحُّ، فيه داود بن إبراهيم قاضي قزوين، وفيه حامد العَطّار متروك".

"اس روایت کی تخریج عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، اور یہ روایت "صحیح" نہیں ہے، اس میں قزوین کا قاضی داؤد بن ابراہیم ہے، اور حامد العطار متروک راوی بھی ہے"۔

حالانکہ صحیح یہ ہے کہ سند میں مذکور یہ لفظ حامد العطار نہیں بلکہ "فائد العطار" ہے، اور حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ اسی تصحیف (تبدیلی) کی وجہ سے یہ سمجھے کہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سندیں لاکر یہ بھی ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ حامد العطار کی متابعت فائد ابوالورقاء نے کی ہے، یعنی یہی روایت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے فائد ابوالورقاء نے بھی نقل کی ہے، جیسا کہ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے:

"وحامد تابعه فائد أبو الورقاء، أخرَجه الطَبَراني والبيهقي في الشعب، وقال: تفرَّد به فائد وليس بقوي".

اور فائد ابوالورقاء نے حامد کی متابعت کی ہے، جسے امام طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "شعب الإيمان" میں تخریج کیا ہے، اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے نقل کرنے میں فائد متفرد (تنہا) ہے اور فائد قوی نہیں ہے۔

تسامح اور تصحیف کا خلاصہ:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حافظ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ فائدابوالورقاء نے کسی حامد نامی راوی کی متابعت کی ہے، مذکورہ تصحیف (تبدیلی) کی وجہ سے تسامح (بھول چوک) پر مبنی ہے۔

روایت پر ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ:

یہاں تک ان ائمہ حدیث کے اقوال لکھے گئے ہیں، جنہوں نے خاص اس زیرِ بحث روایت کو کلام کا موضوع بنایا ہے، اِن محدثینِ کرام میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ہَیثمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ ان سب محدثین کرام نے صاف لفظوں میں فائد بن عبدالرحمن کی وجہ سے اس روایت کو ساقط الاعتبار کہا ہے، ان کے علاوہ حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ مُنذِری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت میں فائد بن عبد الرحمن کو ضعیف کہا ہے، اور آپ یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ کلام کا مدار خاص طور پر فائد بن عبد الرحمن ہے؛ اس لئے ذیل میں بحث کو مزید واضح کرنے کے لئے زیرِ بحث روایت سے قطع نظر، صرف فائد بن عبدالرحمن کے بارے میں دیگر ائمہ کے اقوال لکھے جارہے ہیں۔

ابوالورقاء فائد بن عبدالرحمن پر ائمہ حدیث کا کلام:

۱- عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وكان في كتاب أبي... فلم يُحَدِّثْ أبي بهذين الحديثين، ضَرَبَ عليهما مِنْ كتابِه؛ لأنَّه لم يَرْضَ حديث فائِد بن عبدالرحمن، وكان عنده متروكَ الحديث“. [1]

میرے والد کی کتاب میں یہ حدیث تھی...... پھر میرے والد (امام احمد بن

[1] مسند أحمد بن حنبل: ٦/ ٥٦٤، رقم: ١٩٦٣١، عالم الكتب-بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ.
-وضرب على يده: أمسك، كذافي ”لسان العرب“ ١/ ٢٣٤، ت: عامر أحمد حيدر، دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة الأولى ٢٠٠٣ھ.

حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ دونوں احادیث بیان نہیں کی، اور ان دونوں احادیث کو اپنی کتاب میں ذکر کرنے سے رک گئے تھے؛ کیونکہ وہ فائد بن عبدالرحمن (جوان دونوں روایتوں کی سند میں ہے) کی حدیث سے راضی نہیں تھے۔ اور فائد بن عبدالرحمن، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "متروک" (شدید جرح) تھا۔

٢- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "إطْرافُ المُسْنِد المُعتَلِي بأطراف المسند الحنبلي"[1] میں مذکرہ حدیث اور عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرکے لکھتے ہیں:

"..ولم يَسُقْ عبدُالله ذلک، وقدأورده الطَبَراني مِنْ طريق عيسى بن يونس عن فائد بطُولِه".

"...عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نہیں لائے، اور امام طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ نے عیسیٰ بن یونس عن فائد کے طریق سے اسے تفصیل سے تخریج کیا ہے"۔

٣- حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"كان مِمَّنْ يَرْوِي عن المشاهير ويأتي عن ابن أبي أوفى بالمُعْضَلاَت، لا يَجُزُ الإحْتِجَاجُ به".[2]

فائد بن عبدالرحمن ان لوگوں میں ہے جو مشاہیر سے روایتیں نقل کرتے تھے، اور وہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مُعضَل (جس سند میں دو یا اس سے زائد راوی گرے ہوں) روایتیں بیان کرتے تھے، فائد کے ذریعے احتجاج جائز نہیں ہے۔

٤- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"مُنکَرالحدیث".[3]

فائد بن عبدالرحمن "مُنْکَر الحدیث" ہے (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ لفظ اکثر

[1] إطراف المسند المعتلي: فائد أبو الورقاء، ٣/ ٣٢٥، رقم: ٣٠٢٧، ت: زهير بن ناصر، دار ابن كثير- بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٤ هـ.

[2] المجروحين لابن حبان: باب الفاء، ٢/ ٢٠٣، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة- بيروت.

[3] التاريخ الكبير: باب الفاء، ٧/ ٢٣، رقم: ٩٩٣٤، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ١٤١٩ هـ.

شدید جرح کے لئے استعمال کرتے ہیں)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "التاريخ الأوسط" فائد کے بارے میں "لا يتابع في حديثه". (یعنی ان کی احادیث کی متابعت نہیں ہوتی) کہا ہے (۲/ ۷۲، دار المعرفة-بیروت)۔ اسی طرح ایک مقام پر "عنده مناكير" بھی کہا ہے (۲/ ۱۳۲)

۵-حافظ یحیی بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أبو الورقاء، اسمه فائد، ليس بثقة وليس بشيئ". [1]

ابو الورقاء کا نام فائد ہے، جو "ليس بِثِقَة" (کلمہ جرح) اور "ليس بِشَيئ" (کلمہ جرح) ہے۔

حافظ ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے مقام پر فائد کو "ضعیف" کہا ہے۔ (الکامل، رقم: ۱۵۲)۔

۶-امام عبد الرحمن بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سَمِعْتُ أبي، وأبا زُرعَة يقولان: فائد أبو الورقاء لايُشْتَغَلُ به، سَمِعْتُ أبي يقول: فائد ذاهبُ الحديث، لايُكْتَبُ حديثُه ... وأحاديثُه عن ابن أبي أوفى بَوَاطِيل لاتكادُ ترى لها أصلاً، كأنه لايُشْبِهُ حديثَ ابن أبي أوفى، ولو أنّ رجلاً حَلَفَ أنّ عامّةَ حَدِيثِه كِذْبٌ لم يَحْنَث". [2]

میں نے اپنے والد (ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ) اور ابو زُرعہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ: "لا يُشْتَغَلُ به" (کلمہ جرح) عبد الرحمن بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سُنا: فائد "ذاهب الحديث" (کلمہ جرح) ہے، ان سے احادیث نہ لکھی جائے...... اور فائد کی ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے منقول اَحادیث باطل ہیں، قریب نہیں ہے کہ آپ کو ان احادیث کی کوئی اصل دکھائی دے، گویا کہ فائد کی عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ

---

[1] الجرح والتعديل: باب الفاء، ۷/ ۱۱۲، رقم: ۲۰۲۰، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ.

[2] الجرح والتعديل: باب الفاء، ۷/ ۱۱۱، رقم: ۲۰۲۰، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ.

سے منقول احادیث، عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی احادیث کے مشابہ نہیں ہیں، اگر کوئی شخص قسم کھا کر یہ کہے کہ فائد کی اکثر احادیث جھوٹی ہیں تو وہ حانث نہیں ہوگا۔

۷- حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حدَّثنا محمد بن أيوب، قال: وسَمِعْتُ مسلمَ بن إبراهيم، سألتُه عن حديثٍ لِفَائد أبي الورقاء فقال: دخلتُ عليه، وجاريتُه تَضْرِبُ بين يديه بالعُودِ، قلتُ ليحيى: فلم كتبتَ عنه؟ قال: لِمَ كَتَبَ عنه حمّادُ بن سلمة". [1]

محمد بن ایوب نے ہمیں بیان کیا ہے کہ میں نے مسلم بن ابراہیم کو سنا، اوران سے فائد ابوالورقاء کی احادیث کے بارے میں پوچھا، تو مسلم نے بتایا کہ میں فائد ابوالورقاء کے پاس گیا، تو دیکھا کہ اس کے سامنے ان کی باندی سارنگی بجا رہی تھی، محمد بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحیی سے کہا [میرا گمان ہے کہ یہ لفظ مسلم ہے، از راقم الحروف، واللہ اعلم] آپ نے پھر ان سے روایتیں کیوں لکھی ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ حماد بن سلمہ نے ان سے کیوں روایتیں نقل کی ہے؟۔

۸- حاکم نیشابوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"يَرْوِي عن ابن أبي أوفى أحاديث موضوعة، روى عنه عيسى بن يونس وغيره". [2]

ابن ابی اوفی سے فائد من گھڑت روایتیں نقل کرتا تھا، فائد سے عیسیٰ بن یونس وغیرہ نے احادیث نقل کی ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ حاکم نے "مستدرک" میں فائد کو "مستقيم الحدِيث" کہا ہے۔ (رقم:۱۱۹۹)۔

۹- حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] الضعفاء الكبير: فائد بن عبدالرحمن، ۳/۴۶۰، رقم: ۱۵۱۶، ت: الدكتور عبدالمعطي، دار الكتب العلمية- بيروت.

[2] المدخل إلى الصحيح: ۱۸۴، رقم: ۱۵۵، ت: د- ربيع هادي، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ.

"وهو مع ضُعْفِه يُكْتَبُ حديثُه". [1]

فائد کی احادیث ان کے ضعیف ہونے کے باوجود لکھی جائیں گی۔

۱۰- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"متروكٌ اتَّهَمُوه.....ت ق". فائد "متروک" (شدید جرح) ہے، محدثین نے فائد کو متہم قرار دیا ہے..... ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فائد کی حدیث تخریج کی ہے۔ [2]

اہم فائدہ:

واضح رہے کہ کسی شدید ضعیف راوی کی ہر ہر روایت پر مطلقاً شدید ضعیف ہونے کا حکم لگانا درست نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ فائد کی "سنن ترمذی" (ت: احمد شاکر. ۲/ ۳۴۴) میں موجود روایت دیگر شواہد و قرائن کی وجہ سے فضائل کے باب میں معتبر ہے، البتہ زیرِ بحث روایت میں فائد متفرد ہے، اور خاص اس روایت کے بارے میں ائمہ کا کلام بھی آپ کے سامنے آچکا ہے؛ اسی لیے یہ روایت شدید ضعیف کہلائی ہے، واللہ اعلم۔

۱۱- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"تركوه". محدثین نے فائد کو "ترک" (شدید جرح) کیا ہے۔ [3]

ائمہ رجال کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، حاکم نیسا بوری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثینِ کرام نے فائد بن عبد الرحمن کے بارے میں جرح کے شدید فنی الفاظ استعمال کیے ہیں، مثلاً:

[1] الكامل في الضعفاء: ۱۳/۷، رقم: ۱۵۷۲، الشيخ عادل والشيخ علي محمد، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ.

[2] التقريب: ص: ۴۴۴، رقم: ۵۳۷۳، ت: شيخ محمد عوامة، دار الرشيد۔ سوريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ.

[3] الكاشف: ۲/ ۳۷۸، رقم: ۴۵۰۴، عزت علي عيد عطية وموسى محمد علي الموشي، دار الكتب الحديثية۔ القاهرة، الطبعة الأولى ۱۳۹۲ھ.

ابن ابی اوفی سے فائد من گھڑت روایتیں نقل کرتا تھا (حاکم رحمۃ اللہ علیہ)۔

فائد "متروک" (شدید کلمہ جرح) ہے، محدثین نے فائد کو متہم قرار دیا ہے (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)۔

اگر کوئی شخص قسم کھا کر یہ کہے کہ فائد کی اکثر احادیث جھوٹی ہیں تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ (ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ)

فائد بن عبد الرحمن "مُنکر الحدیث" ہے (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ جملہ اکثر شدید جرح کے لئے استعمال کرتے ہیں)۔

ان کے علاوہ دیگر محدثینِ کرام نے بھی فائد کی تضعیف کی ہے، بہر حال ان نامور محدثین کے اقوال کی روشنی میں یہ کہا جائے گا کہ فائد بن عبد الرحمن کی یہ روایت اس خاص تناظر میں کہ فائد جیسا راوی اس روایت کے نقل کرنے میں متفرد ہے، کسی بھی صورت میں ضعفِ شدید سے خالی نہیں رہ سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین کرام نے فائد بن عبد الرحمن کی وجہ سے اس روایت کو ساقط الاعتبار کہا ہے، جیسا کہ روایت کہ بارے میں ائمہ کے اقوال کے تحت تفصیل آچکی ہے، اور جمہور علماء کے نزدیک ضعیف روایت کو فضائل کے باب میں بیان کرنا جائز ہے، البتہ اس جواز میں بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ ضعیف روایت ضعفِ شدید سے خالی ہو، جس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے، اور یہ روایت ائمہ کرام کی تصریحات کے مطابق، فائد بن عبد الرحمن کی وجہ سے اس خاص تناظر میں کہ فائد کے علاوہ کوئی دوسرا راوی اس کو نقل کرنے والا نہیں ہو، شدید ضعیف ہے؛ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس روایت کو منسوب کرنا جائز نہیں ہے، واللہ اعلم۔

پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ زیرِ بحث روایت کا ایک ناقص اور غیر معتبر شاہد بھی ہے، یعنی حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی کے علاوہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت مروی ہے، ذیل میں اس شاہد (روایتِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ) کی سند پر کلام

اور آخر میں اس کا فنی حکم لکھا جائے گا۔

زیرِ بحث روایت کا شاہد:

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (۳۷۳ھ) نے "تنبیہ الغافلین"[1] میں زیر بحث روایت کا ایک شاہد ذکر کیا ہے، یعنی یہی روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، جو انتہائی مفصّل ہے، لیکن اس روایت کی سند ناقص ہے؛ کیونکہ اس روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ابان روایت کرتے ہیں، اور ابان کے بعد سند مذکور نہیں، نیز ابان سے مراد ابان بن ابی عیاش ہے۔

ابان بن ابی عیاش فیروز کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال:

علامہ شعیب بن حرب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سمعتُ شُعبةَ يقول: لأنْ أشْرَبَ مِنْ بَولِ حِمَارٍ حتى أرْوَى أحبّ إليّ مِنْ أنْ أقُولَ: حدّثنا أبان بن أبي عياش".[2]

میں نے شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں ابان بن ابی عیّاش سے روایت نقل کروں، مجھے اس سے زیادہ یہ پسند ہے کہ خوب سیراب ہو کر گدھے کا پیشاب پیوں۔

علامہ ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قلتُ لشعبةَ: حدّثني مَهْدِي بن ميمون، عن سَلْم العلوي، قال: رأيتُ أبانَ بن أبي عَيَّاش يَكْتُبُ عن أنسٍ بالليل، فقال شُعبةُ: سَلْم يَرى الهِلالَ قبلَ النّاسِ بلَيْلَتَين".[3]

میں نے شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: مجھے مہدی بن میمون نے سلم علوی سے نقل کیا، سلم فرماتے ہیں کہ میں نے ابان بن ابی عیاش کو رات کے وقت حضرت

---

[1] تنبیہ الغافلین: باب حق الوالدین، ۵۸، إشاعت إسلام کتب خانہ محلہ جنگی پشاور۔
[2] ميزان الاعتدال: ۱/ ۱۰، رقم: ۱۵، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت.
[3] المصدر السابق.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث لکھتے ہوئے دیکھا ہے، تو اس کے جواب میں شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: سلم تو چاند بھی لوگوں سے دودن پہلے دیکھ لیتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابان "متروک الحدیث" (شدید جرح) ہے۔ [1]

امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے ابان کو "متروک" (شدید جرح) کہا ہے، اور ایک موقع پر "ضعیف" کہا ہے۔ [2]

امام ابواسحاق جوزقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اَبان کو "ساقط" (کلمہ جرح)، اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے "متروک" (شدید جرح) کہا ہے۔ [3]

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان أبان مِنَ العباد الذي يَسْهرُ الليلَ بالقِيَام، ويطْوِي النَّهارَ بالصِّيامِ، سَمِعَ عن أنس أحاديث، وجَالَسَ الحَسَنَ، فكان يَسْمَعُ كَلاَمَه، ويَحْفَظُ، فإذا حَدَّث رُبمَا جَعَلَ كلامَ الحَسَنِ عن أنسٍ مرفوعاًوهو لا يَعْلَم..." [4]

"ابان اُن عبادت گذار لوگوں میں تھا، جو رات نماز میں، اور دن روزے میں بسر کرتا تھا، ابان حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیثیں نقل کرتا اور حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا بھی کرتا تھا، اور حسن رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سنتا، اسے یاد کرتا، پھر بیان کرتے ہوئے لاعلمی میں حسن کے کلام کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کا کلام کر کے مرفوعاً (یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قول) بیان کردیتا تھا......"۔

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: أرجو أنّه لا يَتَعَمّدُ الكِذْبَ..."۔ [5]

مجھے یہ امید ہے کہ ابان، جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا تھا......"۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابان کو "متروک" (شدید جرح) کہا ہے۔ [6]

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابان "متروک" (شدید جرح) ہے، امام ابو

---

[1] المصدر السابق. [2] المصدر السابق. [3] المصدر السابق. [4]، [5] المصدر السابق.
[6] التقريب: ص، ۸۷، رقم: ۱۴۲، ت: محمد عوامة، دار الرشيد سوريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ.

داؤد رحمۃ اللہ علیہ (سليمان بن أشعث سِجستانی) نے ابان کی روایت مقروناً (دوسری سند کے ساتھ ملاکر) بیان کی ہے۔[1]

ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور مذکورہ شاہد کا فنی حکم:

ابان کے بارے میں ائمہ کے اقوال کا آپ نے مشاہدہ فرمالیا، حاصل یہ رہا کہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام جوزقانی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام یحیی بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، ان سب ائمہ رجال نے ابان کے بارے میں فنی جرح کے شدید جملے فرمائے ہیں، اسی طرح حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ ابان سے جھوٹ ثابت ہے، لیکن وہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ "تنبيه الغافلين" کی اس روایت میں ابان بن ابی عیاش کے بعد سند ہی موجود نہیں، چنانچہ یہ روایت درحقیقت سنداً ثابت ہی نہیں ہے، بہرحال ابان بن ابی عیاش پر مشتمل یہ روایت کسی بھی طرح زیرِ بحث روایت کے لئے شاہد نہیں بن سکتی۔

روایت کی پوری تحقیق کا خلاصہ اور فنی حکم:

آپ سابقہ تفصیل سے جان چکے ہیں کہ علماء کی تصریح کے مطابق، زیرِ بحث روایت "ضعف شديد" پر مشتمل ہے، اور "تنبيه الغافلين" میں موجود شاہد خود ہی درجہ اعتبار سے ساقط اور ناقابل التفات ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق جمہور علماء کے نزدیک ضعیف روایت کو فضائل کے باب میں بیان کرنا جائز ہے، البتہ اس جواز میں بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ ضعیف روایت ضعفِ شدید سے خالی ہو، جیسا کہ تحقیق کی ابتداء میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے؛ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے مذکورہ روایت کو بیان کرنا درست نہیں ہے؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام منسوب ہوسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] الكاشف: ۱/ ۷۵، رقم: ۱۰۹، عزت علي عيد عطية و موسى محمد علي الموشي، دار الكتب الحديثية-القاهرة، الطبعة الأولى ۱۳۹۲ھ.

روایت نمبر: (۲)

عنوانِ قصہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے ابو شحمہ کو بطور حد کوڑے لگانا۔

حکم: مشہور قصہ من گھڑت ہے، صحیح قصہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

قصّہ گوئی انسانی تاریخ کی قدیم روایت ہے، جس میں قصّہ خواں اپنی ملمّع سازی کے جوہر دکھا کر لوگوں کے دلوں کو موم کر دیتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کے جذبات برانگیختہ کرنے کے لئے کچھ قصہ گو من گھڑت واقعات سنا کر لوگوں سے دادِ تحسین وصول کرتا ہے۔ اِس فعل کی شناعت اگر چہ فطری ہے، مگر اسلام اپنے خاص تحفظات کی بنا پر اس کی شدید مذمّت کرتا ہے، چنانچہ سننِ ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے:

"لم يكن القَصَصُ في زمَن رسول الله ﷺ، ولا زمَن أبي بكر، ولا زمَن عُمَر". [1]

"رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قصہ گوئی نہیں تھی (یعنی ایسی قصہ گوئی جو غیر ثابت وغیر شرعی امور پر مشتمل ہو)"۔

زیر بحث تبصرے کا پس منظر چار صفحات پر مشتمل ایک اِشاعتی مضمون ہے، جو گزشتہ ایام میں نظر سے گزرا، اس میں انتہائی پر سوز انداز میں ایک قصہ پیش کیا گیا تھا، جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابو شحمہ عبد الرحمان نے نُسَیکہ یہودی کے پاس شراب پی لی تھی، اور پھر باغ بنی نجار میں ایک عورت سے زنا کیا، پھر اس عورت نے ولد الزنا کو بھی جنم دیا اور بچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئی، بعد از آں ابو شحمۃ نے بھی زنا کا اقرار کر لیا، جس کے نتیجے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر افلح نامی غلام نے حد نافذ کی اور سو کوڑے لگائے،

[1] سنن ابن ماجہ: کتاب الأدب، باب القصص، ۱۲۳۵/۲، رقم: ۳۷۵۴ ت: محمد فؤاد عبد الباقي دار الفكر- بيروت.

آخر کار ابوشحمہ کا دم نکل گیا۔ چالیس دن بعد حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے خواب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حال میں زیارت کی کہ ابوشحمہ بھی سبز پوشاک پہنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامتِ حد کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحسین کی اور ابوشحمہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائیہ کلمات کہے۔

آئندہ سطور میں ہم فن اصول حدیث اور ائمہ حدیث کے اقوال کی روشنی میں اس قصہ کا جائزہ لیں گے، پھر صحیح روایت کی تعیین کریں گے، ان شاء اللہ۔

عنوانِ قصہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے ابوشحمہ کو بطور حد کوڑے لگانا۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

واضح رہے کہ زیر بحث روایت کی تحقیق چار بنیادی اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- روایت اور اس کے مصادرِ اصلیہ

۲- روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳- صحیح واقعہ کی تعیین

۴- اہم نتائج

ابوشحمہ عبدالرحمن بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عبدالرحمن نامی تین بیٹے تھے۔ زیر بحث قصہ، عبدالرحمن الأوسط أبو شَحْمَہ کی طرف منسوب ہے۔

حافظ ابن کثیر (المتوفی ۷۷۴ھ) "البدایة والنهایة"[1] میں لکھتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لُهَيَّہ نامی خاتون سے نکاح کیا، عبد الرحمن الأوسط أبو شحمہ ایک قول کے مطابق انھیں کے بطن سے پیدا ہوئے، البتہ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ لُہَیَّہ امّ ولد تھی، بیوی نہیں تھی''۔

---

[1] البدایة والنهایة: صفة عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وذكر زوجاته وأبنائه وبناته، ۷/ ۲۷۰، دار ابن كثير- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۸ھ.

روایت کے مصادرِ اصلیہ اور مراجع:

مذکورہ قصہ کو حُسَین بن ابراہیم جوزَقانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۴۳ھ) نے "الأباطیل والمناکیر" میں مسنداً اور ابوالعباس محب الدین الطَبری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۹۴ھ) نے "الرِیاض النَضْرَة" [1] میں بلاسند نقل کیا ہے، البتہ علّامہ ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۹۷ھ) نے "الموضوعات" میں شِیرُ وَیہ کی مکمل سند کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا ہے، نیز شِیرُ وَیہ کے علاوہ دو اور مزید سندیں بھی ذکر کی ہیں، جن میں یہی روایت مختصراً مذکور ہے۔ علّامہ ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ علّامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۱۱ھ) نے "اللآلي المصنوعة" میں یہ تینوں طریق نقل کیے ہیں۔

۱- پہلی سند...... حافظ ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الموضوعات" میں لکھتے ہیں:

"حُدِّثتُ عن أبي محمّد هارون بن طاهر، أنبأنا أبو الفضل صالح بن أحمد بن محمّد بن صالح في كتابه، أنبأنا أبو عبد الله الحَسَن بن عليّ قراءةً، حدّثنا محمّد بن عُبيد الأسدي، حدّثنا أبو الأحوص، عن سعيد بن مَسْرُوق قال: كانتْ امرأةٌ تدخُلُ على آل عُمر أو منزلِ عُمر ومعها صَبِيٌ... " [2]

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ ایک عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک بچہ لائی اور کہا کہ آپ کے بیٹے ابوشحمہ نے مجھ سے زنا کیا ہے اور یہ بچہ ان کی اولاد ہے۔ ابوشحمہ نے بھی زنا کا اِقرار کرلیا، جس کے نتیجے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوشحمہ پر حد نافذ کی، جس میں ۵۰ کوڑے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ۵۰ کوڑے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مارے۔

---

[1] الرياض النضرة في مناقب العشرة: ذِكْر شدّتِه في دين الله وغلظتِه على مَنْ عصى الله، مكتبه محمد نجيب الخانجي، مطبعة دار التاليف ومن الكتاب الكبرى، الطبعة الثانية ۱۳۷۲ھ.

[2] الموضوعات: كتاب المستبشع مِنَ الموضوع على الصحابة رضی اللہ عنہم، باب ماروي أن عمر رضی اللہ عنہ جلد إبناله حتى مات، ۳/ ۲۶۹: ت: عبد الرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبد المحسن صاحب المكتبه السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ.

روایت پر کلام:

۱......علامہ جوزَقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے باطل قرار دیا ہے۔[1]

۲......علامہ ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ روایت کے بعد لکھتے ہیں:

"هذا حديث موضوع، وَضَعه القصّاص، وقد أبدوا فيه وأعادوا، وقد شرّحوا وأطالوا".[2]

یہ من گھڑت موضوع روایت ہے، جسے قصہ گوؤں نے گھڑ رکھا ہے، اور قصہ گو اپنی طرف سے اس میں باتیں بناتے، اضافے کرتے، اور خوب شرح وبسط سے اسے بیان کرتے رہے ہیں۔

۳......حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ "تلخيص الموضوعات" میں لکھتے ہیں:

"هذا وَضَعه القصّاص، يُروى عن أبي الأحوص عن سعيد بن مسروق مُنقطِعاً".[3]

یہ قصہ گو کی موضوع روایت ہے......"۔

۴......علامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"موضوع وَضَعَه القصّاص، وفي الإسناد مَن هو مجهول وسعيد بن مسروق مِن أصحاب الأعمش، فأين هو وحمزة" [وهو تصحيف والصحيح عُمر].[4]

---

[1] الأباطيل والمناكير والصِحاح والمشاهير: ۱۸۴/۲، رقم: ۵۷۶، الناشر، إدارة المبعوث الإسلامية والدعوة والإفتاء بالجامعة السلفية بنارس، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ.

[2] الموضوعات: كتاب المستبشع مِنَ الموضوع على الصحابة رضی اللہ عنہم، باب ماروي أنّ عمر رضی اللہ عنہ جلد إبناله حتى مات، ۲۶۹/۳، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبدالمحسن صاحب المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ.

[3] تلخيص الموضوعات: كتاب المستبشع مِنَ الموضوع على الصحابة رضی اللہ عنہم، ۳۵۸، رقم: ۹۸۰، ت: أبو تميم ياسر، مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ.

[4] اللآلي المصنوعة: ۱۹۴/۲، كتاب الأحكام والحدود، المكتبة الحسينية المصرية بالازهر، الطبعة الأولى.

یہ من گھڑت روایت ہے، اسے قصہ گو نے بنایا ہے، نیز سند میں مجہول راوی ہیں اور سعید بن مسروق اعمش کے ساتھیوں میں ہے، وہ کہاں اور حمزہ [یہ لفظ مصحف ہے، صحیح عمر ہے، از راقم الحروف] کہاں یعنی ان کا لقا (ملاقات) ثابت نہیں ہے۔

۲- دوسری سند... "حُدِّثْتُ عن هارون بن طاهر، أنبأنا صالح بن أحمد بن محمد في كتابه، حدّثنا أبو الحُسَين عليّ بن الحُسَين الرازي إملاءً، حدّثنا أبو يزيد محمّد بن يحيى بن خالد المروزي، حدّثنا محمّد بن أحمد بن صالح التَّيمِي، حدّثني الفضل بن العبّاس، حدّثني عبدالعزيز بن الحجّاج الخَوْلاني، قال أبو الحُسَين - هكذا قال - وهو عندي عبد القُدُّوس بن الحجّاج، حدّثني صفوان عن عُمر أنّه كان له إبنان، يقال لأحدهما: عبدالله والآخر عُبَيد الله وكان يُكنى أباشَحمَة..." [1]

اس روایت میں یہ مضمون ہے کہ ابو شحمہ نے نُسَیکہ یہودی کی مجلس میں نبیذ پی، پھر بنی نجار کے ایک باغ میں ایک عورت سے زنا کیا۔

روایت پر کلام:

۱......علامہ جوزَقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے باطل قرار دیا ہے۔ [2]

۲......علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

"فإنّ عبد القُدُّوس كذّاب، قال ابن حِبّان: كان يضَع الحديثَ على الثِّقات، لا يَحِلُّ كتب حديثه". [3]

---

[1] الموضوعات: كتاب المستبشع مِنَ الموضوع على الصحابة رضي الله عنهم باب ماروي أنّ عمر رضي الله عنه جلد إبنا له حتى مات، ۳/۲۶۹، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبدالمحسن صاحب المكتبة السلفية بالمدينة المنوّرة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ.

[2] الأباطيل والمناكير والصِحاح والمشاهير: ۲/۱۸۴، رقم: ۵۷۶، الناشر إدارة المبعوث الاسلامية والدعوة والإفتاء بالجامعة السلفية بنارس، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ.

[3] الموضوعات: كتاب المستبشع مِنَ الموضوع على الصحابة رضي الله عنهم باب ماروي أنّ عمر رضي الله عنه جلد إبنا له حتى مات، ۳/۲۷۵، رقم: ۲۶۹، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبدالمحسن صاحب المكتبة السلفية بالمدينة المنوّرة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ.

بلا شبہ (اس سند میں مذکور) عبد القدوس کذاب ہے، ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبد القدوس ثقات پر حدیثیں گھڑتا تھا، ان کی احادیث لکھنا جائز نہیں ہے۔

۳..... حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخیص کتاب الموضوعات" میں لکھتے ہیں:

"وَضَعَه الجَهلَة؛ لِيُبْكِي العَوَام والنّساء". [۱]

جاہلوں نے اسے وضع کیا ہے؛ تاکہ مرد و زن کو آبدیدہ کیا جائے۔

۴..... علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المصنوعة" میں فرماتے ہیں۔

"عبد القُدُوس كَذّابٌ يَضَعَ، وصفوان بينه وبين عُمَر رضي الله عنه رِجالٌ". [۲]

عبد القدوس کذاب ہے، روایتیں گھڑتا ہے، اور صفوان اور عمر رضی اللہ عنہ کے مابین رجال ہیں، یعنی سند میں انقطاع ہے۔

۳- تیسری سند..... "حُدِّثْتُ عن شِيْرُوَيْه بن شَهْرِيار الحافظ [كذا في الأصل]، أنبأنا أبو الحسَن عليّ بن الحسَن بن بكير الفقيه، أنبأنا أبوبكر عبد الرحمن بن محمّد بن القاسم النَيْسَابُورِي، أنبأنا أبو سعد عبد الكريم بن أبي عثمان الزاهد، حدّثنا أبو القاسم بن بابويه الصرفي، حدّثنا أبو عبد الله إبراهيم بن محمّد، حدّثنا أحمد بن محمّد بن عيسى، حدّثنا أبو حُذيفة، عن شبل، عن مجاهد، قال: تذاكر الناسُ في مجلس ابن عبّاس رضي الله عنه، فأخَذُوا في فضل أبي بكر . . ." [۳]

یہ روایت مفصّل ہے، جسے قصہ گو کے انداز میں انتہائی ملمّع سازی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور اسی کا ترجمہ کر کے تشہیر کی گئی تھی جیسا کہ ماقبل میں ہم اسے بیان کر چکے ہیں۔

---

[۱] تلخيص الموضوعات: كتاب المستبشع مِنَ الموضوع على الصحابة، ۳۵۸، رقم: ۹۸۰، ت: أبو تميم ياسر، مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ.

[۲] اللآلي المصنوعة: ۱۹۴/۲، كتاب الأحكام والحدود، المكتبة الحسينية المصرية بالأزهر، الطبعة الأولى.

[۳] الموضوعات: كتاب المستبشع من الموضوع على الصحابة رضي الله عنهم باب ما روي أنّ عمر رضي الله عنه جلد إبناً له حتى مات، ۲۶۹/۳، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبد المحسن صاحب المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ.

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو شَحمہ نے نُسَیکہ یہودی کے پاس شراب پی کر باغ بنی نجار میں ایک عورت سے زنا کیا، پھر اس عورت نے اس زنا کے نتیجے میں ایک بچے کو جنم دیا، عورت بچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر آ گئی، اور ابو شحمہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے زنا کا اقرار کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر افلح نامی غلام نے حد نافذ کی اور سو کوڑے لگائے، آخر کار ابو شحمہ کا دم نکل گیا۔ چالیس دن بعد حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے خواب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت میں زیارت کی کہ ابو شحمہ سبز پوشاک پہنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامتِ حد کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحسین کی، اور ابو شحمہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائیہ کلمات کہے۔

روایت پر کلام:

۱...... علامہ جوزَقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے باطل قرار دیا ہے۔[1]

۲...... علامہ ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

"فيه مجاهيل، قال الدّارَ قُطْني: حديث مُجاهد عن ابن عبّاس في حدّ أبي شَحْمَة ليس بصحيح".[2]

دارَ قُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اَبو شحمہ کی حد کے بارے میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی وہ حدیث جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، صحیح نہیں ہے۔

۳...... علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المصنوعة" میں فرماتے ہیں۔

"موضوعٌ، فيه مجاهيل".[3]

---

[1] الأباطيل والمناكير والصِحاح والمشاهير: ۲/ ۱۸۳، رقم: ۵۷۶، الناشر، إدارة المبعوث الإسلامية والدعوة والإفتاء بالجامعة السلفية بنارس، الطبعة الأولى ۱۴۰۳ هـ.

[2] الموضوعات: كتاب المستيشع من الموضوع على الصحابة رضي الله عنهم باب ماروي أنّ عمر رضي الله عنه جلد إبنأله حتى مات، ۳/ ۲۶۹، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبد المحسن صاحب المكتبه السلفية بالمدينة المنوّرة، الطبعةِ الأولى ۱۳۸۶ هـ.

[3] اللآلي المصنوعة: ۲/ ۱۹۳، كتاب الأحكام والحدود، المكتبة الحسينية المصرية بالأزهر، الطبعة الأولى.

یہ روایت موضوع ہے، اس میں مجہول راوی ہیں۔

۴..... حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخیص کتاب الموضوعات" میں لکھتے ہیں۔

"قال الدّارَ قُطْنِي: حديث مجاهد عن ابن عبّاس رضی اللہ عنہ في حدّ أبي شحْمَة ليس بصحيح". [۱]

دارَ قُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ابوشحمہ کی حد کے بارے میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، صحیح نہیں ہے۔

۵..... حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "الإصابة في تمييز الصحابة" میں رقمطراز ہیں:

"جاء في خبرٍ واهٍ أنّ أباه جَلَدَه فمات، ذَكَرَه الجوزَقاني". [۲]

ایک واہی خبر میں ہے کہ ابوشحمہ کو ان کے والد نے کوڑے مارے تھے، جس سے ان کا انتقال ہوگیا، اسے جوزَقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

نتائج:

ان تینوں طرق کے بارے میں ائمہ حدیث کے سابقہ اقوال کا خلاصہ یہ رہا کہ علّامہ حسین بن ابراہیم جوزَقانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الأباطيل والمناكير" میں اس واقعہ کو جعلی، باطل اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ علّامہ جوزَقانی کے بعد حافظ ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ نے "الموضوعات" میں، حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تلخیص الموضوعات" میں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الإصابة في تمِييز الصحابة" میں، اور علّامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة" میں، علّامہ جوزَقانی رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت کی ہے اور اس واقعہ کو من گھڑت کہا ہے۔

---

[۱] تلخيص الموضوعات: والمستبشع من الموضوع من الصحابة، ۳۵۸، رقم: ۹۸۰، ت: أبو تميم ياسر، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ.

[۲] الإصابة في تمييز الصحابة: باب الكنى، حرف الشين، القسم الثاني، أبوشحمة ۷/۱۰۱، رقم: ۲۲۳ دار الكتب العلمية-بيروت.

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ:

سابقہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ابو شحمہ عبد الرحمان بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب مذکورہ قصہ باطل، موضوع اور من گھڑت ہے، چنانچہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ تینوں روایتوں پر تفصیلی کلام کے بعد لکھتے ہیں:

”وضعه الجُهّال القصّاص، ليكون سَبباً في تبْكِية العوام والنِّساء، فقد أبْدَعُوا فيه وأتوا بِكُلّ قَبيحٍ، ونَسَبُوا إلى عُمَر ما لا يليقُ به، ونَسَبُوا الصحابة إلى مالا يلِيق بهم، وكلماتُه الرَّكِيكَة تَدُلُّ على وَضْعِه، وبُعْده عن أحكام الشريعة يدُلُّ على سُوءِ فَهْمِ واضعِه وعدَمِ فِقْهِه“۔[1]

”یہ واقعہ جاہل قصہ گوؤں نے گھڑ رکھا ہے؛ تاکہ عام لوگوں بالخصوص عورتوں کو آبدیدہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے نئے نئے طریقے اپنائے، اور ہر قسم کی ناشائستہ باتیں لے کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دیں، جو انکے شایانِ شان نہیں اور ایسے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم پر نامناسب باتیں چسپاں کر دیں۔ اس روایت میں موجود رکیک جملے کھل کر بتا رہے ہیں کہ یہ من گھڑت ہے، اور قصہ کے اندر موجود غیر شرعی پہلوؤں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا گھڑنے والا بدفہم، اور دینی سمجھ سے محروم آدمی تھا“۔

یہاں تک اس بات کی تحقیق لکھی گئی ہے کہ ابو شحمہ کی جانب منسوب سابقہ قصہ باطل ہے، البتہ ذیل میں ابو شحمہ کے واقعی قصے کی تفصیل، مستند تاریخی شواہد کی روشنی میں پیش کی جائے گی، جس سے معلوم ہوگا کہ صحیح واقعہ کیا تھا اور لوگوں نے اس واقعے میں کون کون سی غلط پیوندکاری کر رکھی ہے!

---

[1] الموضوعات: كتاب المستبشع مِنَ الموضوع على الصحابة رضي الله عنهم باب ماروي أنّ عمر رضي الله عنه جلد إبنا له حتى مات، ۲/۲۶۹، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبد المحسن صاحب المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ۔

صحیح واقعہ کی تعیین:

حافظ ابنِ سعد رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ زبیر بن بکّار رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخی روایات:

محدث علّامہ ابن عرّاق الکنانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۶۳ھ) نے "تنزیہ الشریعۃ" میں ابوشحمہ کی طرف منسوب من گھڑت روایات کو مسترد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بارے میں اصل بات وہ ہے جس کو زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے "الطبقات" میں ذکر کیا ہے:

"والذي ورَد في هذا ماذكره الزبيربن بكار و ابن سعد في الطبقات وغيرهما أنَّ عبدالرحمن الأوسط من أولادِ عُمَر، ويُكنى أباشَحْمَة كان بمِصْرَ غازِياً، فشَرِبَ ليلةً نَبيذاً، فخرج إلى السكر، فجاء إلى عَمْرو بن العاص رضي الله عنه، فقال له: أَقِمْ عَلَيَّ الحدّ، فامتنع، فقال له: إنّي أُخبِرُ أبي إذا قدِمْتُ عليه، فضربه الحدّ في دارِه ولم يُخرِجْه، فكتب إليه عُمَرُ يلُومُه ويقول: ألافعلتَ به ماتَفْعَلُ بجميع المسلمين، فلمّاقدِم على عُمَرَ، ضربه فاتّفق أنّه مرِض فمات". [1]

"عبدالرحمن الاوسط، جن کی کنیت ابوشحمہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ مجاہدین کے لشکر کے ساتھ مصر میں مقیم تھے۔ ایک شب آپ نے نبیذ پی لی، جس کے اثر سے نشہ میں آ گئے، چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا کہ مجھ پر حد نافذ کر دیں، لیکن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پس وپیش کرنے لگے (شاید نبیذ کی وجہ سے)۔ (یہ دیکھ کر) ابوشحمہ نے کہا: اگر آپ ایسا نہیں کریں گے، تو میں واپس جا کر اپنے والد کو بتا دوں گا، (ان کا اصرار دیکھ کر) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے گھر کے اندر ان پر حد نافذ کر دی، اور

[1] تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ عن الأحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ: الفصل الأول، کتاب الأحکام والحدود، ۲۲۰/۲ رقم: ۱۲، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف و عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية۔ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۱ھ۔

اس کے لیے ان کو باہر نہیں لائے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر ملامت کی کہ آپ نے ابو شحمہ کے ساتھ وہ معاملہ کیوں نہیں کیا جو آپ دوسروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ (اس واقعہ کے بعد) پھر جب ابو شحمہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ آگئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ (تادیباً) کوڑے لگائے، پھر اس کے بعد ابو شحمہ اِتفاقاً بیمار ہوگئے، اور اسی بیماری میں آپ کا انتقال ہوگیا"۔

امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت:

یہ واقعہ امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۱۱ھ) نے بھی اپنی "مُصنَّف" میں اپنی سند کے ساتھ تخریج کر کے لکھا ہے:

"فَلَبِثَ شهراً صحيحاً، ثم أصابه قدرُه فمات، فحسِب عامةُ الناس أنّما مات مِن جلد عمر رضي الله عنه، ولم يَمُتْ مِن جلدعمر رضي الله عنه". [1]

"(ابو شحمہ کوڑے لگنے کے بعد) ایک ماہ تک تندرست رہے، پھر اس کے بعد (بیمار ہوکر) انتقال کر گئے۔ عام لوگ یہ غلط خیال کرنے لگے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوڑوں سے انتقال کر گئے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوڑوں سے ہرگز فوت نہیں ہوئے"۔

حافظ ابنِ عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ:

یہی تفصیل حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۶۳ھ) نے بھی "الاستيعاب في معرفة الأصحاب" میں لکھی ہے، البتہ "الاستيعاب" میں یہ اضافہ بھی ہے:

---

[1] مصنف عبد الرزاق: كتاب الأشربة، باب الشراب في رمضان وحلق الرأس، ۲۳۰/۹ رقم: ۱۷۰۴۷، ت: حبيب الرحمن الأعظمي، من منشورات المجلس العلمي، الطبعة ۱۳۹۲ھ.

"...وأما أهل العراق فيقولون : إنَّه مات تحتَ سياطِ عمرَ، وذلك غَلَطٌ". [1]

"......اور عراقیوں میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ ابو شحمہ کا انتقال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوڑے لگنے کی وجہ سے ہوا ہے، حالاں کہ یہ غلط ہے"۔

اہم نتائج:

تنزیہ الشریعہ، مصنف عبد الرزاق اور استیعاب میں جن حقائق کو بیان کیا گیا ہے، ان سے دو بنیادی نتائج حاصل ہوتے ہیں:

۱......ابو شحمہ عبد الرحمان کو ابتداء نبیذ نوشی کی وجہ سے کوڑے مارے گئے تھے، البتہ زنا کو ابو شحمہ کی طرف منسوب کرنا باطل اور من گھڑت ہے۔

۲......مصر میں حد نافذ ہونے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں ابو شحمہ کو دوبارہ کوڑے تادیباً مارے تھے، اور ابو شحمہ کا انتقال اس حد کے بعد کوڑے کھانے سے نہیں ہوا، بلکہ ان کا انتقال عام طبعی موت سے ہوا ہے؛ چنانچہ "مصنف عبد الرزاق" کے یہ الفاظ ہمارے قول کی دلیل ہیں: "فلَبِث شهراً صحيحاً، ثمّ أصابه قَدَرُه فمات...". یعنی (ابو شحمہ کوڑے لگنے کے بعد) ایک ماہ تک تندرست رہے، پھر اس کے بعد (بیمار ہوکر) انتقال کر گئے، البتہ عراق میں یہ مشہور ہو گیا کہ ابو شحمہ کا انتقال کوڑے لگنے کیوجہ سے ہوا ہے، حالاں کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔

یہی اس تاریخی واقعے کی حقیقت ہے، اس کے علاوہ دیگر پیوند کاری کا اسلامی تاریخ سے کوئی تعلق نہیں، لیکن قصہ گو لوگوں کو موقع ہاتھ لگ گیا اور انہوں نے سابقہ طویل من گھڑت حکایت اس واقعہ پر چسپاں کر دی۔

---

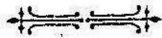
[1] الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ۸۴۲/۲، رقم: ۱۴۴۳، ت: علي محمد البجاوي، دار الجليل۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ.

تحقیق کا خلاصہ:

آخر میں ہم علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں، جو اس پورے مضمون کا خلاصہ اور قول فیصل کی حیثیت رکھتی ہے:

"ولیس بعَجَبٍ أنْ یکون شرب النبیذ متأوِّلاً، فسَکِرَ عن غیر اختیار، وإنّما ـ لمّاقدِم علی عمر ـ ضَرَبه ضَرْبَ تادیبٍ لا ضَرْبَ حدٍّ، فمرِض بعد ذلک، لامِنَ الضَّرْب ومات، فلقد أبدوا فیه القصّاص وأعادوا". [1]

"اور اس بات کا بھی پورا امکان ہے کہ ابوشحمہ نے نبیذ جائز سمجھ کر پی ہو، اور بے اختیار نشہ میں آگئے ہوں، اور ابوشحمہ جب مدینہ منورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹے، تو آپ نے بطور تادیب ان کو کوڑے لگائے نہ کہ حد نافذ کرنے کے لیے، اس کے بعد ابوشحمہ (قضائے الٰہی سے) بیمار ہو گئے، یہ نہیں کہ کوڑے لگنے سے بیمار ہوئے، اور (اسی طبعی بیماری کے حالت میں) انتقال کر گئے، پھر قصہ گوؤں نے (اپنی طرف سے) باتیں بنائیں اور وہی اس میں اضافے بھی کرتے رہے"۔



[1] الموضوعات: کتاب المستبشع مِنَ الموضوع علی الصحابة رضی اللہ عنہم باب ماروي أن عمر رضی اللہ عنہ جلد إبناً له حتی مات ۲۶۹/۳، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبدالمحسن صاحب المکتبة السلفیة بالمدینة المنورة، الطبعة الأولی ۱۳۸۶ھ۔

روایت نمبر: (۳)

روایت: ایک بدّو کا آپ ﷺ سے ۲۴ سوالات کرنا۔

حکم: سنداً ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے۔

اسلامی تاریخ کا ہر آنے والا دور ایک مضبوط بندھن کے ساتھ عہدِ رسالت سے جڑا ہوا ہے، اس مبارک ربط کو محدثین کی اصطلاح میں ''اسناد'' کہا جاتا ہے، یہ سند نہ صرف مخبر صادق حضرت محمد ﷺ کے اقوال ہم تک پہنچاتی ہے، بلکہ ان احادیث کو اسی سند کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے امرِ دین (دینی معاملات) میں ''اسناد'' کا مقام ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

''مَثَلُ الذي يَطلُبُ أمرَ دِينِه بلا إسنادٍ، كمثلِ الذي يرْتَقِي السَّطْحَ بِلاَ سُلَّمٍ''.[1]

جو شخص سند کے بغیر اپنے دین کو تلاش کرنا چاہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سیڑھی کے بغیر چھت پر چڑھنے کا خواہشمند ہو۔

یہی وجہ ہے کہ محدثینِ کرام نے ''اسناد'' کی مضبوط باڑ خیر القرون ہی میں قائم کر لی تھی، تاکہ ذخیرۂ احادیث کو خس وخاشاک سے بچایا جاسکے، چناں چہ آپ ﷺ کے انتساب سے صرف ایسی بات کی جاسکتی ہے جو کسی معتبر سند سے ثابت ہو، اسی تناظر میں حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرا قول سنہرے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے:

''... عن عبدان، قال: سمعتُ عبد الله بن المبارك يقول: الإسناد عندي مِنَ الدين، ولولا الإسناد لَقَالَ مَنْ شاء: ما شاء، ولكن إذا قيل

[1] الإسناد من الدين: ۱٦، تاليف: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ.

له: مَنْ حَدَّثك؟بقي![ساكتاً منقطعاً مفحماً]قال عبدان: ذَكَرَ- أي عبد الله بن المبارك- هذا عند ذكر الزَنَادِقَة وما يَضَعُون مِنَ الأحاديث". [1]

"......حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ عبدان بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میرے نزدیک اسناد دین میں سے ہے، اگر اسناد نہ ہوتی تو یقیناً ہر شخص جو چاہتا سو کہتا رہتا، لیکن جب اس سے پوچھا جائے کہ آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی ہے؟ تو وہ خاموش، چپ کھڑا ہو جاتا ہے! عبدان فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول زَنادقہ اور ان کی من گھڑت روایتوں پر گفتگو کے دوران فرمایا تھا"۔

بہر حال اَسلاف کے اس منہج کو باقی رکھتے ہوئے، ہر فردِ امت کو اسلامی تعلیمات کے بارے میں حساس رہنے کی ضرورت ہے، اسی مقصود کے پیشِ نظر ذیل میں ایک ایسی ہی روایت پیش کی جارہی ہے، جو اگرچہ کسی معتبر سند سے ثابت نہیں ہے، اس کے باوجود یہ روایت زبان زدِ عام ہے، حالاں کہ آپ جان چکے ہیں کہ ایسی بے اصل حدیثیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا ہرگز جائز نہیں۔

روایت کا عنوان:

ایک بدُّو کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۴ سوالات کرنا۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

اِس روایت کی تحقیق چار بنیادی اَجزاء پر مشتمل ہے:

۱- روایت اور اس کے مصادر اصلیہ

---

[1] الإسناد من الدين: ۱۶، ۱۷ تاليف:الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة،مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب،الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ.

۲- سند کی تحقیق

۳- روایت کا فنی حکم

۴- زیرِ بحث روایت کا ایک غلط انتساب اور اس کا سبب

روایت اور اس کے مصادر:

علامہ علاء الدین علی المتقی الہندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۵ھ) "کنز العُمّال" [1] میں لکھتے ہیں:

"قال الشيخ جلال الدين السيوطي رحمه الله تعالى: "وَجَدْتُ الشيخ شمس الدين بن القَمّاح في مجموعٍ له، عن أبي العباس المُسْتَغْفِرِي قال: قَصَدْتُ مِصْرَ أُرِيدُ طَلَبَ العِلْمِ مِنَ الإمام أبي حامد المِصْرِي والْتَمَسْتُ منه حديث خالد بن الوليد، أَمَرَنِي بصوم سَنَةٍ، ثُمّ عاوَدْتُه في ذلک، فأَخْبَرَني بإسناده عن مَشَايِخِه إلى خالد بن الوليد رضي الله عنه، قال: جاء رجلٌ إلى النبي صلى الله عليه وسلم...".

"علامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ شمس الدین ابن القماح کے ایک "مجموعہ" میں یہ روایت ملی، جس میں ابو العباس مستغفری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مروی تھا کہ میں نے ایک دفعہ علم کی تلاش میں ابو حامد مصری کے پاس مصر جانے کا ارادہ کیا، وہاں پہنچ کر میں نے ان سے حدیثِ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی التماس کی، انھوں نے مجھے ایک سال روزے رکھنے کا حکم فرمایا، پھر میں نے اس بارے میں ان سے دوبارہ گذارش کی، تو انھوں نے اپنے شیخ سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تک کی سند کے ساتھ مجھے یہ حدیث بیان کی:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] کنز العمال: کتاب المواعظ والرقائق والخطب والحکم، قسم الأفعال: ۱۶/ ۵۳، رقم: ۴۴۱۴۷، ت: محمود عمر الدمیاطي، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۲۴ھ.

خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں دنیا و آخرت کے متعلق آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: جو چاہے پوچھو، اس پر وہ شخص کہنے لگا:

"یا نبِيَّ الله! أحبُّ أنْ أكونَ أعلمَ الناس". اے اللہ کے نبی! میں سب سے بڑا عالم بننا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "اتَّقِ الله، تكُنْ أعلمَ الناس". اللہ کا خوف اختیار کرلو، سب سے بڑے عالم بن جاؤ گے۔

وہ شخص کہنے لگا: "أحِبُّ أنْ أكونَ أغنى الناس". میں لوگوں میں سب سے زیادہ غنی بننا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "كُنْ قنعاً، تكُنْ أغنى الناس". قناعت اختیار کرو، لوگوں میں سب سے غنی بن جاؤ گے۔

وہ شخص کہنے لگا: "أحبُّ أن أكونَ خيرَ الناس". میں لوگوں میں سب سے بہتر بننا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "خيرُ الناس مَنْ يَنْفَعُ الناسَ، فكُنْ نافعاً لهم". لوگوں میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچانے والا ہو، چنانچہ تو بھی لوگوں کو نفع پہنچانے والا بن جا۔

وہ کہنے لگا: "أحبُّ أنْ أكونَ أعدلَ الناس". میں لوگوں میں سب سے بڑا عادل بننا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "أحِبَّ للنّاس ما تُحِبُّ لنفسک، تكُنْ أعدلَ الناس". جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی لوگوں کے لئے پسند کر، تو لوگوں میں سب سے بڑا عادل بن جائے گا۔

وہ کہنے لگا: "أحِبُّ أنْ أكونَ أخصَّ الناس إلى الله تعالىٰ". میں اللہ کی بارگاہ

میں سب سے خاص بندہ بنا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”أكثِرْ ذكرَ الله، تكنْ أخصَّ العباد إلى الله“. اللہ کا ذکر کثرت سے کر، تو اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ خاص بن جائے گا۔

وہ کہنے لگا: ”أحبُّ أن أكونَ مِنَ المُحسِنِين“. میں ان لوگوں میں ہونا پسند کرتا ہوں، جو احسان والے (صفتِ احسان کے ساتھ متصف) ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اُعْبُدِ الله كأنّك تراه، فإن لم تكُنْ تَراه فإنّه يراك“: اللہ کی عبادت ایسے کر، گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے، پھر اگر تو اسے نہیں بھی دیکھ رہا ہے، تو وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔

وہ کہنے لگا: ”أحِبُّ أنْ يَكْمُلَ إيماني“. میں چاہتا ہوں کہ میرا ایمان کامل ہو جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”حَسِّن خلقك، يَكْمُل إيمانُك“. اپنے اخلاق اچھے بنا لے، تیرا ایمان کامل ہو جائے گا۔

وہ کہنے لگا: ”أحِبُّ أنْ أكونَ مِنَ المُطِيعِين“. میں اللہ کے فرماں بردار بندوں میں سے بنا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”أدِّ فرائض الله، تَكُنْ مُطيعاً“. اللہ کے فرائض کو بجا لاؤ، اللہ کے مطیع بن جاؤ گے۔

وہ کہنے لگا: ”أحبُّ أنْ ألقى اللهَ نَقِياً مِنَ الذنوب“. میں چاہتا ہوں کہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر اللہ سے ملوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اغْتَسِلْ مِنَ الجَنابَة مُتطَهِّراً، تَلْقَى الله يومَ القيامة وما عليكَ ذَنْبٌ“. غسل جنابت خوب صفائی سے کیا کر، (ایسا کرنے پر) تو روزِ قیامت اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

وہ کہنے لگا: "أحِبُّ أنْ أحْشَرَ يومَ القيامة في النُّور". میں چاہتا ہوں روزِ قیامت مجھے نور میں اٹھایا جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "لا تَظْلِمْ أحداً، تُحْشَر يوم القيامة في النور". کسی پر ظلم مت کر، روزِ قیامت تجھے نور میں اٹھایا جائے گا۔

وہ کہنے لگا: "أحِبُّ أن يَرْحَمَني رَبّي". میں چاہتا ہوں کہ میرا رب مجھ پر رحم فرمادے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "ارْحَمْ نَفْسَک وارْحَمْ خَلْقَ الله، يَرْحَمک الله". اپنے آپ پر رحم کھا، اور اللہ کی مخلوق پر رحم کر، اللہ تجھ پر رحم کرے گا۔

وہ کہنے لگا: "أحب أنْ تَقِلَّ ذُنُوبِي". میں چاہتا ہوں کہ میرے گناہ کم ہو جائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "اسْتَغْفِرِ الله، تَقِلّ ذُنُوبُک". اللہ سے بخشش مانگ، تیرے گناہ کم ہو جائیں گے۔

وہ کہنے لگا: "أحِبُّ أنْ أكونَ أكرمَ الناسِ". میں چاہتا ہوں کہ لوگوں میں سب سے معزز بن جاؤں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "لا تَشْكُوَنَّ الله إلى الخَلْقِ، تَكُنْ أكرمَ الناس". لوگوں کے سامنے اللہ کی شکایت ہرگز مت کر، تو معزز ترین شخص بن جائے گا۔

وہ کہنے لگا: "أحِبُّ أنْ أكونَ مِنْ أحِبّاء الله ورسوله". میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب بننا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "أحِبّ ما أحَبَّ الله ورسوله، وأبغض ما أبْغَضَ الله ورسوله". جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ہو تو بھی اسے پسند کر، اور اللہ اور اس کے رسول جس چیز سے بغض رکھیں، تو بھی اس سے بغض رکھ۔

وہ کہنے لگا: "أحِبُّ أن أكونَ آمِناً مِنْ سَخَطِ الله". میں اللہ کی ناراضگی سے مامون رہنا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "لا تَغْضَبْ على أحدٍ، تَأْمَن مِنْ غَضَبِ اللّٰه وسَخَطِه". کسی پر غصہ مت ہو، تو اللہ کے غصے اور ناراضگی سے محفوظ رہے گا۔

وہ کہنے لگا: "أحبُّ أن تُستَجَابُ دَعْوَتِي". میں مستجاب الدعوات بننا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "اجْتَنِبْ الحرام، تُستَجَب دعوتُک". حرام سے پرہیز کر، مستجاب الدعوات بن جائے گا۔

وہ کہنے لگا: "أحبُّ لا يَفْضَحَنِي اللّٰه على رؤوس الأشْهَاد". میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ گواہوں کے سامنے مجھے رسوا نہ کرے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "احْفَظْ فَرْجَک، کیلا تَفْتَضِح على رؤوس الأشْهَادِ". اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر؛ تاکہ تو گواہوں کے سامنے رسوا نہ ہو۔

وہ کہنے لگا: "أحِبُّ أن يَسْتُرَ اللّٰه على عُيُوبِي". میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے عیبوں پر پردہ ڈال دے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "اسْتُرْ عُيُوبَ إخوانِک، يَسْتُر اللّٰه عليک عُيوبَک". اپنے بھائیوں کے عیبوں پر پردہ ڈال، اللہ تیرے عیبوں پر پردہ ڈال دے گا۔

وہ کہنے لگا: "ما الذي يَمْحُو عَنِّي الخَطَايَا؟". کون سی چیز میرے گناہوں کو مٹانے والی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "الدُمُوع والخُضُوع والأمْرَاض". آنسو اور عاجزی اور بیماریاں۔

وہ کہنے لگا: "أيّ حَسَنَةٍ أفْضَلُ عندِ اللّٰه؟". اللہ کے نزدیک کون سی نیکی سب سے افضل ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "حُسْنُ الخُلُقِ والتَّوَاضُع والصَّبْرُ على البَلِيّة والرِّضَاء بالقَضَاءِ". اچھے اخلاق، تواضع، مصیبت پر صبر اور اللہ کے فیصلے پر رضامندی۔

وہ کہنے لگا: "أيُّ سَيِّئَةٍ أعظمُ عندَاللهِ؟". اللہ کے نزدیک کون سی برائی سب سے بڑی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "سوءُ الخُلُقِ والشُّحّ المُطَاع". بداخلاقی اور وہ بخل جس کی اطاعت کی گئی ہو۔

وہ کہنے لگا، "ما الذي يُسكِّن غَضَبَ الرَّحْمٰنِ؟". رحمٰن کے غصے کو ٹھنڈا کرنے والی چیز کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إخفاءُ الصَّدَقَةِ وصِلَةُ الرَحِم". چھپ کر صدقہ کرنا اور صلہ رحمی۔

وہ کہنے لگا: "ما الذي يُطْفِئ نارَ جَهَنَّم؟". دوزخ کی آگ کو بجھانے والی چیز کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الصوم". روزہ۔

علامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۱۱ھ) نے "جامع الأحاديث" [1] میں یہ روایت نقل کی ہے، پھر یہی روایت شیخ علاء الدین علی المتقی الہندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۵ھ) نے "كنز العُمّال" میں امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

سند پر کلام:

امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول زیرِ بحث روایت میں کل تین راویوں کا ذکر ہے:

۱-قاضی شمس الدین ابن القماح

۲-ابوالعباس جعفر بن محمد بن المعتز بن محمد بن المستغفر النسفی المستغفری

---

[1] جامع الأحاديث الجامع الصغير وزوائده والجامع الكبير: المسانيد والمراسيل، ۷/ ۲۰۵، ۱۵۹۲۲، تحقيق: عباس أحمد صقر وأحمد عبدالجواد، دار الفكر-بيروت، الطبعة ۱۴۱۴ھ۔

۳-ابو حامد المصری

پہلے ان تینوں راویوں کے مختصر حالات لکھے جائیں گے؛ تا کہ روایت کی اسنادی حیثیت سمجھنا آسان رہے:

۱-قاضی شمس الدین ابن القَمَّاح:

قاضی شمس الدین ابن القماح، علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں، موصوف کے بارے میں علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ "طبقات الشافعية الكبرى" [۱] میں لکھتے ہیں:

"محمد بن أحمد بن إبراهيم بن حيدرة، شيخُنا في "صحيح مسلم" القاضي شمس الدين أبو المعالي ابن القماح صاحبُ المجاميع المفيدة، مولده سنة ست وخمسين وستمائة...وكان ذكِيَّ القَرِيحَةِ، قَوِيَّ الحَافِظَة، حافظاً لكثيرٍ مِنَ الفِقْهِ، حسنَ الحفظ للقرآن، كثيرَ التلاوة، وحَكَمَ بالقاهرة مُدَّةَ نِيَابَةٍ، توفي في ربيع الأول سنة إحدى وأربعين وسبعمائة بالقاهرة".

"......موصوف کئی مفید مجموعوں کے حامل تھے، آپ کی ولادت ۶۵۶ھ میں ہوئی ہے......آپ ذکی الفطرت، قوی حافظے والے، اکثر فقہی مضامین کے حافظ، قرآن کے اچھے حافظ اور کثرت سے تلاوت کرنے والے تھے، آپ نیابۃً قاہرہ میں قاضی تھے، آپ کا انتقال ۷۴۱ھ میں قاہرہ میں ہوا۔"

ایک اہم نکتہ:

قاضی شمس الدین ابو المعالی ابن القماح کے اس مختصر تعارف میں قابلِ غور امر یہ ہے کہ موصوف کے پاس ایسے مفید مجموعے موجود تھے، جن سے لوگ عام طور پر واقف

---

[۱] طبقات الشافعية الكبرى: الطبقة السابعة، ۷/۵۶، ت: مصطفى عبد القادر أحمد عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ.

تھے، زیرِ بحث روایت میں بھی علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ قاضی شمس الدین ابن القماح کے اسی مجموعے سے روایت نقل کررہے ہیں، اگرچہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی قاضی شمس الدین ابن القماح سے سماعت نہیں ہے، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور مقام پر بھی اس مجموعے کا ذکر کیا ہے، چنانچہ آپ "الشماريخ في علم التاريخ" [1] میں لکھتے ہیں:

"... قلتُ: وَوَقَفْتُ على ما يَعْضُدُ الأَوَّلَ، فرأيتُ بِخَطِّ ابن القماح في مجموعٍ له...".

"......میں (علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ میں ایک ایسی دلیل سے واقف ہوں جو پہلے قول کو ترجیح دیتی ہے، چنانچہ میں نے ابن القماح کے مجموعے میں ان کی یہ تحریر دیکھی ہے......"۔

حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الدُرَرُ الكَامِنَة" [2] میں موصوف کے حالات مزید تفصیل سے لکھے ہیں، ان میں اس "مجموعہ" کا ذکر بھی ہے، ملاحظہ ہو:

"وله مجاميعُ كثيرة مشتملة على فوائدَ غزيرة".

شمس الدین ابن القماح کے پاس ایسے کئی مجموعے تھے جو بہت سے فوائد پر مشتمل تھے۔

۲- ابو العباس جعفر بن محمد بن المعتز بن محمد بن المستغفر النسفی المستغفری، خطیب نَسَف:

علامہ سَمعانی رحمۃ اللہ علیہ موصوف کے بارے میں "الأنساب" [3] میں لکھتے ہیں:

"كانَ فَقِيهاً فَاضلاً و مُحَدِّثاً مُكْثِراً صَدُوقاً، يرجع إلى فَهْمٍ و مَعْرِفَةٍ

---

[1] الشماريخ في علم التاريخ: ذكر مبدا التاريخ الهجري، ١/ ١٢، ت: عبد الرحمن حسن محمود، مكتبة الآداب-القاهرة.

[2] الدُرَرُ الكامنة في أعيان المائة الثامنة: حرف الميم، ٢/ ١٨٥، ٣٣٤٨، ت: الشيخ عبد الوارث محمد علي، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨.

[3] الأنساب: باب الميم والسين، ٥/ ٢٧٠، رقم: ٩٨٥١، ت: محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ.

وإتْقَانٍ، جمع الجموع،وصَنَّفَ التصانيف وأحْسَنَ فيها، وكان قد رَحَلَ إلى خُرَاسَان، وأقام بِمَرْوَ وَ سَرَخْسَ مُدَّةً، وأكْثَرَ عن أبي علي زاهر بن أحمد السَرَخْسِي وما جَاوَزَه. . . ولم يَكُنْ بِمَنْ وَرَاءَ النَّهرِ في عَصْرِه مَنْ يَجْرِي مَجْرَاه في الجَمْعِ والتَّصْنِيفِ و فَهْمِ الحديث، وكانَتْ وِلاَدَتُه سنةَ خمسين وثلاثمائة، وَوَفَاتُه سَلْخَ جُمادى الأولى اثنتين وثلاثين وأربعمائة، وَزُرْتُ قَبْرَه بِنَسَف على طَرْفِ الوَادِي".

ابو العباس نَسَف کے خطیب تھے، آپ فقیہ، فاضل، بہت زیادہ احادیث بیان کرنے والے اور صدوق تھے، فہم اور معرفت واتقان کا مرجع تھے، بہت سے علوم کے جامع اور اچھی تصنیف وتالیف سے آراستہ تھے۔

آپ خراسان تشریف لے گئے، اس کے بعد مَرْ و اور سَرَخس میں ایک عرصہ قیام پذیر رہے، جہاں ابوعلی زاہر بن احمد سَرَخسی سے خوب احادیث حاصل کیں، اور موصوف سَرَخس سے آگے نہیں گئے......ابو العباس المستغفِر ی کے زمانے میں علاقہ ما وَرَاء النہر میں تصنیف وتالیف اورفہمِ حدیث میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا، آپ کی پیدائش ۳۵۰ھ اور وفات اواخر جمادی الاولی ۴۳۲ھ میں ہوئی ہے، اور میں نے (یعنی علامہ سَمعانی رحمۃ اللہ علیہ) نَسَف میں وادی کے کنارے ان کی قبر دیکھی ہے۔

۳-ابوحامد المصر ی:

اس روایت کے مطابق موصوف حافظ ابوالعباس المستغفری کے شیخ ہیں، لیکن تلاش بسیار کے باوجود موصوف کے حالات کتب رجال وغیرہ میں معلوم نہیں ہو سکے۔

سند کی تحقیق:

سند کا یہ اجمالی خاکہ ملحوظ رہے تاکہ آئندہ تفصیل آسانی سے سمجھ میں آجا سکے:

امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المولود ۸۴۹ھ-المتوفی ۹۱۱ھ)...... شمس الدین ابن القماح

(المولود ۶۵۶ھ - المتوفی ۷۴۱ھ)......ابو العباس المستغفری (المولود بعد ۳۵۰ھ - المتوفی ۴۳۲ھ)۔ ابو حامد المصری (ابو العباس المستغفری کے شیخ)......حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ (المتوفی ۲۱ھ)

امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور شمس الدین ابن القماح کے مابین سند:

اب ہم سند کا جائزہ لیتے ہیں، امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش (۸۴۹ھ) ہے اور آپ یہ روایت شمس الدین ابن القماح کے ''مجموعے'' سے نقل کررہے ہیں، جن کی تاریخ وفات (۷۴۱ھ) ہے، ظاہر ہے کہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی شمس الدین ابن القماح سے حدیث کی سماعت نہیں ہے، صرف ''مجموعہ'' سے بلاسماعت حدیث ذکر کی ہے، بالفاظِ دیگر امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور شمس الدین ابن القماح کے درمیان اتصال نہیں ہے، یہ بھی واضح رہے کہ اگرچہ کسی کتاب کی شہرت کے بعد، صاحب کتاب تک بعد والوں کی سند کا متصل ہونا ضروری نہیں رہتا، لیکن مذکورہ سند میں جس ''مجموعہ'' کا ذکر ہے، وہ شہرت کے اس مرتبے سے یکسر خالی ہے؛ اس لئے یہاں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ صاحب کتاب تک سند کی ضرورت نہیں ہے۔

شمس الدین ابن القماح اور ابو العباس المستغفری کے مابین سند:

شمس الدین ابن القماح، جن کی تاریخ پیدائش (۶۵۶ھ) ہے، وہ ابو العباس المستغفری سے ''عنعنہ'' (یعنی صیغۂ عن کے ساتھ روایت نقل کی ہے، سماعتِ حدیث کی وضاحت نہیں فرمائی) کے ساتھ روایت نقل کررہے ہیں، ابو العباس المستغفری کی وفات (۴۳۲ھ) ہے، ثابت ہوا کہ شمس الدین ابن القماح اور ابو العباس المستغفری کے مابین دو صدی سے زائد تک سند منقطع ہے۔ پھر سند میں مذکور ابو العباس المستغفری (المولود بعد ۳۵۰ھ) کے شیخ ابو حامد المصری کا ترجمہ کتبِ رجال میں نہیں ملتا۔

ابو حامد مصری اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مابین سند:

مذکورہ سند میں اگرچہ یہ لکھا گیا ہے کہ ابو حامد المصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (المتوفی ۲۱ھ) تک سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی، لیکن سند کے راویوں کو عملاً ذکر نہیں کیا گیا، اور ظاہر ہے کہ صرف سند کا تذکرہ ہی ثبوت حدیث کے لئے کافی نہیں ہوتا، بلکہ حدیث کا ثبوت یا عدم ثبوت سند کے راویوں پر موقوف ہوتا ہے، جس سے یہ روایت ابو حامد مصری سے آخر (خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) تک خالی ہے۔

سند کا خلاصہ:

خلاصۂ سند یہ رہا کہ شمس الدین ابن القماح (المولود ۶۵۶ھ۔ المتوفی ۷۴۱ھ) اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ (المتوفی ۲۱ھ) تک صرف دو راویوں کا نام صراحتاً ذکر کیا گیا ہے، ایک ابو العباس المستغفری (المولود بعد ۳۵۰ھ۔ المتوفی ۴۳۲ھ)، دوسرے ابو حامد المصری، جن کا ترجمہ بھی کتب رجال میں نہیں ملتا، ان کے علاوہ سند میں کسی کا نام مذکور نہیں ہے، اور احادیث میں صحت و سقم کا معیار سند کے راوی ہوتے ہیں، جن کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کے اُقوال اور فنی تفصیلات کو سامنے رکھ کر، ردّ و قبول کا مرحلہ طے کیا جاتا ہے؛ اس لئے اس حدیث کے ثبوت کے لئے مذکورہ سند بالکل کافی نہیں ہے۔

ایک اہم نکتے کی وضاحت:

زیرِ بحث قصے میں یہ ہے کہ ابو العباس المستغفری نے ابو حامد المصری سے یہ حدیث مصر میں حاصل کی ہے، حالانکہ علامہ سَمعانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ماقبل میں گذر چکا ہے کہ ابو العباس المستغفری نَسَف کے خطیب تھے، اس کے بعد مَرو اور سَرَخس تک تشریف لائے ہیں لیکن سَرَخس سے آگے آپ نہیں گئے، حالانکہ زیرِ بحث روایت

میں ہے کہ آپ اس روایت کے حصول میں سرخس سے آگے مصر تک گئے، بہر حال علامہ سَمعانی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ تصریح اس روایت کے بالکل متضاد ہے، جس سے اس روایت کا ساقط الاعتبار ہونا اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے۔

روایت کا فنی مقام اور حکم:

آپ تفصیل سے جان چکے ہیں کہ زیر بحث روایت کی سند ہی ثابت نہیں ہے؛ کیونکہ پوری سند میں صرف دو راویوں کے نام مذکور ہیں، جن میں سے ایک کا تو ذکر ہی کتبِ رجال وغیرہ میں نہیں ملتا، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ایسا کلام ہی منسوب ہو سکتا ہے جو پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہو، بصورت دیگر روایت قابل التفات وبیان نہیں رہتی، چنانچہ شیخ عبد الفتّاح ابو غُدّہ رحمۃ اللہ علیہ "المَصنُوع في معرفة الحديث الموضوع للعلامة علي القاري" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"...وإذا كان الحديث لا إسنادَ له، فلا قيمةَ له ولا يُلْتَفَتُ إليه، إذ الإعتماد في نقل كلام سيّدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم إلينا، إنّما هو على الإسناد الصحيح الثابت أو مايقع موقعَه، وما ليس كذلک فلا قيمةَ له". [1]

"......اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت اور غیر قابل التفات ہے؛ کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو نقل کرنے میں اعتماد صرف اسی سند پر ہو سکتا ہے، جو صحیح سند سے ثابت ہو یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے"۔

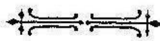
خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ روایت کسی "معتبر سند" سے ثابت نہیں ہے: اس لئے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

[1] المصنوع: شذرات في بيان بعض الاصطلاحات، ص: ١٨، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، ايچ ايم سعيد كمپنى كراچى.

زیرِ بحث روایت کا ایک غلط انتساب اور اس کا سبب:

واضح رہے کہ زیرِ بحث روایت بعض کتابوں میں "مسند أحمد" کی طرف منسوب کر کے لکھی گئی ہے، لیکن یہ نسبت بالکل غلط ہے؛ کیونکہ مسند احمد میں مسند خالد بن الولید [1] کے تحت کل ۱۴ روایتیں ہیں، (رقم الحدیث: ۱۶۹۳۵ سے رقم الحدیث: ۱۶۹۴۸ تک) جن میں اس روایت کا کوئی ذکر نہیں، اور صرف یہی نہیں بلکہ مسانید، سنن، معاجم غرض یہ کہ ہماری جستجو کے مطابق متونِ حدیث اور اجزاء حدیثیہ میں کہیں بھی یہ روایت مسنداً موجود نہیں ہے، صرف امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اس روایت کا ذکر ملتا ہے، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

ہمارے ایک محترم ساتھی مولانا اسد اللہ صاحب نے اس غلط انتساب کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ "منتخب کنز العمال"، "مسند أحمد" کے بعض نسخوں میں اس کے حاشیہ پر چھپی ہے، چنانچہ "کنز العُمّال" کی ایسی کئی احادیث ہیں، جو "مسند أحمد" کی جانب منسوب ہوتی رہی ہیں، ممکن ہے کہ "کنز العُمّال" کی زیرِ بحث روایت بھی اسی وجہ سے "مسند أحمد" کی جانب منسوب ہوئی ہو، اور بظاہر یہی وجہ ہے کہ بعض کتابوں میں اس حدیث کے حوالے میں (کنز العُمّال، مسند أحمد) یعنی دونوں حوالوں کو ایک ساتھ لکھا گیا ہے، واللہ اعلم۔



---

[1] مسند أحمد: مسند خالد بن الولید: ۵/ ۲۴۶، رقم: ۱۶۹۳۵-۱۶۹۴۸، عالم الکتب- بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۹ھ۔

روایت نمبر: (۴)

روایت: آپ ﷺ کا وِصال سے قبل اپنی ذات پر قصاص اور بدلہ دِلوانا۔

حکم: عکاشہ نامی شخص کی جانب منسوب یہ تفصیلی قصہ من گھڑت ہے، البتہ سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کے قصاص کا واقعہ ثابت ہے، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

خاتم الانبیاء سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر ہر جزء انسانیت ساز پیغام سے لبریز ہے۔ آپ کی کمالِ عبدیت رحمتِ عرشِ بریں کا فیضان ہے، جو تا قیامت شریعت اسلامیہ کے محفوظ منہج پر انسانیت کو سامانِ رشد و ہدایت پہنچانے کی ضامن ہے۔ آپ ﷺ کے جامع، معیاری اور نجات دہندہ شب و روز، اسانید و تواتر کے مامون اور معتبر راستے سے ہم تک پہنچے ہیں، اس لئے عدل و صلاح پر مشتمل، اس اسلامی تاریخ کو تخلیط و تدلیس کی قطعاً حاجت نہیں، بلکہ دینی علوم میں اس افراط کو سمِ قاتل سمجھا جاتا ہے، چنانچہ جامع العلوم علّامہ عبدالحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

”ولْيَحذر القصّاص والخُطَباء الآمرون الزّاجرون حيثُ ينسبون كثيراً مِن الأمور إلى الحَضْرة المُقَدَّسة التي لم يَثبتْ وجودُها فيها، ويَظُنُّون أنَّ في ذلك أجراً عظيماً، لإثبات فضْل ذاتِ المُقَدَّسة وعُلُوّ قَدْرِها، ولا يَعْلَمُون أنَّ في الفضائل النَّبوِيَّة التي ثَبَتَتْ بالأحاديث الصَّحِيحَة غُنْيَةٌ عن تلك الأكاذيب الواهِية...“. [1]

”امر و زجر کرنے والے قصہ گو اور خطباء کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی جانب ایسی بہت سے باتیں منسوب کرتے ہیں جو آپ سے ثابت نہیں ہیں (یعنی معتبر سند سے ثابت نہیں ہے)، اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں اجرِ عظیم ہے؛ کیوں کہ اس میں آپ کی فضیلت اور علوشان کا بیان

---

[1] الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة: ١/ ١٢، دار الكتب العلمية بيروت.

ہے، اور وہ یہ نہیں جانتے کہ جو فضائل نبویہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں، وہ ان واہی جھوٹے فضائل سے مستغنی کرنے والے ہیں......"۔

آپ ﷺ کے عدل کی نظیر تلاش کرنا ایک بے سود امر ہے، آپ ﷺ سراپا انصاف کے پرتو ہیں، جس کا ثبوت اسلامی مُسنَد روایتیں اور ان کا تواتر ہے؛ اس لیے شریعت ایسی حکایات کی مداخلت ہرگز برداشت نہیں کرتی جن کا کوئی شرعی ثبوت نہ ہو، بلکہ من گھڑت روایت کو بیان کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں؛ اس لئے ہماری مجالس میں جہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ فکرِ آخرت اور اسلامی تعلیمات سے مزین ہوں، وہاں اسے غیر معتبر اور من گھڑت حکایات سے بچانا بھی اہم ترین فریضہ ہے، چنانچہ اسی مقصد کے پیشِ نظر ذیل میں آپ ﷺ کے عدل وانصاف پر مشتمل ایک ایسی ہی روایت ذکر کی جائے گی، جو من گھڑت ہونے کے باوجود زبان زدِعام ہے؛ اس لئے اس کو بیان کرنے سے شدت سے احتراز کرنا چاہیے۔

روایت کا عنوان:

آپ ﷺ کا وِصال سے قبل اپنی ذات پر قصاص اور بدلہ دِلوانا۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

واضح رہے کہ اس حدیث کی تحقیق چار اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- مصادرِ اصلیہ سے حدیث کی تخریج

۲- روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳- متہم راوی پر ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال

۴- گزشتہ تفصیلات سے ماخوذ روایت کا حکم

مصادرِ اصلیہ سے روایت کی تخریج:

امام سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ علیہ (۳۶۰ھ) "المعجم الکبیر" میں لکھتے ہیں:

"حدّثنا محمّد بن أحمد بن البراء، ثنا عبد المُنعم بن إدريس بن سِنان، عن أبيه، عن وَهْب بن مُنَبّه، عن جابر بن عبد الله ﷺ، وعبد الله بن عبّاس ﷺ في قول الله عزّ وجلّ: ﴿إذا جَاءَ نَصْرُ اللّٰه وَالفَتْحُ...﴾". [1]

"المعجم الکبیر" کی مذکورہ روایت پانچ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، ہم یہاں واقعے کو اختصاراً ذکر کریں گے۔

جب سورت ﴿إذا جَاءَ نَصْرُ اللّٰه وَالفَتْحُ﴾ نازل ہوئی، تو آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار کو مسجد میں جمع فرمایا، اور خطبہ ارشاد فرمایا، پھر کچھ گفتگو کرنے کے بعد فرمایا:

"أنا أَنْشِدُ كم بالله وبِحَقِّي عليكم، مَنْ كانتْ له قِبَلي مَظْلِمَةٌ فلْيَقُمْ، فلْيَقْتَصّ منّي قبْل القِصاص في القيامة".

میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، اور تمہیں میرے حق کا واسطہ ہے کہ جس شخص پر میں نے کوئی زیادتی کی ہو، تو قیامت میں قصاص لینے سے پہلے ابھی آکر اپنا بدلہ مجھ سے لے۔

آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا، آخر ایک بوڑھا شخص جسے عکاشہ کہا جاتا تھا، اٹھ کر سامنے آیا اور کہا کہ اگر آپ بار بار یہ بات نہ فرماتے، تو میں اس کام کی جرأت نہیں کرتا، پھر اس نے اپنا قصہ بیان کیا کہ ایک غزوے سے واپسی پر میری اونٹنی آپ ﷺ کے قریب پہنچی، تو میں نیچے اتر گیا اور آپ ﷺ کی ران پر بوسہ لینے کے لئے آپ ﷺ کے قریب ہوا، آپ ﷺ نے ایک چھڑی اٹھا کر میرے پہلو میں چبھودی، نہ جانے آپ نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا یا آپ اونٹنی کو مارنا چاہتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"أُعيذُك بجَلال الله أنْ يَتَعَمّدَك رسُولُ الله ﷺ بالضرْب".

---

[1] المعجم الكبير: ۲/ ۱۹۳، رقم: ۲۶۱۰، ت: أبو محمد الأسيوطي، دار الكتب العلمية ـ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۸ھ.

میں تمہیں اس بات سے اللہ کی پناہ دیتا ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ تمھیں جان بوجھ کر ماریں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بلال! جاؤ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پتلی لمبی چھڑی لے آؤ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ سر پر ہاتھ رکھے، یہ واویلا کرتے ہوئے گئے: "هذا رسولُ اللّٰه ﷺ يُعطِي القِصاصَ مِنْ نفسِه". یہ اللہ کے رسول اپنے پر قصاص دلوانا چاہتے ہیں۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پتلی لمبی چھڑی مانگی، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ میرے والد کو چھڑی سے کیا کام؟ نہ تو یہ حج کے ایام ہیں اور نہ یہ کسی غزوہ کا موقع ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ ﷺ اس چھڑی سے اپنے پر قصاص دلوانا چاہتے ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ کون شخص ہے، جو آپ ﷺ سے قصاص لینا چاہ رہا ہے؟ اے بلال! حسنین رضی اللہ عنہما سے کہو، اس شخص سے کہہ دیں کہ ہم سے بدلہ لے لو، مگر اسے حضور ﷺ سے قصاص نہیں لینے دینا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مسجد آ کر چھڑی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کردی۔ آپ نے چھڑی عکاشہ کو تھمادی۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے جب یہ منظر دیکھا تو عکاشہ سے کہا: ہم تمہارے سامنے حاضر ہیں، ہم سے بدلہ لے لو، لیکن حضور ﷺ سے قصاص مت لو۔

آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمایا: "امْضِ يا أبا بكر! وأنت يا عُمر! فامْضِ فقد عرَف اللّٰه مكانَكما ومقامَكما".

اے ابوبکر! جانے دو، اور اے عمر تم بھی جانے دو، اللہ تعالیٰ تم دونوں کا مرتبہ اور مقام پہچان چکے ہیں۔

پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، اور کہا: اے عکاشہ! میری پیٹھ اور پیٹ حاضر ہے، چاہے بدلے میں سو چھڑیاں مار لو، مگر رسول اللہ ﷺ سے قصاص مت لو، آپ ﷺ نے فرمایا: "يا عليّ! اقْعُدْ فقد عرَف اللّٰه عزّ وجلّ مقامَك ونيّتَك".

اے علی! بیٹھ جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقام اور نیت کو پہچان لیا ہے۔

پھر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کھڑے ہو گئے، اور کہا: اے عکاشہ! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں، ہم سے قصاص لینا ایسے ہی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قصاص لینا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

"اُقْعُدَا یاقُرَّةَ عَیْنِي! لا نسِي اللّٰہ لکما ھذا المقامَ".

اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! تم بیٹھ جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس مقام کو فراموش نہیں فرمایا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عکاشہ! اگر مارنا چاہتے ہو تو مارو۔ عکاشہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اُس وقت میرا پیٹ برہنہ تھا، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا ہٹا لیا، مسلمانوں کی چیخیں بلند ہوگئیں اور کہنے لگے، دیکھو تو! کیا عکاشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنا چاہتا ہے؟ جب عکاشہ کی نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برہنہ پیٹ پر پڑی، تو لپک کر آپ کے پیٹ کا بوسہ لیا، اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کس کا جی چاہے گا کہ آپ سے بدلہ لے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إمّا أنْ تضرِبَ، وإمّا أنْ تعفُوَ".

یا تو مارو، اور یا معاف کردو۔

پھر عکاشہ نے کہا کہ میں آپ کو اس امید پر معاف کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت مجھے بھی معاف کردے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَن أراد أنْ یَنْظُرَ إلی رَفِیْقِي، فلْینظُرْ إلی ھذا الشَّیخ".

جو شخص جنت میں میرے ساتھی کو دیکھنا چاہے تو وہ اس بوڑھے شخص کو دیکھ لے، چنانچہ لوگوں نے کھڑے ہو کر عکاشہ کی پیشانی پر بوسہ دینا شروع کردیا اور انہیں مبارک باد دی۔

اس کے بعد اس روایت میں دیگر مضامین بھی تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں۔

امام ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ (۴۳۰ھ) نے "حلیة الأولیاء"[1] میں امام طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی سند کے مطابق اس روایت کی تخریج کی ہے۔

---

[1] حلیة الأولیاء، وھب بن منبه، ۷۳/۴، ناشر: دار الکتب العلمیة، الطبعة الأولی ۱۴۰۹ھ۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

متقدمین ومتاخرین ائمہ حدیث نے "المعجم الکبیر" کی زیرِ بحث روایت کا فنی مقام ان کتب میں ذکر کیا ہے:

۱- "كتاب الموضوعات" تالیف حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۷ھ)۔

۲- "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" تالیف حافظ نور الدین ہَیْثَمی (۸۰۷ھ)۔

۳- "اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة" تالیف علامہ جلال الدین سُیوطی (۹۱۱ھ)۔

۴- "تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الموضوعة" تالیف علامہ ابن عَرّاق (۹۶۳ھ)۔

۵- "الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة" تالیف علامہ عبد الحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ)۔

ذیل میں اِن محدثین کرام کا کلام تفصیل سے لکھا جائے گا:

۱- حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۷ھ) رقمطراز ہیں:

"هذا حديثٌ موضوعٌ محال، كَافأ الله مَن وضَعَه وقبّح مَن يَشِيْنُ الشَّريعة بمثل هذا التخْلِيط البارِد، والكلامِ الذي لا يَلِيقُ بالرَّسولِ ﷺ ولا بالصَّحابة رضي الله عنهم، والمُتَّهَمُ به عبد المُنْعِم بن إدريس، قال أحمد بن حنبل: كان يَكْذِبُ على وهْبٍ، وقال يحيى: كذّاب، خَبِيثٌ، وقال ابن المَدِينِي وأبوداود: ليس بثِقَةٍ، وقال ابنُ حِبّان: لا يحِلُّ الاحتِجاج به، وقال الدّارَقُطْنِي: هو وأبوه متروكان". [1]

---

[1] كتاب الموضوعات: ۱/ ۲۹۷، باب ذكر وفاته ﷺ، تحقيق: عبد الرحمن محمد عثمان، ناشر: المكتبة السلفية - المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ۱۳۸٦ھ۔

یہ موضوع اور محال روایت ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گھڑنے والے کو اس کی سزا دے، اور اللہ اس شخص کا بُرا کرے جو شریعت کو ایسی سرد (بے بنیاد) ملاوٹوں اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان سے بعید باتیں لاکر عیب دار بنائے۔ اس حدیث میں عبد المنعم بن ادریس متہم ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبد المنعم، وہب پر جھوٹ بولتا تھا۔

یحیی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ کذاب، خبیث شخص ہے۔

ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے عبد المنعم کو "لیس بثقة" (جرح) کہا ہے۔

ابن حبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبد المنعم سے احتجاج جائز نہیں ہے۔

دارقُطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبد المنعم اور اس کے والد دونوں "متروک" (شدید جرح) ہیں۔

۲- حافظ نور الدین ہَیثَمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ نور الدین ہَیثَمی رحمۃ اللہ علیہ (۸۰۷ھ) لکھتے ہیں:

"رواه الطَبَراني، وفيه: عبد المُنعِم بن إدريس، وهو كذّابٌ، وضّاعٌ". [1]

طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے روایت کیا ہے، اور سند میں عبد المنعم بن ادریس ہے، جو کذّاب (جھوٹا)، روایت گھڑنے والا ہے۔

۳- علامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۱ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"موضوعٌ، آفتهُ عبد المُنعِم". [2]

یہ من گھڑت روایت ہے، اس میں عبد المنعم آفت (کلمۂ جرح) ہے۔

---

[1] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۱۱/۶۰۵، رقم: ۱۳۲۵۳، ت: عبد الله محمد الدرويش، دار الفكر- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ۔

[2] اللآلي المصنوعة: ۱/۲۵۷، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

۴-علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ (۹۶۳ھ) لکھتے ہیں:

"(نع) في "الحِلْيَة" مِن طريق عبد المُنْعِم بن إدريس، وهو المُتَّهَم به". [1]

ابونعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت "حلية الأولياء" میں عبدالمنعم بن ادریس کی سند سے تخریج کی ہے، اور وہی (عبدالمنعم) اس میں متہم ہے۔

۵-علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

"الحديثُ المذكورُ بتمامِه في كتاب الموضوعات لا بن الجَوزي، قال ابن الجَوزي: هذا موضوعٌ، وآفته عبد المُنْعِم، انتهى. أي عبد المُنْعم بن إدريس بن سِنان الراوي عن أبيه، عن وهْب، وعنه محمّد بن أحمد بن البراء، وعنه سليمان بن أحمد الطَبَراني، وعنه أبو نعيم، وأقرّه عليه السُّيوطي في "اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة"، وابن عرّاق في "تنزيه الشريعة" عن الأحاديث الموضوعة...". [2]

مذکورہ حدیث مکمل "كتاب الموضوعات لابن الجوزي" میں موجود ہے، ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ موضوع روایت ہے اور اس میں عبدالمنعم آفت ہے......"۔

روایت پر محدثین کے کلام کا خلاصہ:

سابقہ نصوص کا حاصل یہ ہے کہ حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ

---

[1] تنزيه الشريعة: كتاب المناقب والمثالب، الفصل الأول، ۱/۲۳۱، رقم: ۱۳، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ.

[2] الآثار المرفوعة: ۱/۴۰، ناشر: دار الكتب العلمية-بيروت.

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اس سب محدثین کرام کے نزدیک یہ من گھڑت روایت ہے، اور سند میں مذکور عبدالمُنعِم بن ادریس نے اس کو گھڑا ہے، اب ذیل میں مذکورہ روایت سے قطع نظر، عبدالمنعم کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال پیش کیے جائیں گے؛ تاکہ ائمہ رجال کے اقوال کی روشنی میں بھی روایت کا جائزہ لیا جاسکے۔

عبدالمُنعِم بن ادریس بن سِنان بن کُلَیب (٢٢٨ھ) کے بارے ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال:

حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (٧٤٨ھ) "میزان الاعتدال" میں لکھتے ہیں:

"مشهور قصاص، ليس يُعتَمَدُ عليه، تَرَكه غيرُ واحد، وأفصح أحمدُ بن حنبل، فقال: كان يكذِب على وهْب بن مُنبّه، وقال البخاري: ذاهبُ الحديث...، وقال ابن حِبّان: يضعُ الحديثَ على أبيه وعلى غيرِه". [1]

یہ مشہور قصہ گو ہے، غیر معتمد شخص ہے، کئی محدثین نے اسے ترک کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالمنعم کے بارے میں صاف کہا ہے کہ وہ وہب بن منبہ پر جھوٹ بولتا تھا، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "ذاهب الحديث" (کلمۂ جرح) کہا ہے...... ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبد المنعم اپنے والد اور ان کے علاوہ دوسروں پر احادیث گھڑتا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (٨٥٢ھ) "لسان المیزان" میں لکھتے ہیں:

"نقل ابن أبي حاتم عن إسماعيل بن عبد الكريم: مات إدريس وعبد المُنْعم رَضِيعٌ، وكذا قال أحمد إذ سُئِل عنه: لمْ يسمعْ من أبيه شيئاً، وقال عبد الخالق بن منصور عن ابن مَعِين: الكذّاب الخبيث، قيل له:

---

[1] ميزان الاعتدال: ٢/٦٦٨، ترجمة: ٥٢٧٤، تحقيق: علي محمد البجاوي، ناشر: دار المعرفة - بيروت.

يا أبا زَكَرِيّا! بِمَ عرفته؟ قال: حدَّثني شيخٌ صدقٍ أنّه رآه في زمَن أبي جعفر يَطْلُبُ هذه الكتبَ من الوَرّاقين، وهو اليوم يدّعِيها، فقيل له: إنّه يروي عن مَعْمَر، فقال: كذّابٌ.

وقال الفلاس: متروكٌ، أخذ كتبَ أبيه، فحدّث بها، ولم يَسمعْ من أبيه شيئاً، وقال البرذعي عن أبي زُرْعة: واهي الحديث، وقال أبو أحمد الحاكم: ذاهبُ الحديث، وقال ابن المَدِيني: ليس بثقةٍ، أخذ كُتُباً فرواها، وقال النسائي: ليس بثقةٍ، وقال الساجي: كان يشتري كتبَ السيرة، فيرويها، ماسمِعها من أبيه، ولا بعضَها". [1]

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل بن عبدالکریم سے نقل کیا ہے کہ عبدالمنعم کے والد ادریس کا انتقال عبدالمنعم کی شیر خوارگی کی حالت میں ہوا تھا، یہی بات احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہی ہے، جب ان سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا: عبدالمنعم نے اپنے والد سے کچھ نہیں سنا۔

عبدالخالق بن منصور، ابن مَعین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ عبدالمنعم کذاب خبیث ہے، جب ان سے پوچھا گیا: آپ نے اسے کیسے پہچان لیا؟ ابن مَعین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے: ایک سچے شیخ نے کہا تھا کہ میں نے عبدالمنعم کو ابو جعفر کے زمانہ میں کتب فروشوں سے کتابیں طلب کرتے دیکھا تھا، آج انھیں کتابوں کا وہ دعوے دار ہے، پھر ابن مَعین رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ وہ معمر سے روایت نقل کرتا ہے، ابن مَعین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ جھوٹا ہے۔

فلاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبدالمنعم "متروک" (شدید جرح) ہے، اپنے والد کی کتابیں لے کر ان سے حدیثیں بیان کرنا شروع کردی، حالاں کہ

---

[1] لسان الميزان: ۵/ ۲۷۹، ترجمة: ۴۹۳۹، ت: شيخ عبد الفتاح أبو غُدّة، دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

اس نے اپنے والد سے کچھ نہیں سنا۔

برذعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوزُرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ عبدالمنعم "واهي الحديث" (کلمۂ جرح) ہے۔

ابواحمد حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "ذاهب الحديث" (کلمۂ جرح) کہا ہے۔

ابن مَدِینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبدالمنعم ثقہ نہیں ہے، کتابیں لے کر اس میں سے احادیث بیان کرنا شروع کردی۔

ساجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبدالمنعم سیرت کی کتابیں خرید کر ان سے روایتیں بیان کرتا تھا، ان روایتوں کو اس نے اپنے والد سے نہیں سنا، حتی کہ بعض حدیثیں بھی نہیں سنیں۔

ائمہ رجال کے اقوال کا خلاصہ:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام یحیی بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حِبان رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو زُرعہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ دارقُطنی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ فلاس رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سُیوطی، حافظ ہَیثمی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی، حافظ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ ان سب محدثینِ کرام نے عبدالمُنعِم بن ادریس کے بارے میں جرح کے شدید ترین جملے استعمال فرمائے ہیں، مثلاً:

عبدالمنعم، وہب پر جھوٹ بولتا تھا (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)۔

وہ کذاب خبیث شخص ہے (امام یحیی بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ)۔

عبدالمنعم اپنے والد اور ان کے علاوہ دوسروں پر احادیث گھڑتا تھا (حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ)۔

سند میں عبدالمنعم بن ادریس ہے، جو کذّاب، روایت گھڑنے والا ہے (حافظ ہَیثمی رحمۃ اللہ علیہ)۔

یہ من گھڑت روایت ہے، اس میں عبدالمنعم آفت ہے (حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)۔

"متروک" (دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ فلاس رحمۃ اللہ علیہ)۔

"واھي الحدیث" (امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ)۔

یہ مشہور قصہ گو ہے، غیر معتمد شخص ہے، کئی محدثین نے اسے ترک کیا ہے (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)۔

"متہم" (حافظ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ)۔

بہر حال ائمہ رجال کے ان اقوال کی روشنی میں زیرِ بحث روایت کا باطل ہونا ایک واضح امر ہے۔

دو اہم نکات:

محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کا سابقہ تفصیلی کلام ہی اس روایت کو باطل اور من گھڑت کہلانے کے لیے کافی ہے، البتہ دو اہم نکات اس حدیث سے خاص تعلق رکھتے ہیں، جن کی موجودگی اس روایت کے من گھڑت ہونے کو اور بھی مؤکد کر دیتی ہے۔

۱......امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ساجی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں یہ بات بیان کی ہے کہ عبدالمنعم نے اپنے والد سے حدیث کی سماعت نہیں کی، اور وہ والد کی طرف منسوب کر کے احادیث گھڑتا تھا، واضح رہے کہ عبدالمنعم زیرِ بحث حدیث میں اپنے والد سے ہی روایت نقل کر رہا ہے۔

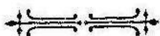
۲......دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب پر مشتمل ہے اور علامہ ساجی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق عبدالمنعم سیرت کی کتابیں خرید کر ان سے روایتیں گھڑتا تھا۔

روایت کا فنی حکم:

ائمہ حدیث کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے؛ لہذا اسے آپ ﷺ کی جانب منسوب کرکے بیان کرنا قطعاً جائز نہیں۔

واضح رہے کہ ایک قصہ صرف اس حد تک ثابت ہے کہ آپ ﷺ سے بدر کے دن، صف درست کرتے ہوئے ایک صحابی سواد بن غَزِیّہ رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں چھڑی چبھ گئی تھی، سواد بن غَزِیّہ رضی اللہ عنہ کے مطالبے پر آپ ﷺ نے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا، سواد بن غَزِیّہ رضی اللہ عنہ آپ کے بدن سے چمٹ گئے، آپ نے خوش ہوکر بھلائی کی دعا دی۔

("الاستيعاب في معرفة الأصحاب، رقم: ۱۱۱۲" و"الإصابة في تمييز الصحابة، رقم: ۳۵۷۵" وغيرهما)



روایت نمبر: ⑤

روایت: ”فِكْرَةُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَة“. ایک گھڑی کا غور و فکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، اس مضمون کے اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین ثابت ہیں، جو حکماً مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) ہیں۔ ذیل میں دو مزید حکایات کی تحقیق بھی پیش کی جائے گی۔

علوم الحدیث ساٹھ سے زائد علوم پر مشتمل ہے، جن میں تحقیقِ حدیث کی انتہائی حدود ”علل الحدیث“ کہلاتی ہے۔ علمِ حدیث کی اس شاخ کا اپنا علیحدہ مقام ہے، جو حدیث کی صحت و سُقم، رُوات کی جرح و تعدیل سے بالکل منفرد ہے، اس کی شرافت و اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس علم میں ”ثقات“ (قابلِ اعتماد راویوں) کی روایتیں موضوعِ بحث بنتی ہیں، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک حدیث ظاہری طور پر ”علت“ (حدیث کی صحت پر اثر انداز ہونے والے بعض اُمور) سے محفوظ نظر آتی ہے، اور ہر شخص کی نگاہ میں وہ مقبول و محتج (قابلِ استدلال) ہوتی ہے، لیکن امامِ علل اس فن کی روشنی میں بعض ایسی مخفی علتوں کو آشکارا کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ حدیث غیر مقبول بن جاتی ہے۔ پھر یہ علم کئی جہات پر منقسم ہے، جس میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ”ثقات“ کی روایتوں میں بعض اوقات حدیث کے وصل و اِرسال (سند کا متصل یا مرسل ہونا) یا وقف و رفع (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا صحابی رضی اللہ عنہ کا قول) کا اختلاف واقع ہو جاتا ہے، اس اختلاف کو ماہرِ علل اپنی فہمِ ثاقب، معرفتِ تامہ، اور کثرتِ ممارست سے سلجھاتا ہے، اس مضمون کو حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

"...والوجه الثاني: مَعْرِفَة مراتبِ الثِّقَاتِ وتَرْجِيحِ بَعضِهم على بعضٍ عند الاختلاف، إمَّا في الإسناد، وإمَّا في الوَصْلِ والإرْسَال، وإمَّا في الوَقْف والرَّفْعِ، ونحوذلك، وهذا هو الذي يَحْصُلُ مِنْ معرفتِه وإتقانِه (وكثرة ممارسته) الوقوف على دقائق عِلَلِ الحديثِ". [1]

''......دوسری قسم: اختلاف کی صورت میں ثقات کے مراتب کو پہچاننا اوران میں کسی ایک کو ترجیح دینا ہے، ثقات کا یہ اختلاف یا تو اسناد میں ہوگا، یا حدیث کے موصول یا مرسل (سند کا متصل یا مرسل) ہونے میں، یا حدیث کے مرفوع یا موقوف (آپ ﷺ کا قول یا صحابی رضی اللہ عنہ کا قول) ہونے میں، یا اس کے علاوہ کوئی بھی صورت ہوگی، اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کی معرفت، ان میں پختگی اور کثرتِ ممارست سے، عللِ حدیث کی باریکیوں پر واقفیت حاصل ہوجاتی ہے''۔

ایک اہم وضاحت:

اس اقتباس میں ''علمِ علل'' کا تعارف انتہائی اختصار سے کیا گیا ہے، ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ آئندہ پیش کی جانے والی تحقیق کو علمِ علل سے صرف یہ مناسبت ہے کہ اگر ایک حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طریق سے (خواہ یہ حدیثیں غیر ثقہ راویوں سے) مروی ہو، اور محدثینِ کرام کے سامنے ایسے قرائن اور دلائل ظاہر ہوجائیں، جس کی روشنی میں وہ کسی ایک جانب کو دوسرے پر ترجیح دے دیتے ہیں، البتہ علمِ علل میں مرفوع وموقوف کا اختلاف منفرد انداز کا ہوتا ہے؛ کیونکہ علمِ علل میں صرف ثقات کی حدیثیں زیرِ تحقیق ہوتی ہیں، اوران کی علتوں کی نشاندہی ایک پیچیدہ مرحلہ ہے، جس کی وضاحت صرف ماہرینِ علل ہی کرپاتے ہیں، تفصیلات کے لئے کتبِ علل دیکھی جاسکتی ہیں،

[1] شرح علل الترمذي: ۲/ ۶۶۳، ت: الدكتور همام عبد الرحيم، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الثالثة ۱۴۲۲ھ.

خصوصاً "شرح عِلَلِ الترمذي" میں علامہ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی سہل طریقے پر اس فن کی بیشتر جزئیات پر تبصرہ فرمایا ہے۔

اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

روایت کا عنوان:

"فِكْرَةُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَة".

تَرجَمہ: "ایک گھڑی کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے"۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

واضح رہے کہ اس حدیث کی تحقیق پانچ اجزاء پر مشتمل ہے:

۱-مصادرِ اصلیہ سے حدیث کی تخریج

۲-روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳-متکلم فیہ راوی پر ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال

۴-گزشتہ تفصیلات سے ماخوذ روایت کا حکم

۵-خاتمہ، اس میں مزید دو مشہور بے سند حدیثوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

حدیثِ مرفوع اور حدیثِ موقوف کی عام فہم تعریف:

اس حدیث کی تحقیق میں لفظِ مرفوع اور موقوف بہت کثرت سے استعمال ہوگا، اس لئے ذیل میں حدیث مرفوع اور حدیث موقوف کی عام فہم تعریف لکھی جاتی ہے:

حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ اپنے "مقدمة" [1] میں مرفوع اور موقوف کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو ما أُضِيْفَ إلى رسولِ الله ﷺ خاصّةً.

جو بات (قول، فعل، تقریر) خاص آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کی

---

[1] مقدمة ابن الصلاح: النوع السادس...، ص: ۱۱۶، ت: الدكتور عبد اللطيف والشيخ ماهر ياسين، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

جائے، وہ مرفوع ہے۔

وهو ما يُرْوَى عن الصحابة رضي الله عنهم مِنْ أفعالِهم وأقوالِهم ونحوِها...".

صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول اقوال وافعال وغیرہ، موقوف کہلاتے ہیں......"۔

زیرِ بحث روایت کی مختلف سندوں کا اِجمالی خاکہ:

مذکورہ روایت مختلف الفاظ (جو کہ آگے آرہے ہیں) اور سندوں سے مروی ہے، ان تمام طرق کا حاصل یہ ہے:

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مرفوع طرق۔

۲- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے موقوف طُرق۔

۳-حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول اور عمرو بن قیس الملائی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی بلاغات (یعنی بَلَغَنِي كذا۔ جس میں راوی یہ کہے کہ فلاں نے مجھے یہ خبر دی ہے) میں اس کو نقل کرنا۔

۴-حضرت "سَرِيّ سَقَطِي رحمہ اللہ" کا قول۔

ذیل میں ہر روایت اور اس کے فنی حکم کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

مرفوع طرق:

یہ کل دو ہیں:

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مرفوع طریق:

علامہ ابوالشیخ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "العَظَمَة" [1] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا عبدالله بن محمد بن زكريا، حدثنا عثمان بن عبدالله القرشي، حدثنا إسحاق بن نَجِيح المَلَطِيّ، حدثنا عطاء الخُرَاساني، عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله ﷺ: "فكرة ساعةٍ خيرٌ مِن عبادةِ سِتّين سنة".

[1] العَظَمَة: ماذكر من الفضل في التفكر في ذلك: ۲۹۹/۱، رضاء الله بن محمد إدريس، دار العاصمة-رياض.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''ایک گھڑی کا غور و فکر، ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے''۔

یہ روایت ابو الشیخ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ طریق کے مطابق ''كتاب الموضوعات لابن الجوزِي'' [1] اور ''اللآلي المصنوعة'' [2] میں بھی مذکور ہے۔

واضح رہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ مرفوع روایت پر ائمہ حدیث کا کلام آگے آئے گا۔

یہاں ہم روایت میں مذکور دو راویوں، یعنی إسحاق بن نَجِيح اور عثمان بن عبد الله کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال تفصیل سے نقل کریں گے؛ تاکہ ائمۂ حدیث نے مذکورہ روایت پر جو کلام کیا ہے، اسے سمجھنا آسان ہو جائے (جس کی تفصیل عنقریب آئے گی)۔

۱- إسحاق بن نَجِيح الأزدي أبو صالح:

امام أحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''إسحاق بن نجيح المَلَطِيّ مِنْ أَكْذَبِ النَّاسِ...''. [3]

إسحاق بن نَجِيح المَلَطِي ''أكذب الناس'' (شدید جرح کا کلمہ) ہے......

امام يحيى بن مَعِين رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''كذّاب، عدُوُّ الله (اللہ کا دشمن)، رجل سوءٍ (برا شخص)، خبيث''۔ [4]

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''رَوى عَجَائب وضَعّفه''. [5]

اسحاق عجائب بیان کرتا تھا، نیز علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے اسحاق کی ''تضعيف'' کی ہے۔

---

[1] الموضوعات: ۳/ ۱۴۴، باب ثواب الفكر، عبدالرحمن محمد بن عثمان، الناشر محمد عبد المحسن، المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ.

[2] اللآلي المصنوعة: ۲/ ۲۷۶ـ محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبة الثانية ۱۴۲۸ھ.

[3] تهذيب الكمال: ۲/ ۸۱، رقم: ۳۸۲، ت: الشيخ أحمد علي وحسن أحمد، دار الفكر - بيروت، الطبعة ۱۴۱۴ھ.

[4] المصدر السابق. [5] المصدر السابق.

ابراہیم بن یعقوب جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "غیر ثقة، ولا من أوْعِيَةِ الأمانة" (کلمۂ جرح)۔[1]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "منكر الحديث" (کلمۂ جرح)۔[2]

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "متروک الحديث" (شدید جرح)۔[3]

حافظ ابو احمد ابن عَدِی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وهذه الأحاديث التي ذكرتُها مع سائر الروايات عند إسحاق بن نَجِيح عمَّنْ روى عنه، فكلّها موضوعاتٌ وَضَعَها هو..."۔

إسحاق بن نَجِیح کے اپنے مروی عنہم (جن سے حدیث نقل کی جائے) سے یہ تمام حدیثیں، جن کو میں نے ذکر کیا ہے، اور دیگر روایتیں تمام تر من گھڑت ہیں، ان روایتوں کو اسحاق ہی نے وضع کیا ہے......"۔[4]

حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "دَجّالٌ مِنَ الدَّجاجِلَة، يَضَعُ الحديث صراحاً". جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے، صاف حدیثیں گھڑتا تھا۔[5]

حافظ ابو احمد حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسحاق کو "منكر الحديث" (کلمۂ جرح) کہا ہے۔[6]

حافظ برقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اسحاق جھوٹ کی طرف منسوب ہے۔[7]

حافظ ابو سعید نقاش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "مشهورٌ بِوَضْعِ الحَدِيثِ". اسحاق حدیث تراشنے میں شہرت یافتہ ہے۔[8]

علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "أجْمَعُوا على أنّه كان يَضَعُ الحَدِيث". محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ اسحاق حدیثیں گھڑتا تھا۔[9]

---

[1] المصدر السابق. [2] المصدر السابق. [3] المصدر السابق.
[4] الكامل في الضعفاء: ۱/ ۵۴۰، رقم: ۱۵۵، ت: الشيخ عادل والشيخ علي محمد، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ.
[5] تهذيب التهذيب: ۱/ ۱۲۹، ت: إبراهيم زيبق وعادل مرشد، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ. [6] المصدر السابق.
[7] المصدر السابق. [8] المصدر السابق. [9] المصدر السابق.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”فيه إسحاق بن نجيح كذاب ...“. اس روایت میں اسحاق بن نجیح کذاب ہے......[1]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”كذبوه“. محدثین نے اسحاق بن نجیح کو کذاب کہاہے۔[2]

اسحاق بن نجیح کے بارے میں ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ مرفوع طریق میں موجود اسحاق بن نجیح کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال آپ کے سامنے آچکے ہیں، اِن اقوال سے ہی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مذکورہ مرفوع روایتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ساقط الاعتبار اور نا قابلِ بیان ہے، بہر حال مذکورہ مرفوع روایتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں محدثینِ کرام کے صریح اقوال آپ آئندہ ملاحظہ فرمائیں گے۔

اسی روایتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً میں ایک دوسرے راوی عثمان بن عبداللہ کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال کا جاننا بھی ضروری ہے، ذیل میں انھیں اقوال کو لکھا جاتا ہے:

۲۔ عثمان بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان:

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”وكان ضعيفاً، والغالب على حديثه المناكير“. عثمان بن عبداللہ ضعیف ہے، اس کی حدیثوں میں اکثر ”مناکیر“ ہیں۔[3]

حافظ ابن حِبان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”يروي عن اللَّيث بن سعد، ومالك، وابن لَهِيعة، ويَضَعُ عليهم الحديثَ“. عثمان بن عبداللہ، لیث بن سعد، مالک اور ابن

---

[1] تلخيص كتاب الموضوعات: ص: ۳۰۵، رقم: ۸۳۷ عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة ۱۳۸۶ھ.

[2] التقريب: ص: ۱۰۳، رقم: ۳۸۸، ت: محمد عوامة، دار الرشيد سوريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ.

[3] تاريخ بغداد: ۱۳/ ۱۶۰، رقم: ۶۰۰۶، ت: الدكتور بشار عواد، دار الغرب الإسلامي - بيروت، الطبعة ۱۴۲۲ھ.

لہیعہ سے احادیث نقل کرتا، اوران پر احادیث گھڑتا تھا۔[۱]

حافظ ابن عَدِی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وهذه الأحاديث عن ابن لهيعة التي ذكَرْتُها، لا يَرْوِيْهَا غيرُ عثمان بن عبدالله هذا، ولـ "عثمان" غير ما ذَكَرْتُ مِنَ الأحاديث أحاديث موضوعات".[۲]

جن حدیثوں کو میں نے ذکر کیا ہے، ان حدیثوں کو ابن لہیعہ سے عثمان ہی نقل کرنے والا ہے، اور عثمان کی ان مذکورہ حدیثوں کے علاوہ بھی من گھڑت روایتیں ہیں۔

حافظ ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مُتَّهَمٌ".[۳]

عثمان بن عبداللہ المغربی "متھم" (شدید جرح) ہے۔

۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت:

ابو منصور الدیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے "مسند الفردوس" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت کی تخریج کی ہے، جس میں "سِتِّين سَنَةً" (ساٹھ) کے بجائے "ثمانين سَنَةً" (اسّی) کے الفاظ ہیں، مسند الفردوس (یعنی بالسند) کی عدم دستیابی کے باعث میں اس سند پر مطلع نہیں، البتہ علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس مرفوع روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وإسنادُه ضَعِيفٌ جِدًا". اس حدیث کی سند شدید ضعیف ہے۔[۴]

اسلئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول یہ طریق بھی ساقط الاعتبار ہے، کیونکہ (عنقریب تفصیل سے آئے گا) جمہور علماء کے نزدیک، ضعیف حدیث پر

---

[۱] المجروحين: عثمان بن عبدالله المغربي، ۲/۱۰۲، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت.

[۲] الكامل: ۷/۳۰۴، رقم: ۱۳۳۶، ت: الشيخ عادل والشيخ علي محمد، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ.

[۳] المغني في الضعفاء: عثمان بن عبدالله بن عمرو: ۱/۶۰۵، رقم: ۴۰۳۴، ت: الدكتور نور الدين عتر، إحياء التراث الإسلامي - قطر.

[۴] انظر، اتحاف السادة المتقين: كتاب التفكر: ۱۳/۳۰۵، دار الكتب العلمية-بيروت.

فضائل کے باب میں عمل کرنا جائز ہے، البتہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق اس جوازِ عمل کے لئے اتفاقی شرط یہ ہے کہ حدیث ضعیف، ضعفِ شدید سے خالی ہو۔

مرفوع حدیثوں کا خلاصہ اور ان کا فنی حکم:

گزشتہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سابقہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے دونوں مرفوع طرق، شدید ترین مجروح راویوں پر مشتمل ہیں؛ اسلئے یہ مرفوع سندیں، فضائل کے باب میں بھی قابل بیان نہیں ہیں، بہر حال اس حوالے سے مزید تفصیل آگے بھی آئے گی، جس میں محدثینِ کرام نے خاص ان مرفوع روایتوں کے ساقط الاعتبار ہونے کی تصریح کی ہے۔

یہاں تک مرفوع روایتوں پر کلام کا ایک حصہ مکمل ہو گیا، آئندہ موقوف طرق کی تحقیق لکھی جائے گی۔

موقوف طُرق:

اس روایت کے موقوف طرق تین ہیں:

۱-حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت

۲-حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

۳-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت

ذیل میں ہر موقوف روایت کو لکھا جائے گا، پھر آخر میں ان کا خلاصہ اور فنی حکم لکھا جائے گا۔

۱-حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا موقوف طریق:

حافظ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی "مُصنَّف" [۱] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا أبو معاوية، عن الأعمش، عن عمرو بن مُرَة، عن سالم بن أبي

[۱] المصنف لابن أبي شيبة: ۱۹/ ۱۷۹، رقم: ۳۵۷۲۸، ت: الشيخ محمد عوامة، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

الجعد، عن أمّ الدرداء رضي الله عنها، عن أبي الدرداء رضي الله عنه، قال: "تفكّر ساعةٍ خيرٌ مِن قيام ليلة". "حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک گھڑی کا غور وفکر رات بھر قیام سے بہتر ہے"۔

یہی روایت "شعب الإيمان للبيهقي"[1]، "الزهد لأحمد بن حنبل"[2] اور "طبقات الكبرى لابن سعد"[3] میں مختلف سندوں سے تخریج کی گئی ہے، اور تمام سندیں زیرِ بحث سند میں مذکور "ابو معاویہ" پر آکر مشترک ہوجاتی ہیں۔

۲-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقوف طریق:

حافظ ابو الشیخ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "العَظَمة"[4] میں رقمطراز ہیں:

"حدثنا جعفر بن عبد الله بن الصباح، حدثنا محمد بن حاتم المؤدب، حدثنا عمار بن محمد، عن ليث، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: "تفكّر ساعةٍ خيرٌ مِنْ قِيامِ ليلةٍ".

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "ایک گھڑی کا غور وفکر رات بھر قیام سے بہتر ہے"۔

۳-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا موقوف طریق:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المصنوعة"[5] میں رقمطراز ہیں:

---

[1] شعب الإيمان: ۱/ ۲۶۱، رقم: ۱۱۷، ت: مختار أحمد الندوي، مكتبه الرشد- الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

[2] الزهد لأحمد بن حنبل: زهد أبي الدرداء رضي الله عنه، ص: ۱۷۳، دار الكتب العلمية- بيروت.

[3] طبقات الكبرى لابن سعد: تسمية من نزل بالشام: ۹/ ۳۹۲، ت: الدكتور علي محمد عمر، المكتبة الخانجي بالقاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۲۱ھ.

[4] العظَمة: ما ذكر من الفضل في التفكر في ذلك: ۱/ ۲۹۷، ت: رضاء الله بن محمد إدريس، دار العاصمة- بيروت.

[5] اللآلي المصنوعة: ۲/ ۲۷۶، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

”قال الديلمي، أنبأنا أحمد بن نصر، أنبأنا طاهر بن ملة، حدثنا صالح بن أحمد، حدثنا على بن إبراهيم القزويني، حدثنا إبراهيم بن إسحاق النيسابوري، حدثنا محمد بن جعفر الودكاني، حدثنا سعيد بن مَيْسَرَة سمعتُ أنس بن مالك ﷺ يقول: ”تفكّر ساعةٍ في اختلاف الليل والنهار خيرٌ مِنْ عبادة ألف سنة“.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ایک گھڑی شب وروز کے بدلنے میں غور وفکر کرنا، ہزار برس کی عبادت سے بہتر ہے“۔

سعید بن مَیْسَرَة کے بارے میں ائمہ کے اقوال:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی مذکورہ سند میں ایک راوی سعید بن مَیْسَرَة ہے، جن کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ”لسان المیزان“ [1] میں لکھتے ہیں:

”قال البخاري: عنده مَنَاكِيرُ، وقال أيضاً: مُنْكَرُ الحديث، وقال ابن حِبَّان: يَرْوِي الموضوعات، وقال الحاكم: روى عن أنس موضوعات وكَذَّبه يحيى القَطَّان“.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سعید بن میسرہ کے پاس ”مناکیر“ ہیں، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سعید کو ”منکر الحدیث“ (کلمہ جرح) بھی کہا ہے۔

حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعید بن میسرہ احادیث گھڑتا تھا۔ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعید، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نسبت سے حدیثیں گھڑتا تھا۔

امام یحیی القطان رحمۃ اللہ علیہ نے سعید کو جھوٹا قرار دیا ہے۔

موقوف طرق کا خلاصہ:

ثابت یہ ہوا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا موقوف طریق سعید بن میسرہ کی

[1] لسان الميزان: ۴/۷۸، رقم: ۳۴۹۰، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

وجہ سے قابل التفات نہیں، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے موقوف طرق میں کوئی ایسا راوی نہیں جو شدید ضعیف ہو؛ اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے یہ موقوف طرق قابلِ بیان ہیں، بہرحال اِن موقوف طرق کے بارے میں محدثینِ کرام کے تفصیلی اقوال آپ آئندہ عبارتوں میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

اقوال وبلاغات:

یہ کل تین ہیں:

۱-حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا طریق:

علامہ ابن ابی شیبۃ رحمۃ اللہ علیہ "المصنف" [۱] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا محمد بن فُضيل عن العلاء، عن الحسن، قال: تَفَكُّرُ ساعةٍ خيرٌ مِنْ قيامِ ليلةٍ". "حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک گھڑی کا غور وفکر رات بھر قیام سے بہتر ہے"۔

یہ روایت اسی سند کے ساتھ "الزهد لأحمد بن حنبل" [۲] میں بھی تخریج کی گئی ہے۔

۲-حضرت سَرِیّ سَقَطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "المصنوع" [۳] میں لکھتے ہیں:

"حديث: "تَفَكُّرُ ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادةِ سنة". ليس بحديث، إنّما هو مِنْ كلامِ السَرِيّ السَقَطِي رحمه الله تعالىٰ".

حدیث: "ایک گھڑی کا غور وفکر، سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے"- یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ سَرِی سَقَطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔

[۱] المصنف لابن أبي شيبة: ١٩/٣٧٤، رقم: ٣٦٣٧١، ت: الشيخ محمد عوّامة، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، الطبعة الثانية ١٤٢٨هـ.

[۲] الزهد لأحمد بن حنبل: زهد أبي الدرداء رضي الله عنه، ص: ١٧٣، دار الكتب العلمية- بيروت.

[۳] المصنوع: ص: ٨٢، رقم: ٩٣، ت: الشيخ عبد الفَتّاح أبو غُدّة، ايچ-ايم-سعيد كمپني، كراچي- پاكستان.

مجھے اس قول کی سند نہیں مل سکی۔ (از راقم الحروف)

۳- بلاغاتِ عمرو بن قیس مُلائی:

حافظ ابوالشیخ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "العَظَمَة" [1] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا محمد بن يحيي المَرْوَزِي، حدثنا إسحاق بن المُنذر، حدثنا يحيى بن المتوكل أبوعقيل، عن عمرو بن قيس الملائي قال: بَلَغَنِي أَنَّ تفكُّرَ ساعَةٍ خيرٌ مِنْ عَمَلِ دَهْرٍ مِنَ الدَّهْرِ".

عمرو بن قیس ملائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ "ایک گھڑی کا غور و فکر، ایک زمانہ دراز کے عمل سے افضل ہے"۔

ابوعبداللہ عمرو بن قیس المُلائی الکوفی کا مختصر تعارف:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام یحیٰ بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عِجلی، امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوزُرعہ رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے موصوف کی توثیق کی ہے، ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان مِنْ ثِقَاتِ أهل الكوفة و مُتْقِنِيهم، وعُبَّادِ أهلِ بَلَدِه وقُرَّائِهم".

عمرو بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے ثقہ اور متقن لوگوں میں تھے، اور ان کا شمار شہر کے عبادت گذار اور قرّاء لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپ کا انتقال ۱۴۰ھ کے چند سال بعد ہوا ہے۔ [2]

اقوال و بلاغات کا خلاصہ اور ان کا فنی حکم:

اس مضمون پر مشتمل اقوال حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سَرِی سَقَطی رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہیں، اس کے علاوہ عمرو بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کی بلاغات (جس میں راوی کہتا ہے

---

[1] العظَمة: ما ذكر من الفضل في التفكر في ذلك: ۱/ ۲۹۷، ت: رضاء الله بن محمد إدريس، دار العاصمة-رياض.

[2] تهذيب التهذيب: ۳/ ۲۹۹، ت: إبراهيم زيبق وعادل مرشد، مؤسّسة الرسالة - بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ.

کہ فلاں سے مجھے یہ خبر پہنچی ہے) میں بھی یہ مضمون ثابت اور قابلِ بیان ہے۔

ایک اہم تنبیہ:

یہاں تک زیرِ بحث روایت کے مرفوع وموقوف طرق اور بلاغات کی تفصیل سامنے آچکی ہے، جن میں مرفوع، موقوف طرق اور بلاغات کا فنی حکم بھی کافی حد تک سامنے آچکا ہے، ذیل میں ان محدثینِ کرام کے اقوال لکھے جائیں گے، جنہوں نے اس روایت کے مرفوع وموقوف طرق اور بلاغات پر کلام کرتے ہوئے ان کا فنی حکم بھی بیان کیا ہے، گزشتہ تفصیلات سمجھنے کے بعد اب ان اقوال کو سمجھنا بھی آسان ہو جائے گا، ان اقوال کے بعد اُن کا خلاصہ اور آخر میں تمام مرفوع وموقوف طرق اور بلاغات کے فنی احکام کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

روایت پر محدثین کا کلام:

۱- حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "الموضوعات" [1] میں لکھتے ہیں:

"وفي الإسناد كذابان..."۔ یعنی سند میں دو جھوٹے ہیں......"۔ اس کے بعد حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسحاق بن نجیح اور عثمان بن عبداللہ القرشی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال جرح ذکر کیے ہیں، جسے ہم ماقبل میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

۲- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخيص الموضوعات" [2] میں تحریر فرماتے ہیں: "فيه إسحاق بن نجيح كذاب عن عطاء الخراساني عن أبي هريرة". اس حدیث میں اسحاق بن نجیح کذاب ہے......"۔

---

[1] الموضوعات: باب ثواب الفكر، ۳/ ۱۴۴، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية ـ المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ.

[2] تلخيص الموضوعات: ص: ۳۰۵، رقم: ۸۳۷، ت: أبو تميم ياسر، مكتبة الرشد۔الرياض.

۳-علامہ عبدالرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ عبدالرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ "التیسیر بشرح الجامع الصغیر" [۱] میں رقمطراز ہیں: "(أبو الشيخ في العَظَمَة عن أبي هريرة) بإسناد واهٍ، بل قيل موضوع". ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب العَظَمَة" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے "واهی" (کلمہ جرح) سند کے ساتھ اس حدیث کی تخریج کی ہے، بلکہ اسے موضوع کہا گیا ہے۔

۴-حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [۲] میں تبصرہ فرماتے ہیں: "رواه أبو الشيخ عن أبي هريرة مرفوعاً، وفي إسناده عثمان بن عبد الله القرشي وإسحاق بن نجيح المَلَطِي كذَّابان، والمُتَّهَم به أحدهما". ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کی ہے، اور حدیث کی سند میں عثمان بن عبد اللہ قرشی اور اسحاق بن نجیح مَلَطی کذاب ہیں، اور اس حدیث میں دونوں میں سے کوئی ایک متہم ہے۔

۵-ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "المصنوع" [۳] میں لکھتے ہیں: "حديث: تَفكُّرُ ساعةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ". ليس بحديث، إنَّما هو مِنْ كلام السَرِيِّ السَقَطِي رحمه الله تعالىٰ".

- حدیث "ایک گھڑی کا غور وفکر، ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے"، یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔

---

[۱] التيسير: ۲/۳۳۶، مكتبه الإمام الشافعي-الرياض، الطبعة الثالثة ۱۴۰۸ھ.

[۲] الفوائد المجموعة: كتاب الزهد...، ص: ۲۴۲، رقم: ۷۵، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ.

[۳] المصنوع، ص: ۸۲، رقم: ۹۴، ت: الشيخ عبد الفتاح أبو غُدَّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی، کراچی، پاکستان.

٦-علامہ محمد بن درویش الحُوت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

موصوف "أسنى المطالب" [۱] میں تحریر فرماتے ہیں:

"حديث: تفكّرُ ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادةِ سنة، أو ستين سنة، وبلفظ "فِكْرَةُ ساعةٍ خيرٌ مِنْ قِيامِ ليلةٍ". يُنْسَبُ إلى السَرِيّ السَقَطِي ويُنْسَبُ إلى ابن عباس رضي الله عنه وإلى أبي الدرداء رضي الله عنه وليس مِنَ المرفوع".

حدیث: "ایک گھڑی کا غور وفکر، ایک سال یا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے"، اور بعض حدیثوں میں یہ الفاظ آئے ہیں: "ایک گھڑی کا غور وفکر رات بھر عبادت سے بہتر ہے"۔ اس حدیث کا انتساب سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی طرف بھی منسوب ہے، البتہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے۔

٧-علامہ اسماعیل بن محمد العَجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ عَجلونی رحمۃ اللہ علیہ "كشف الخفَاء ومزيل الإلْبَاس" [۲] میں رقمطراز ہیں:

"تَفَكُّرُ ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادة سنة، وفي لفظ: "سِتّين سنة" ذكره الفاكهاني بلفظ: فِكْرُ ساعةٍ، وقال: إنّه مِنْ كلامِ السَرِي السَقَطِي، وفي لفظ: "سِتّين سنة"، وذكره في الجامع الصغير بلفظ: "فِكْرَةُ ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادةِ ستين سنة"، وورد عن ابن عباس رضي الله عنه وأبي الدرداء رضي الله عنه بلفظ: "فِكرةُ ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادةِ ستين سنة".

حدیث: "ایک گھڑی کا غور وفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے"، بعض روایتوں میں (سال کی جگہ) ساٹھ برس کا ذکر ہے، علامہ فاکہانی رحمۃ اللہ علیہ نے (تفکر ساعۃ کی جگہ) "فکر ساعۃ" کے لفظوں سے اس کی تخریج کی ہے، اور کہا

---

[۱] أسنى المطالب: ۱/۱۱۳، رقم: ۵۰۰، دار الكتب العلمية-بيروت.

[۲] كشف الخفاء: ۱/۳۵۷، رقم: ۱۰۰۴، ت: عبد الحميد هنداوي، المكتبة العصرية-بيروت، الطبعة ۱۴۲۷ھ.

ہے کہ یہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، (اور اسی طرح) بعض روایتوں میں (سال کی جگہ) ساٹھ برس کا ذکر ہے۔

اور علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الجامع الصغیر" میں یہ الفاظ ذکر کیے ہیں: "ایک گھڑی کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے"، اور یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ سے منقول ہے: "ایک گھڑی کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے"۔

۸- علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"أخرجه ابن حِبّان [كذا في الأصل والصحيح ابن حيّان] في كتابِ العَظَمَةِ من حديث أبي هريرة بلفظ: "سِتِّين سنة" بإسناد ضعيف، ومِنْ طريقه ابن الجوزي في الموضوعات، ورواه أبو الشيخ مِنْ قولِ ابن عباس رضي الله عنه بلفظ: "خيرٌ مِنْ قيامِ ليلةٍ". [1]

یہ روایت ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ نے "كتاب العَظَمَة" میں سندِ ضعیف کے ساتھ ان لفظوں سے تخریج کی ہے: "سِتِّين سنة" (ساٹھ برس) اور ابن جَوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "الموضوعات" میں ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے اسے ذکر کیا ہے، اور ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر اس کی تخریج کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "خيرٌ مِنْ قيامِ ليلةٍ". "رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے"۔

۹- حافظ ابنِ عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابنِ عرّاق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة" [2] میں رقمطراز ہیں:

---

[1] انظر إتحاف السادة المتقين: كتاب التفكر، ۱۳/۳۰۵، دار الكتب العلمية۔بيروت.

[2] تنزيه الشريعة: الفصل الثاني: ۲/۳۰۵، رقم: ۱۷، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية۔بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ.

"(يخ) في العَظَمَةِ مِنْ حديث أبي هريرة ﷺ، وفيه عثمان بن عبدالله وإسحاق بن نَجِيح (تعقب) بأن الحافظ العراقي اقتَصرَ في تخريج الإحياء على تضعيفه، وله شاهد من حديث أنس أخرَجَه الدَيلَمِي، وعن عمرو بن قيس الملائي: بَلَغَني أنَّ تفكرَ ساعةٍ خيرٌ مِنْ عَمَلِ دَهْرٍ مِنَ الدهر، أخرجه أبو الشيخ في العَظَمَة".

یہ روایت ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب العَظَمَة" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً تخریج کی ہے، اور اس حدیث میں عثمان بن عبداللہ و اسحاق بن نجیح ہیں۔ (ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) تعاقب کیا گیا ہے (مراد یہ ہے کہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب کیا ہے) کہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیثِ احیاء کی تخریج میں اسے ضعیف کہنے پر اقتصار کیا ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کا شاہد بھی ہے [یہاں شاہد سے مراد حضرت انس رضی اللہ عنہ کا موقوف طریق ہے؛ کیوں کہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اللآلی میں اس موقوف روایت ہی کو بطور شاہد ذکر کیا ہے] جسے دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، اور عمرو بن قیس ملائی کی بلاغات میں ہے: "ایک گھڑی کا غور و فکر ایک زمانہ دراز کے عمل سے افضل ہے"، اس روایت کو ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے۔

واضح رہے کہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تعاقب "اللآلي المصنوعة"[1] میں اسی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، جس کی مزید وضاحت آگے آئے گی۔

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے بارے میں ائمہ کرام کے کلام کا خلاصہ:

حافظ ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبدالرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات کے مطابق حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً موضوع ہے،

[1] اللآلي المصنوعة: ۲/ ۲۷۶، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) ہونے کی نفی کی ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب:

اس روایت کے مرفوع ہونے کو جن محدثین عظام نے من گھڑت اور موضوع قرار دیا ہے، ان کے اقوال تفصیل سے گزر چکے ہیں، البتہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے موضوع ہونے کی نفی کی ہے، اور حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے ''تنزیہ الشریعۃ'' میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اعتماد کیا ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کو ہم تفصیل سے لکھیں گے؛ تاکہ تعاقب کی وضاحت ہو سکے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب دو امور پر مشتمل ہے:

۱- علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کو محض ضعیف کہا ہے، موضوع نہیں کہا، چنانچہ فضائل کے باب میں اس روایت کو بیان کرنا درست ہے۔

۲- اسی طرح حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے سابقہ تعاقب کی تائید کی ہے، اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک دوسری دلیل یہ ذکر کی ہے کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے مضمون پر مشتمل موقوف روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جسے امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، دوسرے لفظوں میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت، حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کیلئے شاہد ہے، چنانچہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے ثبوت کو اس شاہد سے مزید تقویت ملتی ہے اور حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے ان دونوں تعاقبات پر اعتماد کیا ہے۔

تعاقبات پر تبصرہ:

ان تعاقبات کے جائزے سے قبل، اصولِ حدیث کے دو قواعد کا جاننا ضروری ہے:

۱- جمہور علماء کے نزدیک ضعیف حدیث پر فضائل کے باب میں عمل کرنا جائز ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جوازِ عمل کے لئے اتفاقی شرط یہ قرار دی ہے کہ حدیث ضعیف ضُعف شدید سے خالی ہو، چنانچہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "القول البدیع"[1] میں فرماتے ہیں: "سَمِعْتُ شيخَنا ابن حجر أي العسقلاني المصري مِرَاراً - وكَتَبَه لي بِخَطِّه - يقول: شرطُ العَمَلِ بالحديث الضعيف ثلاثةٌ: الأوّل متفقٌ عليه، وهوأنْ يكونَ الضعفُ غيرَ شديدٍ، فيَخْرُجُ مَنْ انفرد مِنَ الكذّابِين والمُتَّهَمِين ومَنْ فَحُشَ غَلَطُه...".

"میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر سے کئی دفعہ سنا ہے- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنی تحریر سے یہ شرائط لکھ کر بھی دیں- ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضُعف شدید نہ ہو؛ لہذا اس شرط سے وہ کذابین، متہمین اور فاحش الغلط نکل گئے، جو نقلِ روایت میں منفرد ہوں......"۔

۲- ایک دوسرا فنی قاعدہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ائمہ حدیث "ضعیف" کا اطلاق ضُعفِ خفیف اور ضُعفِ شدید دونوں پر کرلیا کرتے ہیں (یہ محض اطلاق کی حد تک ہے، عملاً یہ دونوں الگ الگ قسمیں ہیں) کتبِ مشتہرات و موضوعات میں اس کا بخوبی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے؛ اس لئے ایسے مقامات پر جہاں مطلقاً ضعیف کہا گیا ہو، شواہد کو دیکھتے ہوئے ضعیف کی تعیین، خفیف یا شدید سے کی جاتی ہے۔

پہلے تعاقب پر تبصرہ:

اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ واضح رہے کہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب اور علامہ ابن عَرّاق کا اس پر تقریر اور اعتماد محلِ نظر ہے؛ کیونکہ آپ ائمہ حدیث کی سابقہ تفصیلات کی روشنی میں جان چکے ہیں کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً میں عثمان بن عبداللہ القرشی اور اسحاق بن نَجیح المَلَطی یہ دونوں راوی انتہائی شدید جرح

[1] القول البدیع: خاتمة، ۴۹۶، ت: محمد عوامة، دار الیسر- المدینة المنورة، الطبعة الثانیة ۱۴۲۸ھ.

سے مقدوح ہیں، خصوصاً اسحاق بن نجیح الملطی کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، ابوسعید النقاش، حافظ برقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، ان تمام محدثینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جرح کے شدید ترین صیغے (الفاظ) استعمال کیے ہیں، مثلاً:

"أَكْذَبُ النَّاس". (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)

"كذّاب، عدوّ الله (اللہ کا دشمن)، رجل سوء (بُرا شخص)، خبيث".
(یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ)

جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا، صاف حدیثیں گھڑتا تھا۔ (ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ)

اسحاق حدیث تراشنے میں شہرت یافتہ تھا۔ (ابوسعید النقاش رحمۃ اللہ علیہ)

اسحاق جھوٹ کی طرف منسوب ہے۔ (حافظ برقی رحمۃ اللہ علیہ)

"متروك الحديث". (امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ)

"مُنكَر الحديث". (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

"......ان روایتوں کو اسحاق ہی نے وضع کیا ہے......"۔ (حافظ ابواحمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ)

اس روایت میں اسحاق بن نجیح کذّاب ہے۔ (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

محدثین نے اسحاق بن نجیح کو کذاب کہا ہے۔ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ)

یہ بھی واضح رہے کہ علامہ زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ (۸۰۶ھ) متاخرین محدثین میں ہیں، جن کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ رُواتِ سند میں متقدمین کے کلام کی طرف مراجعت اور ان پر اعتماد کریں، زیر بحث سند میں متقدمین ومتاخرین ائمہ رجال کا عثمان بن عبداللہ القرشی اور اسحاق بن نجیح الملطی پر شدید کلام آپ مشاہدہ کر چکے ہیں؛ اس لیے جب علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلق قول "بإسناد ضعيف"، ضُعف خفیف اور ضُعف شدید دونوں کا احتمال رکھتا ہے، تو اس کا وہی معنی مراد لینا چاہیے جو کم از

کم ان کے مراجع (یعنی اقوالِ متقدمین) سے بالکل خارج نہ ہو، بلکہ ان میں کسی کے موافق ہو، چنانچہ بے غبار بات یہی ہے کہ اس زیرِ بحث سند کے بارے میں علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے قول "بإسناد ضَعيف" میں ضعف سے مراد ضعف شدید ہے، نہ کہ ضعف خفیف، اور آپ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بھی جان چکے ہیں کہ فضائل کے باب میں ضعیف حدیث کو بیان کرنے کے لئے اتفاقی شرط یہ ہے کہ وہ شدید ضعف سے خالی ہو، چنانچہ ان تمام قرائن قویہ کی روشنی میں، قرین قیاس یہی ہے کہ علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً شدید ضعیف اور ناقابل بیان ہے۔

دوسرے تعاقب پر تبصرہ:

نیز علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے لیے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے موقوف طریق کو بطور شاہد ذکر کرنا بھی محل نظر ہے؛ کیونکہ اس موقوف سند میں ایک راوی سعید بن میسرہ بھی ضعف شدید سے خالی نہیں (سعید بن میسرہ کے بارے میں تفصیل "لسان المیزان" کے حوالے سے گذر چکی ہے)، البتہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے موقوف طرق، معتبر سند سے ثابت ہیں، اور یہ طرق حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے لئے شاہد بن سکتے ہیں بلکہ شاہد ہیں، اور یہ بھی واضح رہے کہ اصولِ حدیث کے مطابق یہ موقوف شواہد، اگرچہ حکماً مرفوع ہیں (کیونکہ اس حدیث میں آخرت کے ثواب پر مشتمل مضمون ہے، جو شارع علیہ السلام ہی کا کلام ہوسکتا ہے) اور موقوفاً قابل بیان بھی ہیں، لیکن ان شواہد کے ثبوت سے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حقیقتاً مرفوع ہونا لازم نہیں آتا، حقیقی مرفوع روایت کا ثبوت صرف اس وقت ہوگا، جب وہ روایت بذاتِ خود کسی معتبر سند سے ثابت ہوجائے، دوسرے لفظوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسے کلام کا انتساب ہوسکتا ہے جو بذاتِ خود کسی معتبر سند سے ثابت ہوجائے، اور آپ تفصیل سے جائزہ لے چکے ہیں کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

مرفوعاً ساقط الاعتبار ہے؛ اس لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف اس حدیث کو منسوب کرنا بھی درست نہیں ہے، اگرچہ یہ روایت موقوفاً ثابت اور قابلِ بیان ہے۔

نتائج:

ابتدا میں ہم نے زیرِ بحث حدیث کے طرق کو چار حصوں پر تقسیم کیا تھا، پھر ان کو تفصیل سے لکھا، اب یہاں ہر قسم کے نتائج ذکر کیے جائیں گے:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب مرفوع طرق ساقط الاعتبار ہیں، رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے اس روایت کو بیان کرنا جائز نہیں۔ واضح رہے کہ حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے الفاظ یہ ہیں:

"فكرة ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادةِ ستين سنة".

ایک گھڑی کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

حدیثِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعاً میں "سِتِّين سنة" (ساٹھ برس) کی جگہ "ثمانين سنة" (اسّی سال) کے الفاظ ہیں۔

۲- حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے موقوف طرق ثابت ہیں اور انہیں موقوفاً بیان کرنا درست ہے (دونوں آثار کے الفاظ آگے آئیں گے)۔

ایک اہم وضاحت:

یہاں ایک اہم بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مذکورہ موقوف طرق مرفوع کے حکم میں ہیں؛ کیونکہ اس میں مذکورہ مضمون صاحب شریعت ہی کی طرف سے ہو سکتا ہے، جس سے ان طرق کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، البتہ مرفوع طریق ثابت نہ ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کر کے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، بہر حال حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے موقوف طرق کے الفاظ یہ ہیں:

"تفكر ساعةٍ خيرٌ مِنْ قيامِ ليلة". ایک گھڑی کا غور وفکر ساری رات کی عبادت

سے بہتر ہے۔

البتہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا موقوف طریق سعید بن میسرہ کی وجہ سے قابل التفات نہیں؛ اس لیے اسے بھی بیان نہیں کر سکتے، اثر کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"تفكر ساعةٍ في اختلاف الليل والنهار خيرٌ مِنْ عبادةِ ألف سنة".

شب و روز کے بدلنے میں ایک گھڑی کا غور و فکر، ہزار برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

۳- یہ بھی ثابت ہے کہ یہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "تفكر ساعةٍ خيرٌ مِنْ قيام ليلة". ایک گھڑی کا غور و فکر رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول غالباً آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے بلا نسبت نقل کیا ہے۔

۴- اس مضمون کا بلاغات عمرو بن قیس الملائی رحمۃ اللہ علیہ میں ہونا بھی ثابت ہے، جس کے الفاظ دوسروں سے مختلف ہیں، یعنی عمرو بن قیس الملائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بَلَغني أنَّ تفكر ساعةٍ خيرٌ مِنْ عمل دَهْرٍ مِنَ الدَّهر".

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ "ایک گھڑی کا غور و فکر، ایک زمانہ دراز کے عمل سے بہتر ہے"۔

۵- حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہونا بھی ثابت ہے، جس کے الفاظ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھے ہیں: "تفكر ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادة سنة". ایک گھڑی کا غور و فکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

بعض محدثین نے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس کے علاوہ دوسرے الفاظ بھی منسوب کئے ہیں۔

خاتمہ:

یہاں تتمہ میں ہم دو حکایتیں نقل کر کے ان کا فنی مقام ذکر کریں گے۔ یہ دونوں حکایتیں بھی چونکہ "تفکر" (غور و فکر) کے سابقہ مضامین پر مشتمل ہیں؛ اس لئے

یہاں اسے ضمناً ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱- پہلی حکایت:

اسماعیل حقی بن مصطفی الاستانبولی رحمۃ اللہ علیہ نے "تفسیر روح البیان" [۱] میں یہ حکایت بلا سند صیغہ مجہول "رُوِی" کے ساتھ ذکر کی ہے، یہ تفسیر "تفسیر حقی" کے نام سے بھی مشہور ہے، اس حکایت کا حاصل یہ ہے:

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا: "تفكر ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادةِ سنةٍ". "ایک گھڑی کا غور وفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے"۔

پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کیا: "تفكّر ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادةِ سبع سنين". "ایک گھڑی کا غور وفکر سات سال کی عبادت سے بہتر ہے"۔

پھر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی: "تفكّر ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادة سبعين سنة". "ایک گھڑی کا غور وفکر ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے"۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ عرض کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان سب نے سچ کہا ہے، انہیں میرے پاس بلاؤ۔ جب یہ حضرات حاضر خدمت ہوگئے، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"كيف تفكُّرك؟ وفيماذا؟" تمہاری فکر کیسی تھی اور کس چیز کے بارے میں تھی؟۔

جواب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ﴾ (آل عمران:۱۹۱) ترجمہ: "اور وہ لوگ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں"۔ میں غور کر رہا تھا، اس پر

[۱] تفسیر روح البیان: سورۃ الجاثیۃ، ۴۳۴/۸، دار إحياء التراث العربي-بيروت.

آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "فإنَّ تفكّرك خيرٌ مِنْ عبادةِ سنةٍ". "بلا شبہ تمہارا غور وفکر، ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا: "تفكُّرِي فِي المَوت، وهَوْلِ المُطّلَع". [1]

میری سوچ وفکر موت، اور روزِ قیامت حاضری کے خوف میں ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تفكّرك خيرٌ مِنْ عبادةِ سبع سنين". "تمہارا غور وفکر، سات سال کی عبادت سے بہتر ہے"۔

پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے غور وفکر کی وجہ دریافت کی، تو آپ نے عرض کیا: "تفكُّرِي في النّارِ وفي أهوالِها، وأقول: يا ربِ! اجْعَلنِي يومَ القيامة مِنَ العظم بحَالٍ يَمْلأ [كذا في الأصل] النّارُ مِنّي حتى تصدق وَعْدك، ولا تُعذّبْ أمّةَ مُحمّدٍ في النّار". یعنی میں جہنم اور اس کی ہولناکیوں کو سوچتے سوچتے اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا کر رہا تھا کہ اے میرے رب! روز قیامت میرے جسم کو اتنا بڑا کر دیجئے کہ دوزخ کی ساری آگ بس میرے ہی جسم کا احاطہ کئے ہو (اور دیگر امتیوں کو جلانے کے لئے آگ باقی ہی نہ رہے) تاکہ آپ کا وعدہ سچا ہو جائے، لیکن امت محمد ﷺ کو دوزخ کی آگ کے عذاب میں مبتلا نہ فرمائیں۔

اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تفكّرك خيرٌ من عبادة سبعين سنة". "تمہارا غور وفکر کرنا ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے"۔ پھر فرمایا: "أرْأفُ أمّتي بأمّتي أبوبكر". "میری امت میں لوگوں پر سب سے زیادہ شفیق ابوبکر ہیں"۔

۲- دوسری حکایت:

ایک بے سند واقعہ عام طور پر اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت

[1] المُطّلَعُ: يريد به الموقف يوم القيامة أو ما يُشْرِفُ عليه من أمر الآخرة عَقِيبَ الموت، فشبهه بالمُطّلَع الذي يُشْرَفُ عليه من موضع عالٍ، كذا في لسان العَرَب: طلع، ۸/ ۲۸۴، ت: عامر أحمد حيدر، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۳ھ.

عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف نے سارے مدینہ والوں کی دعوت کی، اسی دوران اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک صحابی پر پڑی، جو کسی گہری سوچ میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف نے مدینہ والوں کی دعوت کی ہے اور تم یہاں بیٹھے کیا غور وفکر کر رہے ہو؟ تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! میں یہاں اسی فکر میں بیٹھا ہوں کہ کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک امتی جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والا بن جائے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر عبدالرحمن ہزار سال بھی مدینہ والوں کی دعوت کرتا رہے، تو تمہارے ثواب کو نہیں پا سکتا۔

حکایات کا فنی حکم:

ان دونوں حکایتوں کا فنی حکم یہ ہے کہ یہ بے سند ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ایسا امر ہی منسوب ہو سکتا ہے، جو پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہو، بصورت دیگر وہ روایت قابلِ التفات وبیان نہیں رہتی، چنانچہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ "المصنوع في معرفة الحديث الموضوع للعلامة عليّ القاري" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"وإذا كان الحديث لا إسنادَ له، فلا قيمةَ له ولا يلتفتُ إليه، إذ الاعتماد في نقل كلام سيِّدنا رسول الله ﷺ إلينا، إنما هو على الإسناد الصحيح الثابت أو ما يقع موقعه، وما ليس كذلك فلا قيمة له". [1]

اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت، اور غیر قابلِ التفات ہے؛ کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو نقل کرنے میں اعتماد صرف اسی سند پر ہو سکتا ہے، جو صحیح ثابت شدہ ہو یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے۔

حاصل یہ ہے کہ یہ دونوں حکایتیں کسی معتبر سند سے ثابت نہیں ہیں، چنانچہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

---

[1] المصنوع: ۱۸، ت: الشیخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی کراچی.

روایت نمبر: (۶)

روایت: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو اس حالت میں پاؤں کہ میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوں اور سورۂ فاتحہ پڑھ چکا ہوں، اسی دوران میری والدہ مجھے پکار کر کہے: اے محمد! تو میں جواب میں اپنی والدہ سے کہوں گا: حاضر ہوں!''۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔

سُنَن کا ایک بڑا ذخیرہ سقیم سندوں کی شکل میں محفوظ ہے، ان سقیم روایتوں کے لئے محدثینِ کرام نے ایسے فنی اصول وضع کیے ہیں، جن کی روشنی میں ان احادیث کو اُن کا فنی مقام دیا جاتا ہے، چنانچہ جمہور علما کے نزدیک فضائل کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، البتہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جوازِ عمل کے لئے تین بنیادی شرائط ذکر کی ہیں، جن کو حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''القول البدیع'' میں نقل کیا ہے، موصوف فرماتے ہیں:

''سمعتُ شيخَنا ابن حجر أي العسقلاني المصري مِرَاراً۔ و كتبه لي بخطّه۔ يقول: شَرْطُ العَمَلِ بالحديث الضعيف ثلاثة: الأوّل: متفقٌ عليه، وهو أن يكون الضعفُ غيرَ شديد، فيَخْرُجُ مَن انْفَرَدَ مِنَ الكذّابين والمتّهمين ومَنْ فَحُشَ غلطُه، والثاني: أن يكون مُنْدَرِجاً تحت أصل عام، فيَخْرُجُ ما يُخْتَرَعُ بحيث لا يكون له أصلُ أصلاً، والثالث: أن لا يُعْتَقَدَ عند العَمَلِ به ثبوتُه، لئلا يُنْسَبَ إلى النبي ﷺ ما لم يقله، قال: والأخيران عن ابن السلام وابن دَقِيق العيد، والأوّل نقل العلائي الاتّفاق عليه''۔[1]

میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے کئی دفعہ سنا ہے- اور حافظ ابن

---

[1] القول البدیع: خاتمۃ، ۴۹۶، ت: محمد عوّامۃ، دار الیسر۔ المدینۃ المنورۃ، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۲۸ھ.

حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنی قلم سے یہ شرائط لکھ کر بھی دیں… کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضعف شدید نہ ہو؛ لہٰذا اس شرط سے وہ کذابین اور متہمین اور فاحش الغلط رُوات نکل گئے، جو نقلِ روایت میں منفرد (تنہا) ہوں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ روایت دین کے اصلِ عام کے تحت داخل ہو، اس شرط سے وہ روایتیں نکل گئیں جو گھڑی گئی ہوں، اس طور پر کہ ان کی کوئی اصل نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرتے وقت ثبوتِ حدیث کا اعتقاد نہ ہو؛ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا: آخری دو شرطیں ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ اور ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، اور شرط اول پر علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ نے علما کا اتفاق نقل کیا ہے۔

اس دینی انحطاط کے دور میں ان شرائط کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ محدثینِ کرام کے اسی منہج کے پیشِ نظر، ذیل میں ایک ایسی حدیث کی فنی تحقیق ذکر کی جائے گی، جس میں مذکورہ شرائط میں سے شرطِ اول مفقود ہے، جس کا مقتضی یہ تھا کہ اسے فضائل کے باب میں بھی بیان کرنے سے احتراز کیا جاتا، لیکن اس کے باوجود یہ روایت زبان زد عام ہے۔

تحقیقِ روایت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو اس حالت میں پاؤں کہ میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوں اور سورۂ فاتحہ پڑھ چکا ہوں، اسی دوران میری والدہ مجھے پکار کر کہے: اے محمد! تو میں جواب میں اپنی والدہ سے کہوں گا: حاضر ہوں!"۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

واضح رہے کہ اس حدیث کی تحقیق چار اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- حدیث کی تخریج

۲- روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳- متہم راوی پر ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال

۴- گزشتہ تفصیلات سے ماخوذ روایت کا حکم

تخریجِ حدیث:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۵۸ھ) "شعب الإیمان" [1] میں رقمطراز ہیں:

"أخبرنا أبو الحُسَین بن بِشْرَان، أخبرنا أبو جعفر الرَّزَّاز، حدثنا یحیی بن جعفر، أخبرنا زید بن الحُبَاب، حدثنا یاسین بن مُعاذ، حدثنا عبد اللّٰہ بن قُرَیْر، عن طَلْقِ بن عَلِيٍ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ ﷺ یقول: "لو أدركتُ والِدَيَ أو أحَدَهما وأنا في صلاة العشاء وقد قرأتُ فيها بفاتحة الكتاب، تُنَادِي یامُحَمّد! لأجبتُها لبّیک". یاسین بن معاذ ضعیف".

ترجمہ: حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو اس حالت میں پاؤں کہ میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوں اور سورۂ فاتحہ پڑھ چکا ہوں، اسی دوران میری والدہ مجھے پکار کر کہے: اے محمد! تو میں جواب میں اپنی والدہ سے کہوں گا: میں حاضر ہوں!"۔ (امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس روایت میں یاسین بن معاذ ضعیف راوی ہے۔

---

[1] شعب الإیمان: الخامس والخمسون من شعب الإیمان، ۱۰/ ۲۸۴، رقم: ۷۴۹۷، ت: الدکتور مختار احمد الندوي مکتبة الرشد الریاض، الطبعة الأولی ۱۴۲۳ھ.

علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۷ھ) نے "الموضوعات" [1] میں یہی روایت اس سند سے ذکر کی ہے: "أنبأنا أبو الحَسَن عَلِيّ بن أحمد الموحد، أنبأنا هناد بن إبراهيم النسفي، حدثنا أبو الحسن عفيف بن محمد الخطيب، حدثنا أبو بكر محمد بن أحمد بن حبيب، حدثنا يحيى بن أبي طالب، حدثنا زيد بن الحُباب، حدثنا أبو بكر ياسين بن معاذ، حدثنا عبدالله بن قرين، عن طَلْق بن عَلِيّ رضی اللہ عنہ قال سمعتُ رسولَ الله ﷺ يقول: لو أدركتُ والدَيّ أو أحدَهما... ".

واضح رہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ دونوں سندوں میں راوی ابوبکر یاسین بن معاذ الزیات متکلم فیہ ہے، جن کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال عنقریب تفصیل سے لکھے جائیں گے۔

نسخوں کے اختلاف پر مشتمل دو اہم تنبیہات:

یہاں اختلافِ نسخ سے متعلق دو امور قابلِ ذکر ہیں:

۱- "شعب الإيمان" کی سند میں یاسین بن معاذ، عبد اللہ بن قُرَیر سے اس روایت نقل کرنے والے ہیں، لیکن حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الموضوعات" میں یہ لفظ عبد اللہ بن قرین لکھا ہے، واضح رہے کہ صحیح عبد اللہ بن قُرَیر ہے، اور عبد اللہ بن قرین تصحیف (تبدیلی) ہے، کیونکہ حافظ ابن ماکولا رحمۃ اللہ علیہ نے "الإکمال فی رفع الارتیاب" [2] میں عبد اللہ بن قُرَیر کے عنوان سے ترجمہ قائم کیا ہے، پھر لکھتے ہیں: "حدّث عن طلق بن علي اليماني، روى عنه ياسين الزيات". یعنی عبد اللہ بن قُرَیر، طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے، اور یاسین الزیات، عبد اللہ بن قُرَیر سے روایت نقل کرنے والے ہیں، چنانچہ ثابت ہوا کہ زیرِ بحث سند میں راوی عبد اللہ بن قُرَیر ہی ہے، اور عبد

---

[1] الموضوعات: باب بر الوالدين: ۳/ ۸۵، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة ۱۳۸۶ھ.

[2] الإكمال في رفع الارتياب: قُرير، ۷/ ۱۰۸، الأستاد نايف العباس، دار الكتاب الإسلامي-قاهرة.

اللہ بن قرین تصحیف (تبدیلی) ہے؛ کیونکہ اس سند میں عبداللہ بن قُریر، طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے، اور یاسین الزیات، عبداللہ بن قُریر سے روایت نقل کرنے والے ہیں۔

۲- دوسری اہم بات یہ ہے کہ "شعب الإیمان" کی عبارت میں لفظِ "تُنَادِي" (میری والدہ مجھے پکارے) ہے، چنانچہ ترجمہ بھی اسی لفظ کے مطابق (میری والدہ مجھے پکارے......) کیا گیا ہے، البتہ "کتاب الموضوعات لابن الجوزي" میں یہ لفظ "یُنَادِي" (صیغۂ مذکر) لکھا ہے، اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا: "میرے والدیا والدین میں سے کوئی ایک مجھے پکارے......"۔

روایت پر محدثین کا کلام:

علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۹۷ھ)، حافظ ذَہبِی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۴۸ھ)، حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۰۶ھ)، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۱۱)، علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۶۳ھ) اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۰ھ)، ان تمام محدثین نے اپنی تصنیفات میں اس حدیث کا حکم بیان کیا ہے، ذیل میں ہر ایک کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا، اور آخر میں ان تمام اقوال کا خلاصہ بھی لکھا جائے گا:

۱- امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ تخریجِ روایت کے بعد فرماتے ہیں:

"اس روایت میں یاسین بن معاذ ضعیف راوی ہے"۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو سمجھنے سے قبل محدثین کرام کے ایک عملی منہج کا جاننا ضروری ہے، ذیل میں اس منہج کو بیان کرنے کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت کی جائے گی۔

واضح رہے کہ محدثینِ کرام لفظ "ضعیف" کا اطلاق "ضعفِ خفیف" اور

"ضعفِ شدید" دونوں کے لئے کرتے ہیں، اس صورت میں قرائن سے پہچانا جاتا ہے کہ یہاں "ضعیف" سے کیا مراد ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "شعب الإیمان" میں صرف ایسی روایتیں لانے کا اہتمام کیا ہے جو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "جھوٹی" نہیں ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ روایت یا سند کے راوی ضعفِ شدید یا ضعفِ خفیف پر مشتمل ہوں، چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "شعب الإیمان" کے "مقدمہ" میں لکھتے ہیں:

"وأنا على رسم أهل الحديث أحِبُّ إيراد ما أحتاج إليه من المسانيد والحكايات بأسانيدها، والاقتصار على ما لا يغلب على القلب كونه كذباً".

"اور میں محدثین کے طریقۂ کار کے مطابق اپنی ضرورت کی مسانید اور حکایات کو ان کی سندوں کے ساتھ لانا پسند کرتا ہوں، اور صرف وہی حدیث ذکر کروں گا جن کے بارے میں میرا یہ گمان ہو کہ یہ حدیث جھوٹ نہیں ہے"۔

اب ظاہر ہے کہ روایت کا شدید یا خفیف ضعیف ہونا، روایت کے جھوٹا ہونے کے علاوہ دو الگ قسمیں ہیں، ان اقسام کے "شعب الإیمان" میں موجود ہونے کی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نفی نہیں کی ہے، یہی وجہ ہے کہ "شعب الإیمان" کی اسانید کی طرف مراجعت کرنے والے افراد بخوبی جانتے ہیں کہ "شعب الإیمان" کی بعض سندیں شدید ضعیف راویوں سے خالی نہیں ہیں۔

اس تفصیل کے بعد ہم زیرِ بحث روایت پر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت کی تخریج کرنے کے بعد لکھا ہے: "اس روایت میں یاسین بن معاذ ضعیف راوی ہے"۔

یہاں بھی لفظِ "ضعیف" میں دونوں احتمال ہیں: یعنی ضعفِ شدید اور ضعفِ خفیف، اور آپ سابقہ کلام سے بخوبی جان چکے ہیں کہ فضائل کے باب میں ضعیف روایت کو بیان کرنا جائز ہے، لیکن اس جواز کی بنیادی شرط حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق یہ ہے

کہ وہ روایت ضُعفِ شدید سے خالی ہو، اب یہاں حتمی طور پر بندہ کے سامنے کوئی واضح قرائن نہیں ہیں جن سے ان دونوں احتمالوں میں کسی ایک کی تعیین کی جا سکے، البتہ آئندہ تفصیلات کی روشنی میں یہ تو امر واضح ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو (صراحت نہ ہونے کی وجہ سے) محض ضعفِ خفیف پر محمول کرنا بعید از قیاس ہے، بلکہ اس روایت کے بارے میں دیگر ائمہ کی صریح عبارتوں کی جانب رجوع کرنا چاہیے، جو ہم عنقریب لکھیں گے۔

پھر بعد میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مل گیا، جس میں آپ نے ایک دوسرے مقام پر یاسین زیات کو صاف لفظوں میں "متروک" کہا ہے۔ (انظر: السنن الکبری: ۹/ ۱۱، مجلس دائرۃ المعارف- الهند، الطبعة ۱۳۵۶) واللہ اعلم۔

۲-علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۷ھ) "الموضوعات"[1] میں لکھتے ہیں:

"هذا موضوعٌ على رسول الله ﷺ وفيه ياسين، قال يحيى: ليس حَدِيثُه بِشَيئٍ، وقال النسائي: مَتْرُوكُ الحَدِيث، وقال ابن حِبّان: يَرْوِي الموضوعات عن الثِقَات، ويَتَفَرَّدُ بالمُعْضَلات عن الأثبات، لا يجوز الإحْتِجَاجُ به".

یہ حدیث رسول اللہ ﷺ پر گھڑی گئی ہے، اور اس روایت کی سند میں یاسین ہے، جن کے بارے میں یحیی نے "ليس حديثه بشيئ" (جرح) اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے "متروک الحدیث" (شدید جرح) کہا ہے، اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یاسین ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر کے روایتیں گھڑتا تھا، اور وہ "أثبات" (معتبر اور ثقہ راویوں) سے "مُعضَلات" نقل کرنے میں منفرد (تنہا) ہوتا ہے، (چنانچہ) یاسین سے احتجاج جائز نہیں ہے۔

[1] الموضوعات: باب بر الوالدين: ۳/ ۸۵، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة ۱۳۸۶ھ۔

۳-علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۴۸ھ) "تلخیص کتاب الموضوعات" [۱] میں لکھتے ہیں: "فيه ياسين بن معاذ - متروك - ثنا عبدالله بن قرين، عن طلق بن علي، ولكن في سنده هنّاد النسفي هَالِكٌ". اس حدیث کی سند میں یاسین بن معاذ - متروک - (شدید کلمۂ جرح) ہے، یاسین نے عبداللہ بن قرین، اور عبداللہ نے طلق بن علی سے یہ روایت نقل کی ہے، لیکن اس حدیث کی سند میں هنّاد نسفی "ہالک" (شدید کلمۂ جرح) اٹکی ہے۔

ہناد النسفی کے بارے میں کلام آگے آئے گا۔

۴-حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۰ھ) "الفوائد المجموعة" [۲] میں لکھتے ہیں: "هو موضوع، آفته ياسين بن معاذ". یہ حدیث من گھڑت ہے، اس میں یاسین بن معاذ آفت (شدید کلمۂ جرح) ہے۔

۵-حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۰۲ھ) نے "المقاصد الحسنة" [۳] میں زیر بحث روایت کو حدیث جریج کے لئے بطور شاہد ذکر کیا ہے، حدیث جریج یہ ہے: "لو كان جريجٌ فقيهاً عالماً لَعَلِمَ أنّ إجابتَه دُعاءَ أمِّه أولى مِن عبادةِ ربِّه عزّ وجلّ". "اگر جریج فقیہ عالم ہوتا، تو وہ جان لیتا کہ ماں کی پکار کا جواب دینا، رب کی عبادت سے اولیٰ ہے"۔

---

[۱] تلخيص الموضوعات: كتاب البر، ص: ۲۷۹، رقم: ۷۵۲، ت: أبو تميم ياسر، مكتبة الرشد - الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ.

[۲] الفوائد المجموعة: كتاب الأدب والزهد والطب وعيادة المريض، ۱/ ۲۳۰، رقم: ۳۵، ت: عبد الرحمن بن يحيى، الطبعة ۱۴۱۶ھ.

[۳] المقاصد الحسنة: حرف اللام، ص: ۳۹۹، رقم: ۸۹۸، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ.

حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے "كشف الخفاء" (رقم: ۲۱۱۰) میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شاہد کو نقل کر کے لکھا ہے: "والحديث ضعيف".

حدیثِ جریج کی وضاحت:

حافظ حسن بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مسند" میں "حدیثِ جریج" کی تخریج کی ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "فتح الباري" [1] میں جریج کی مذکورہ روایت میں "يزيد بن حَوشَب الفِهري" کو مجہول قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو:

"وقد روى الحسَنَ بن سفيان وغيرُه مِنْ طريق الليث عن يزيد بن حَوْشَب، عن أبيه قال سمعتُ رسولَ الله ﷺ يقول: "لو كان جريجٌ عالماً لَعَلِمَ أنّ إجابتَه أمّه أولى مِن عبادةِ ربِّه". ويزيد هذا مجهول".

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "اگر جریج عالم ہوتا، تو وہ جان لیتا کہ ماں کی پکار کا جواب دینا رب کی عبادت سے اولیٰ ہے"۔

(حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس حدیث کی سند میں یزید مجہول راوی ہے۔

۶- امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۱۱) نے "اللآلي المصنوعة" [2] میں علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے: "(قلتُ): أخرجه البيهقي في الشُعَب والله أعلم". میں (امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الإيمان" میں اس حدیث کی تخریج کی ہے، واللہ اعلم۔

۷- حافظ ابنِ عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۶۳ھ) "تنزيه الشريعة" [3] میں حافظ ابن

[1] فتح الباري: كتاب العمل في الصلاة، باب: إذا دعت الأم والدعا...، ۷۸/۳، دار المعرفة-بيروت.

[2] اللآلي المصنوعة: ۲/۲۵۰، محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

[3] تنزيه الشريعة: كتاب الأدب والزهد والرقائق، الفصل الأول: ۲/۲۹۶، رقم: ۴۹، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ.

جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے تعاقب کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

"قلتُ: وكذلك أشارَ الذهبي في "تلخيص الموضوعات" إلى ضُعفِه مِنْ جِهَةِ ياسين، ثم استدرك فقال: ولكن في سنده هناد النسفي، والله أعلم".

میں (ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تلخیص الموضوعات" میں یاسین کی جانب سے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا تھا، پھر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے استدراکاً کہا: لیکن اس حدیث کی سند میں ہناد النسفی ہے، واللہ اعلم۔

واضح رہے کہ "ھناد النسفی" علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں ہے، لیکن علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں نہیں ہے؛ اس لئے ہناد النسفی کی مجروحیت بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے لئے مضر نہیں ہے، البتہ دوسرا متکلم فیہ راوی، یاسین بن معاذ دونوں سندوں میں ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ بذاتِ خود حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے یاسین کو وضاعین کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ (تنزیہ الشریعۃ: ۱/۱۲۵)۔

روایت پر کلام کا خلاصہ:

محدثینِ عظام کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے یاسین بن معاذ الزیات کو متہم قرار دے کر اس روایت کو "موضوع" کہا ہے، البتہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت تخریج کرنے کے بعد "یاسین بن معاذ ضعیف" کہنے پر اقتصار کیا ہے، اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے تعاقب میں صرف بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کی ہے اور مزید کوئی کلام نہیں کیا، اسی طرح حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث جریج کے لئے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو بطور شاہد نقل کیا ہے، اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ کلام کی تفصیل ہم لکھ چکے ہیں کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام، محدثین کے منہج کے مطابق ضعفِ خفیف اور ضعفِ شدید دونوں کا احتمال رکھتا ہے، پھر

بعد میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی مل گیا، جس میں آپ نے ایک دوسرے مقام پر یاسین کو صاف لفظوں میں ''متروک'' کہا ہے؛ اس لئے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول روایت کے قابلِ بیان ہونے کے لئے ہرگز کافی نہیں ہے۔ بہرحال یہ بات بخوبی معلوم ہو چکی ہے کہ اس روایت میں محدثینِ کرام کے کلام کا مدار یاسین بن معاذ ہے؛ لہٰذا ذیل میں یاسین بن معاذ کے بارے میں ائمہ رجال کے تفصیلی اقوال لکھے جائیں گے۔

ابوخلف یاسین بن معاذ الزیات کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''میزان الاعتدال'' [1] میں لکھتے ہیں:

''وكان مِنْ كِبارِ فُقَهاءِ الكُوفَةِ ومُفْتِيْها، وأصله يَمامِيّ، يكنى أبا خلف، قال ابن مَعِين: ليس حديثُه بِشَيئ، وقال البخاري: مُنْكَرُ الحَدِيثِ، وقال النسائي وابن الجُنيد: متروك، وقال ابن حِبّان: يروي الموضوعات...''۔

''یاسین بن معاذ کا شمار کوفہ کے بڑے فقہاء اور مفتیوں میں ہوتا تھا، یاسین اصل میں یمامہ کا رہنے والا تھا، جس کی کنیت ابوخلف تھی، یاسین کے بارے میں ابن مَعین رحمۃ اللہ علیہ نے ''لیس حدیثه بشیئ'' (کلمۂ جرح)، بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''منکر الحدیث'' (کلمۂ جرح) اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ''متروک'' (کلمۂ جرح) کہا ہے، اور ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ حدیثیں گھڑتا تھا......''۔

ابوحاتم محمد بن ادریس التیمی رحمۃ اللہ علیہ [2] فرماتے ہیں:

''كان رجلاً صالحاً، لا يَعْقِلُ مايُحَدِّثُ به، ليس بقويٍّ، مُنكَرُ الحديث''۔

یاسین نیک شخص تھا، جن حدیثوں کو بیان کرتا تھا وہ خود بھی انہیں نہیں سمجھتا تھا، یاسین ''قوی'' نہیں تھا، ''منکر الحدیث'' (کلمۂ جرح) تھا۔

---

[1] ميزان الاعتدال: ۴/۳۵۸، رقم: ۹۴۴۳، تحقيق: علي محمد البجاوي، ناشر: دار المعرفة - بيروت۔

[2] الجرح والتعديل: باب الياء، ۹/۳۸۰، رقم الترجمة: ۱۷۰۰۵، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔

امام ابوسعد عبدالکریم بن محمد التمیمی السمعانی رحمۃ اللہ علیہ "الأنساب" [1] میں فرماتے ہیں:

"مِنْ أهل الكوفة، انْتَقَلَ إلى اليَمَامَة وأَقَامَ، ثم سَكَنَ الحجاز، يروي عن أبي الزبير والزهري، روى عنه عبد الرزاق، كان ممن يروي الموضوعات عن الثِقَات، ويَتَفَرَّدُ بالمُعْضَلات عن الأثبات، لا يجوز الاحْتِجَاج به بِحَال".

یاسین کوفی تھا، پھر یمامہ منتقل ہوکر وہاں اقامت اختیار کی، پھر حجاز میں سکونت اختیار کرلی، ابو الزبیر اور زہری سے روایت نقل کرتا تھا، اور عبد الرزاق، یاسین سے حدیث نقل کرتا تھا، یاسین ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر کے روایتیں گھڑتا تھا، اور "أثبات" (معتبر اور ثقہ راویوں) سے "مُعْضَلات" نقل کرنے میں متفرد (تنہا) ہوتا تھا، (چنانچہ) یاسین سے احتجاج بہر صورت جائز نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) "لسان المیزان" [2] میں رقمطراز ہیں:

"وقال الجوزجاني: لم يَرْضَ الناسُ حديثَه، وقال النسائي في "التمييز": ليس بِثِقَةٍ، ولا يُكْتَبُ حَدِيثُه، وقال أبوزُرعة: ضعيف، وقال أبوداود: كان يذهب إلى الإرجاء، وهو متروك الحديث، ضعيف، وهو بِبَيْعِ الزيت أعلم منه بالعلم، وقال ابن عدي: وكل رواياته أو عامتها غير محفوظة، قال الحاكم والنقاش: روى المناكير، وقال ابو أحمد الحاكم: ليس بالقوي عندهم، وذكره العُقَيْلِي، والدولابي، وابن الجارود، وابن شاهين في "الضعفاء".

اور جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ یاسین کی حدیثوں سے راضی نہیں تھے۔ نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کے یاسین "ثقة" نہیں ہے، اور اس کی حدیثیں نہ لکھی جائیں۔

---

[1] الأنساب: باب الزاء والياء، ۳/۲۰۴، رقم الترجمة: ۱۸۸۱، ت: محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ.

[2] لسان الميزان: ۸/۴۱۳، رقم: ۸۴۰۵، ت: عبد الفتاح أبو غُدّه، دار البشائر الإسلامية-بيروت، الطبعة ۱۴۲۳ھ.

ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے یاسین کو "ضعیف" کہا ہے، اور ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ "إرجاء" کی جانب چلتا تھا (یعنی اعتقاد رکھتا تھا)، اور وہ "متروک الحدیث" (کلمۂ جرح)، اور "ضعیف" ہے، اور وہ علم سے زیادہ تیل بیچنا جانتا تھا۔

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یاسین کی ساری یا اکثر حدیثیں "محفوظ" نہیں ہیں۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور نقاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یاسین "مناکیر" نقل کرتا تھا (کلمۂ جرح)۔

خلیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یاسین کو "ضعیف جداً" (کلمۂ جرح) کہا ہے۔

اور ابواحمد حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یاسین محدثین کے نزدیک "قوي" نہیں تھا۔

اور دولابی رحمۃ اللہ علیہ، ابن جارود رحمۃ اللہ علیہ، اور ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے یاسین کو "ضعیف" کہا ہے۔

حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ "المدخل إلی الصحیح" میں فرماتے ہیں: "روی عن عمرو بن دینار وأبي الزبیر وغیرهما من الثقات الموضوعات". یہ عمرو بن دینار اور ابو زبیر جیسے ثقہ راویوں کے انتساب سے من گھڑت روایات نقل کرتا ہے۔ (رقم: ۲۳۳، مؤسسة الرسالة-بیروت)

ائمہ رجال کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

یاسین بن معاذ کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال آپ کے سامنے تفصیل سے آچکے ہیں، ان تمام ائمہ رجال نے یاسین بن معاذ کو ضعیف ہی قرار دیا ہے، اور علامہ ابن حِبان رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جنید رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ، امام خلیلی رحمۃ اللہ علیہ، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، حافظ نقاش رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ تمام

محدثین نے یاسین بن معاذ کے بارے میں صاف اور جرح کے شدید فنی الفاظ استعمال کیے ہیں، مثلاً:

"مُنکَر الحدِیث". (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ کلمہ اکثر شدید جرح کے لئے استعمال کرتے ہیں)

"متروک". (امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جنید رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

"ضعیف جداً". (حافظ خلیلی رحمۃ اللہ علیہ)

"متروک الحدیث". (حافظ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ)

من گھڑت روایات نقل کرتا ہے (حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ)

یاسین ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر کے روایتیں گھڑتا تھا (حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ)

اس حدیث میں یاسین بن معاذ آفت ہے (علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)

حاصل یہ ہے کہ ان متقدمین ومتاخرین علماء کی سابقہ تصریحات کے مطابق، زیرِ بحث روایت کسی بھی طرح ضعفِ شدید سے خالی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو "موضوع" تک کہا ہے؛ اس لئے ان تمام نصوص کا قدرِ مشترک اور اتفاقی نتیجہ یہی ہے کہ یہ روایت ضعفِ شدید سے کسی بھی صورت میں خالی نہیں رہ سکتی؛ اس لئے زیرِ بحث روایت کو فضائل کے باب میں بھی بیان کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ جمہور علما کے نزدیک ضعیف حدیث پر اگرچہ فضائل کے باب میں عمل کرنا جائز ہے، البتہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات گذر چکی ہے کہ اس جوازِ عمل کے لئے اتفاقی شرط یہ ہے کہ حدیثِ ضعیف، ضُعفِ شدید سے خالی ہو۔

ایک اہم نکتہ:

یہاں ایک دوسرا اہم نکتہ بھی مدِ نظر رہے کہ ائمہ سابقین یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ،

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، امام نقاش رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے یاسین بن معاذ کے بارے میں یہ وضاحت بھی صاف لفظوں میں کی ہے کہ یاسین "منکر الحدیث" ہے اور وہ "مناکیر" نقل کرتا تھا، نیز ان کی روایتیں غیر محفوظ ہیں جن میں وہ متفرد (تنہا) ہوتا ہے، اب آپ یاسین بن معاذ کی زیرِ بحث روایت کو ان اقوال کی روشنی میں عین منطبق پائیں گے، کیونکہ یہ روایت مجروح راوی یاسین بن معاذ کی سند ہی سے مروی ہے، اور وہ اس میں متفرد ہے (یعنی یاسین بن معاذ کے علاوہ کوئی دوسرا راوی اس روایت کو نقل کرنے والا نہیں ہے) نیز ظاہری حدیث بھی نکارت پر مشتمل ہے، چنانچہ اصول حدیث کے مطابق یہ روایت منکر بھی کہلائے گی۔ حاصل یہ ہے کہ یاسین بن معاذ جیسے راوی کی حدیث تفرد اور نکارت کی صورت میں، روایت کو مزید "ساقط الاعتبار" بنا دیتی ہے۔

روایت کا فنی حکم:

یہاں تک کی توضیحات کا بے غبار نتیجہ تکرار سے ماقبل میں آتا رہا ہے کہ زیرِ تبصرہ روایت، بہر صورت ضعفِ شدید پر مشتمل ہے، اور اسے حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے من گھڑت کہا ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق جمہور علماء کے نزدیک فضائل کے باب میں بھی ایسی روایت بیان کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے۔



روایت نمبر: ⑦

روایت: نورِ محمدی ﷺ سے اندھیرے میں گمشدہ سوئی کی چمک۔

حکم: من گھڑت

رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ اقدس مجسّم فضائل ومناقب ہے، اور ہر مسلمان دل وجان سے آپ ﷺ کے ان معجزات وکمالات کا معترف ہے، لیکن یہ بات واضح رہے کہ آپ ﷺ کی معجزانہ شان میں یہ بھی داخل ہے کہ آپ ﷺ کے تمام شمائل مستند دلائل سے ثابت ہیں، جن میں کسی خود ساختہ مداخلت کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، اسی پر اعلام امت کا اجماع ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو آپ ﷺ کے مناقب پر مشتمل من گھڑت روایت سے آگاہ کیا جائے، تو اسے یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ جب آپ ﷺ کے بے شمار معجزات ہیں، تو اس روایت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف انتساب کرنے میں کیا حرج ہے؟ یہ سوال بظاہر معصومانہ لہجہ رکھتا ہے، لیکن اگر شریعت اسلامیہ میں ایسی غیر مسند اور غیر مستند باتوں کا سدِّ باب نہ ہوتا تو وہ مسخ ہو کر رہ جاتی، چنانچہ آپ ﷺ نے بذاتِ خود انتہائی اہتمام سے ان بے جا مداخلتوں پر سخت وعید بیان کی ہے:

”مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“.[1]

”جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے“۔

ذیل میں آپ ﷺ کے مناقب پر مشتمل ایک ایسی ہی روایت بیان کی جائے گی، جو من گھڑت ہونے کے باوجود زبان زدِ عام ہے۔

عنوانِ روایت:

نورِ محمدی ﷺ سے اندھیرے میں گمشدہ سوئی کی چمک۔

[1] الجامع الصحيح للبخاري: باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم ۱/ ۳۳، رقم الحديث: ۱۰۷، ت: محمد زهير بن الناصر، دار طوق النجاة- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ.

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

روایت کی تحقیق چار اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- مصادرِ اصلیہ سے روایت کی تخریج

۲- روایت پر علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

۳- سند کے متکلم فیہ راوی پر ائمہ کا کلام

۴- ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم

مصادرِ اصلیہ سے روایت کی تخریج:

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ دِمشق"[1] میں رقم طراز ہیں:

"أخبرنا أبو حفص عمر بن علي بن أحمد الفاضل النَّوْقاني- بها- أنبأنا أبو محمد الحسَن بن أحمد السمرقندي، [أبنأنا الحسن الحافظ قراءة، أنبأنا أبو إبراهيم بن إسماعيل بن عيسى بن عبدالله التاجر السمرقندي]- بها- أنبأنا أبو الحسَن علي بن محمد بن أحمد بن يحيى بن الفضل بن عبدالله الفارسي، أنبأنا أبو الحسَن بن على بن الحُسَين الجرجاني الحافظ السمرقندي، أنبأنا مَسْعَدَة بن بكر الفَرْغاني بمَرْو، وأنا سألته فأملى عليّ بعد جُهدٍ، أنبأنا محمد بن أحمد بن أبي عون، أنبانا عمّار بن الحسَن، أنبأنا سلمة بن الفضل بن عبدالله، عن محمدِ بن إسحاق بن يسار، عن يزيد بن رُومان وصالح بن كيسان عن عروة بن الزبير رضی اللہ عنہ عن عائشة رضی اللہ عنہا قالتْ: استعَرْتُ مِنْ حَفْصَة بنت رواحة إبْرَةً كنتُ أَخِيطُ بها ثوب رسول الله ﷺ، فَسَقَطَتْ مِنِّي الإبرةُ، فطلبتُها فلم أَقْدِرْ عليها، فدَخَلَ رسولُ الله ﷺ فتبيَّنَتْ الإبرةُ مِنْ شُعاع نورِ وَجْهِه، فضحِكْتُ، فقال:

---

[1] تاريخ دمشق :باب صفة خلقه ومعرفة خلقه، ۳/ ۳۱۰، ت:محب الدين أبو سعيد، دارالفكر، بيروت، الطبعة ۱۴۱۵ھ.

يا حُمَيْرَاء ! لِمَ ضحِكْتِ؟ قلتُ: كان كيتَ وكيتَ، فنادى بأعلى صَوتِه: "ياعائشةُ! الويلُ ثم الويلُ ـ ثلاثاً ـ لمَنْ حُرِمَ النظرُ إلى هذا الوجه، مامِنْ مؤمن ولا كافرٍ إلاّ ويَشْتَهِي أن يَنْظُرَ إلى وَجْهِي".

ترجمہ: "ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حفصہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا سے ایک سوئی عاریتاً لی، جس سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا سی رہی تھی، مجھ سے وہ سوئی نیچے گر پڑی، میں نے اسے تلاش کیا مگر وہ مجھے نہیں ملی، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آپ کے نورانی چہرے کی شعاع سے سوئی نظر آ گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ہنس پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے حُمَیرا ء! تم کیوں ہنسی تھی؟" میں نے عرض کیا کہ یہ واقعہ پیش آیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے با آواز بلند فرمایا: "اے عائشہ! ہلاکت ہے! پھر ہلاکت ہے! (یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا) اس شخص کے لیے جو اس چہرے کو دیکھنے سے محروم ہو جائے، ہر مؤمن و کافر کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ میرے چہرے کا دیدار کر لے"۔

یہ روایت حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ، علامہ اسماعیل بن محمد بن فضل بن علی القرشی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل النبوۃ" [1] میں اپنی سند سے تخریج کی ہے، دونوں سندیں زیرِ بحث سند میں مذکور ابو محمد حسن ابن احمد سمرقندی پر آ کر مشترک ہو جاتی ہیں۔

روایت پر علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ "الآثار المرفوعة" [2] میں لکھتے ہیں:

"... ومنها مايَذْكُرُ الوعاظ عند ذِكْرِ الحُسْنِ المُحَمَّدِي أنّه في لَيْلَةٍ مِنَ الليالي سَقَطَتْ من يد عائشة رضي الله عنها إبرتُها، ففُقِدَتْ فالْتَمَسَتْها ولم

[1] دلائل النبوة: ۱/ ۱۱۳، رقم: ۱۱۷، ت: محمد محمد الحداد، دار طيبة-الرياض.

[2] الآثار المرفوعة: ۱/ ۴۶، دار الكتب العلمية-بيروت.

تَجِدُ، فضَحِکَ النبيّ وخَرَجَتْ لُمعَةُ أسنانِه فأضاءت الحُجرَةَ ورأَتْ عائشةُ بذلک إبرتَه".

وهذا وإن كان مذكوراً في مَعَارِجِ النُبوّةِ وغيره مِنْ كُتُبِ السِّيَر- الجامعة للرَطْبِ واليَابِسِ، فلا يستند بكُلِّ ما فيها إلا النَّائم والنَّاعِس- ولكنه لم يَثْبُتْ روايةً ودرايةً.

".....ان من گھڑت قصوں میں ایک وہ قصہ بھی ہے، جسے واعظین آپ ﷺ کے حسن وجمال کو بیان کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں۔ (قصہ یہ ہے کہ) ایک شب ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سے سوئی نیچے گر پڑی، آپ رضی اللہ عنہا نے سوئی کو تلاش کیا لیکن سوئی نہیں ملی، پھر آپ ﷺ ہنسے، اور آپ ﷺ کے دانتوں سے ایک روشنی اور چمک نکلی، جس نے حجرے کو روشن کر دیا، اور اس کی روشنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سوئی مل گئی۔
یہ قصہ اگرچہ "معارج النبوۃ" اور سیرت کی دیگر کتب میں مذکور ہے- جو رطب ویابس پر مشتمل ہیں، ان کتب کی ہر چیز پر اعتماد صرف وہ ہی شخص کرسکتا ہے جو سو رہا ہو اور اُونگھ رہا ہو- لیکن عقل ونقل کسی حیثیت سے یہ روایت ثابت نہیں ہے"۔

زیر بحث روایت کی سند پر کلام:

اس روایت میں ایک راوی "مَسْعَدَة بن بكر الفرغاني" شدید متکلم فیہ ہے، جس کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

مَسْعدہ بن بکر الفرغانی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال:

۱- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال" [1] میں لکھتے ہیں: "عن محمّد بن أحمد

[1] میزان الاعتدال: مسعدة، ۹۸/۴، رقم: ۸۴۲۴، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت.

بن أبي عون بخَبَرٍ كِذْبٍ". مَسْعَدَہ نے محمد بن احمد بن ابی عون سے ایک جھوٹی خبر نقل کی ہے۔

۲- حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال" کی عبارت "لسان المیزان"[1] میں نقل کر کے رقم طراز ہیں:

ولم أَقِفْ على الخَبَرِ بعدُ، ووَجَدْتُ له حديثاً آخرَ، قال الدَّارَ قُطْنِي في "غرائب مالک": أبو سعيد مَسْعَدَة بن بكر بن يوسف الفَرْغَاني، قدِم حاجاً، حدثنا الحَسَنُ بن سفيان، حدثنا أبو مُصْعَب، عن مالك، عن نافع، عن [ابن عمر رضي الله عنهما] رَفَعَه: "مَثَلُ المنافق مثل الشَّاةِ العَائِرَة... الحديث". قال الدَارَ قُطْنِي: هذا باطلٌ بهذا الإسناد، والحسن وأبو مصعب ثِقَتَان، ولكن هذا الشيخ توهمه فمَرَّ فيه وانْقَلَبَ عليه إسنادُه، والله أعلم.

میں اب تک اس خبر پر واقف نہیں ہوسکا (یعنی حافظ ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جس کو مسعدہ کی جھوٹی خبر کہا ہے)، البتہ مجھے مَسْعَدہ کی ایک دوسری حدیث ملی ہے، (وہ حدیث یہ ہے) دار قُطْنی رحمۃ اللہ علیہ "غرائب مالک" میں لکھتے ہیں: ابوسعید مسعدہ بن بکر یوسف الفرغانی حج کے لیے آئے تو ہمیں حدیث بیان کی، وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حسن بن سفیان نے حدیث بیان کی، حسن فرماتے ہیں کہ ہمیں ابومصعب نے، اور وہ مالک سے، اور وہ نافع سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "منافق کی مثال دو ریوڑوں کے درمیان اس پریشان بکری کی سی ہے...... دار قُطْنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند سے باطل ہے، اور اس حدیث کی سند

---

[1] لسان المیزان: ۸/ ۴۰، رقم: ۷۶۸۰، ت: الشیخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، دار البشائر الإسلامیة، [illegible]، الطبعة الأولی ۱۴۲۳ھ.

میں حسن اور ابو مصعب ثقہ راوی ہیں، لیکن ان شیخ (مَسْعدَہ) کو اس حدیث میں وہم ہوا ہے، چنانچہ شیخ اس میں یونہی گذر گئے ہیں، حالانکہ ان پر اس حدیث کی سند خلط ہوگئی ہے (یعنی سند تبدیل ہو چکی ہے)۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں تین امور قابلِ ضبط (تحریر) ہیں:

۱- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جس خبر کو مَسْعدَہ کی جھوٹی خبر کہا ہے، میں اب تک اس خبر پر مطلع نہیں ہو سکا ہوں۔

۲- البتہ مَسْعدَہ کی ایک دوسری روایت "غرائب مالک" میں موجود ہے، جسے حافظ دارقُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس سند کے ساتھ باطل قرار دیا ہے، اور سند میں باقی راویوں کو ثقہ قرار دیکر، صرف مَسْعدَہ پر کلام کیا ہے۔

۳- یہ واضح رہے کہ یہ روایت امام دارقُطنی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق خاص اس سند کے ساتھ باطل ہے، البتہ دیگر سندوں سے یہ روایت ثابت ہے، بلکہ یہ روایت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "جامع"[۱] میں ذکر کی ہے، ملاحظہ ہو:

"... عن ابن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "مَثَلُ المُنَافِقِ كَمَثَلِ الشَّاةِ العَائِرَة بين الغَنَمَيْنِ، تَعِيْرُ إلى هذه مَرَّةً، وإلى هذه مَرَّةً". حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "منافق کی مثال دو ریوڑوں کے درمیان اس پریشان بکری کی طرح ہے، جو کبھی اِس ریوڑ میں چرتی ہے اور کبھی اُس ریوڑ میں چرتی ہے"۔

۳- حافظ ابنِ عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[۲] میں لکھتے ہیں: "مَسْعَدَة بن بكر الفَرْغاني عن محمد بن أحمد بن أبي عونٍ بخبر كذب". مَسْعدَہ نے محمد بن احمد

[۱] الجامع الصحيح لمسلم: كتاب صفات المنافقين وأحكامهم، ۴/ ۲۱۴۶، رقم: ۲۷۸۴، ت: محمدفؤادعبدالباقي، دار الكتب العلمية-بيروت.

[۲] تنزيه الشريعة: ۱/ ۱۱۶، رقم: ۳۶۷، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبدالله محمد الصديق، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ.

بن ابی عون سے ایک جھوٹی خبر نقل کی ہے۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ کلام درحقیقت حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔

واضح رہے کہ زیرِ بحث سند میں مَسْعَدَہ اس روایت کو محمد بن احمد بن ابی عون سے نقل کرنے والے ہیں، اس کی مزید تفصیل آگے آئے گی۔

ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

زیرِ بحث سند کے راوی مَسْعَدَہ بن بکر الفرغانی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مسعدہ متّہم بالکذب ہے، کیونکہ مَسْعَدَہ نے، محمد بن احمد بن ابی عون سے ایک جھوٹی خبر نقل کی ہے، یہی جرح حافظ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسعدہ کے بارے میں نقل کی ہے، البتہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ذَہَبِی کے کلام کو نقل کرنے کے بعد کہا کہ مجھے اب تک مسعدہ کی یہ جھوٹی خبر نہیں ملی، پھر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "غرائب مالک" سے مَسْعَدَہ کی ایک دوسری حدیث نقل کی ہے، جسے امام دارَقُطنِی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس سند کے ساتھ باطل قرار دیا ہے، اور اس باطل روایت میں مسعدہ کو "متكلم فيه" بتایا ہے۔

بہر حال ان تمام اقوال کا حاصل یہی ہے کہ مسعدہ متّہم بالکذب راوی ہے، نیز علامہ عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ بھی صاف لفظوں میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں کہ زیرِ بحث روایت من گھڑت ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق جمہور علما کے نزدیک، ضعیف حدیث پر فضائل کے باب میں عمل کرنا جائز ہے، البتہ اس جوازِ عمل کے لئے اتفاقی شرط یہ ہے کہ حدیث ضعف شدید سے خالی ہو، چنانچہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سَمِعْتُ شيخَنَا ابن حجر أي العسقلاني المصري مِرَاراً - وكتب لي بخطه - يقول: شرطُ العَمَلِ بالحديث الضعيف ثلاثةٌ: الأوّل متفقٌ عليه، وهو أنْ يكونَ الضعفُ غيرَ شديدٍ، فيَخْرُجُ مَنْ انفردَ مِنَ الكذّابين والمُتّهَمِين ومَنْ فَحُشَ غَلَطُه..." ا۔ہ[1]

---

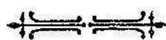
[1] القول البديع: خاتمة، ٤٩٦، ت: محمد عوامة، دار اليسر۔المدينة المنورة، الطبعة الثانية ١٤٢٨ھ۔

"میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے کئی دفعہ سنا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریر سے یہ شرائط مجھے لکھ کر بھی دی۔ کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضعف شدید نہ ہو؛ لہذا اس شرط سے وہ کذابین، متہمین اور فاحش الغلط نکل گئے، جو نقلِ روایت میں منفرد ہوں......"۔

ایک اہم نکتہ:

زیرِ بحث روایت کا باطل ہونا تو سابقہ نصوص سے واضح ہو چکا ہے، البتہ یہاں ایک دلچسپ نکتہ ملحوظ رہے کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ماقبل میں گذرا ہے کہ مَسْعَدَہ نے محمد بن احمد بن ابی عون سے ایک جھوٹی خبر نقل کی ہے، لیکن حافظ ذہبی نے اس خبر کی تعیین نہیں کی، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس خبر کے بارے میں عدمِ علم کا اظہار فرمایا تھا، اب آپ زیرِ تحقیق روایت کی سند ایک دفعہ پھر دیکھئے، تو معلوم ہوگا کہ اس سند میں بھی مَسْعَدَہ بن بکر الفرغانی، محمد بن احمد بن ابی عون سے روایت کو نقل کرنے والے ہیں، اور علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ خاص اس زیرِ بحث روایت کے موضوع ہونے کو پہلے ہی بتا چکے ہیں؛ اس لئے قرینِ قیاس یہی ہے کہ وہ من گھڑت روایت یہی ہو۔

بہر حال یہ بات واضح ہے کہ مذکورہ قصہ کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا فنی حیثیت سے جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ روایت "ساقط الاعتبار" اور ناقابل بیان ہے۔



روایت نمبر: ⑧

روایت: "اتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَم". تہمت کی جگہوں سے بچو۔

حکم: یہ الفاظ حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، بلکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

علومِ حدیث میں تحقیق وتدقیق کی انتہائی حدود کا نام "علم العلل" ہے، یہی وہ علم ہے جس میں امامِ علل "ثقات" سے منقول روایتوں میں بعض ایسی خفیہ علتوں سے پردہ اٹھا دیتا ہے، جن سے حدیث "معلول" ہوکر قابل استدلال نہیں رہتی، اوران ماہرینِ علل کے یہ فیصلے اس قدر دقیق ہوتے ہیں کہ عام درجے کے محدثین رحمۃ اللہ علیہ اصحابِ علل کے ان فیصلوں کو سمجھنے سے بھی قاصر ہوتے ہیں، اوران کی فہم جواب دینے لگتی ہے، ائمہ علل کو یہ مقام ان کی فہمِ ثاقب، معرفتِ تامہ اور طولِ ممارست کے بعد "ودیعت" ہوتا ہے، ان ائمہ علل کے احوال دیکھے جائیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ انھوں نے اپنے نبی ﷺ کے ارشادات کو کتنا محفوظ رکھا ہے! حتی کہ یہ علماء علل ایک ایک راوی کی ہزاروں حدیثوں کو "میزانِ علل" میں تولتے تھے؛ چنانچہ امام ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "نَظَرْتُ في نحو ثمانين ألف حديث من حديث ابن وهب بمصر وفي غير مصر، ما أَعْلَمُ أنّي رأيتُ له حديثاً لا أصلَ له". [1] میری مصر اور مصر کے علاوہ شہروں میں موجود، ابن وہب کی اسّی ہزار حدیثوں پر نظر ہے، میں نے ابن وہب کی حدیثوں میں کسی حدیث کو "بے اصل" نہیں پایا ہے۔

واضح رہے کہ یہ علم کئی جہات پر منقسم ہے، جس میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بعض اوقات "ثقات" کی روایتوں میں حدیث کے وصل وإرسال (سند کا متصل یا مرسل ہونا) یا وقف ورفع (آپ ﷺ کا قول یا صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول) کا اختلاف واقع ہو جاتا

[1] الجرح والتعديل: باب ما ذكر من كثرة علم أبي زُرعة، ١/٢٧٥، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢ھ.

ہے، اس اختلاف کو ماہرِ علل اپنی فہم، اتقان، اور کثرتِ ممارست سے سلجھاتا ہے، اس مضمون کو حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

"...والوجه الثاني: معرفةُ مراتب الثقات وترجيح بعضهم على بعض عند الاختلاف، إمّا في الإسناد، وإمّا في الوصل والإرسال، وإمّا في الوقف والرفع ونحوذلك، وهذا هو الذي يحصل من معرفته وإتقانه (وكثرة ممارسته) الوقوف على دقائق علل الحديث". [۱]

"......دوسری قسم: اختلاف کی صورت میں ثقات کے مراتب کو پہچاننا اور ان میں کسی ایک کو ترجیح دینا ہے، ثقات کا یہ اختلاف یا تو اسناد میں ہوگا، یا حدیث کے موصول یا مرسل ہونے میں، یا حدیث کے مرفوع یا موقوف ہونے میں، یا اس کے علاوہ کوئی بھی صورت ہوگی، اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کی معرفت، ان میں پختگی اور کثرتِ ممارست ہے، عللِ حدیث کی باریکیوں پر واقفیت حاصل ہوتی ہے"۔

ایک اہم وضاحت:

اس اقتباس میں "علم علل" کا تعارف انتہائی اختصار سے کروایا گیا ہے، ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ آئندہ پیش کی جانے والی تحقیق کو علمِ علل سے صرف یہ مناسبت ہے کہ اگر ایک حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طریق سے (خواہ یہ حدیثیں غیر ثقہ راویوں) مروی ہو، اور محدثینِ کرام کے سامنے ایسے قرائن اور دلائل ظاہر ہو جائیں، جس کی روشنی میں وہ کسی ایک جانب کو دوسرے پر ترجیح دیدیتے ہیں، البتہ علمِ علل میں مرفوع وموقوف کا اختلاف منفرد انداز کا ہوتا ہے؛ کیونکہ علم علل میں صرف ثقات کی حدیثیں زیرِ تحقیق ہوتی ہیں، اور ان کی علتوں کی نشاندہی ایک پیچیدہ مرحلہ ہے، جس کی وضاحت صرف ماہرینِ علل ہی کر پاتے ہیں، تفصیلات کے لئے کتبِ علل

[۱] شرح علل الترمذي: ۲/ ٦٦٣، ت: الدكتور همام عبدالرحيم، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الثالثة ۱۴۲۲ھ.

دیکھی جاسکتی ہیں، خصوصاً "شرح عِلَلِ الترمذي" میں علامہ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی سہل طریقے پر اس فن کی بیشتر جزئیات پر تبصرہ فرمایا ہے۔

بہر حال ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔

عنوانِ روایت:

"اتقُوا مَوَاضِعَ التُّهَم".

ترجمہ: "تہمت کی جگہوں سے بچو"۔

اور بعض مقامات پر یہ روایت ان الفاظ سے منقول ہے:

"من سَلَكَ مَسَالِكَ التُّهَم اُتُّهِمَ".

ترجمہ: "جو شخص تہمت کے راستوں پر چلے گا وہ متہم ہو جائے گا"۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

اس حدیث کی تحقیق بنیادی طور پر دو اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- روایت کے مصادرِ اصلیہ اور ان کی سند (مرفوع، موقوف) کی تحقیق

۲- روایت پر ائمہ کا کلام اور اس کا خلاصہ (جس کے آخر میں روایت کا فنی مقام لکھا گیا ہے)۔

مرفوع اور موقوف کی عام فہم تعریف:

واضح رہے کہ اس حدیث کی تحقیق میں لفظِ مرفوع اور موقوف بہت کثرت سے استعمال ہوگا، اس لئے ذیل میں مرفوع اور موقوف کی عام فہم تعریف لکھی جا رہی ہے:

حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ اپنے "مقدمة" [1] میں حدیثِ مرفوع اور حدیث موقوف کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] مقدمة ابن الصلاح: النوع السادس...، ص: ۱۱٦، ت: الدكتور عبد اللطيف والشيخ ماهر ياسين، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

"وهو ما أُضِيفَ إلى رسولِ اللّٰه ﷺ خاصةً".

جو بات (قول، فعل، تقریر) خاص آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کی جائے، وہ مرفوع ہے۔

"وهو ما يُرْوَى عن الصحابة رضي اللّٰه عنهم مِنْ أفعالِهم وأقوالِهم ونحوِها...".

"صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول اقوال اور افعال وغیرہ موقوف کہلاتے ہیں......"۔

روایت کے مصادرِ اصلیہ:

زیرِ تحقیق روایت کا مضمون مرفوعاً (آپ ﷺ کا قول) اور موقوفاً (صحابی رضی اللہ عنہ کا قول) مختلف سندوں سے مروی ہے، یہاں ہر ایک کو علیحدہ بیان کر کے ان کا حکم ذکر کیا جائے گا۔

مرفوع روایت:

مرفوعاً (آپ ﷺ کا قول) یہ روایت دو جگہ مختلف الفاظ سے مروی ہے:

۱- حجۃ الاسلام امام ابو حامد الغزالی رحمہ اللہ "إحیاء علوم الدین"[1] میں لکھتے ہیں:

"...فقال ﷺ: اتّقُوا مواضعَ التُّهَم".

ترجمہ:......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تہمت کی جگہوں سے بچ کر رہو۔

۲- علامہ زمخشری رحمہ اللہ "تفسیرِ کشّاف"[2] میں لکھتے ہیں:

"وقال رسول اللّٰه ﷺ: مَنْ كان يؤمِنُ باللّٰه واليوم الآخر فلا يَقِفَنَّ مواقفَ التُّهَمِ".

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ تہمت کی جگہوں پر ہرگز کھڑا نہ ہو۔

علامہ زیلعی "تخريج أحاديث الكشّاف"[3] میں لکھتے ہیں: "قلتُ:

---

[1] انظر اتحاف السادة المتقين: كتاب عجائب القلب، ۸/۵۲۴، دار الكتب العلمية-بيروت.

[2] تفسير الكشّاف: سورة الأحزاب، الآية: ۵۶، ۵/۹۶، مكتبة العُبَيكان-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ.

[3] تخريج أحاديث الكشاف: الحديث الثامن والثلاثون، رقم: ۱۰۴۲، ت: عبدالله بن عبدالرحمن، دار ابن خزيمة-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ.

غریب". میں کہتا ہوں کہ یہ روایت غریب ہے۔

واضح رہے کہ اس مرفوع طریق کی تفصیل آگے آئے گی۔

موقوف روایت:

یہ مضمون حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اختصار کے پیشِ نظر ہم اس موقوف روایت کے صرف دو طریق یہاں نقل کریں گے:

۱۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت کا پہلا طریق:

واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ موقوف طریق علامہ خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، اور آپ آئندہ محدثینِ کرام کے اقوال میں بھی امام خرائطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کا تذکرہ کثرت سے دیکھیں گے، اسی اہمیت اور نکتے کے پیشِ نظر یہاں اس روایت کی تحقیق تفصیل سے لکھی جائے گی، البتہ یہ واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی موقوف طریق امام ابنِ حبان اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے ایک دوسری سند سے بھی تخریج کیا ہے (جسے اس موقوف روایت کے بعد لکھا جائے گا) اور یہ دوسری سند امام خرائطی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے مقابلے میں "عمدہ" ہے، بہر حال فنی حیثیت سے دونوں سندیں قابلِ بیان ہیں، اس مختصر اقتباس کے بعد اب ہم موضوع کی جانب آتے ہوئے امام خرائطی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کرتے ہیں۔

علامہ ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲۷ھ) "مکارم الأخلاق" [۱] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا أبو بدر عباد بن الوليد الغُبَري، حدثنا حمّاد بن مِنْهَال السراج، عن سليمان العِجْلِي، عن بُديل بن ورقاء، قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: "مَنْ أقام نفسه مقامَ التُّهمَة، فلا يلُومَنَّ مَنْ أساء به الظَنّ".

---

[۱] مکارم الأخلاق: باب مایستحب للمرء من التحرز أن یُساء به الظن، ۱۲۱، رقم: ۲۷۷، ت: أیمن عبدالجبار، دار الآفاق العربیة۔القاهرة، الطبعة الأولی ۱۴۱۹ھ.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص اپنے آپ کو تہمت کی جگہ رکھے، تو وہ بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے۔

اس سند میں چار راوی ہیں، ذیل میں ہر راوی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال اور آخر میں سند کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

رُواتِ سند پر کلام:

۱-عباد بن الولید بن خلاد الغُبَرِی، أبوبدر المؤدب (المتوفی ۲۵۸ھ وقیل ۲۶۲ھ):

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "صدوق". [1]

عباد بن الولید "صدوق" (کلمۂ تعدیل) ہے۔

۲-حماد بن منہال السراج:

بظاہر یہ نام منہال بن بحر سے مصحف (تبدیل ہوا) ہے، کیونکہ "مکارم الأخلاق" ہی میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک دوسرا اَثر (قول) اوّل تا آخر اسی سند سے مروی ہے، جس میں حماد بن منہال السراج کی جگہ، منہال بن بحر السراج لکھا ہے [2]، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس روایت میں بھی قرینِ قیاس منہال بن بحر ہے، نیز منہال بن بحر سند کے جس طبقے (دور) میں مذکور ہے، اس میں بھی منہال بن بحر البصری العُقَیلی ابو سلمۃ (المتوفی ۲۲۰ھ) کا نام ملتا ہے، جن کے بارے میں ائمہ کے اقوال ملاحظہ ہوں:

حافظ عُقَیلی، منہال بن بحر کے بارے میں فرماتے ہیں: "في حديثه نَظَرٌ". [3]

واضح رہے کہ "في حديثه نَظَرٌ" کلمہ جرح ہے۔

---

[1] التقريب: ۲۹۱، رقم: ۳۱۵۱، ت: محمد عوامة، دار الرشيد-سوريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ.

[2] انظر مكارم الأخلاق: ۲۴۲، رقم: ۷۴۳، ت: أيمن عبد الجبار، دار الآفاق العربية-القاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ

[3] كتاب الضعفاء الكبير: ۴/۲۳۸، رقم: ۱۸۳۲، ت: د-عبد المعطي، دار الكتب العلمية-بيروت.

امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”ثِقَةٌ“. [1]

منہال بن بحر ”ثِقَةٌ“ (کلمۂ تعدیل) ہیں۔

۳-سلیمان العِجْلی:

سند کے مذکورہ طبقے (زمانے) میں مجھے یہ نام نہیں مل سکا، البتہ اِس طبقے کے بعد سلیمان بن کندیر، ابوصدقہ العجلی تابعی (طبقة تلي الوسطى من التابعين) کا نام ملتا ہے، سلیمان بن کندیر، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرنے والے راوی ہیں، موصوف کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”لا بأس به“. [2]

اور ”لا بأس به“ کلمۂ تعدیل ہے۔

۴-بُدیل بن ورقاء:

یہاں بھی حسبِ سابق سند کے اس طبقے (دور) میں یہ نام نہیں ملتا، البتہ اس طبقے (دور) کے بعد بُدیل بن ورقاء خزاعی صحابی رضی اللہ عنہ کا نام ملتا ہے، اگر یہاں بُدیل بن ورقاء سے مراد بدیل بن ورقاء الخزاعی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، تو سند میں مذکور بُدیل بن ورقاء سے نقل کرنے والے راوی سلیمان العجلی اور بُدیل بن ورقاء کے مابین بھی انقطاع ہے، کیونکہ ”أسد الغابة“ [3] میں ہے کہ بُدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ فتح مکہ پر ایمان لائے ہیں اور ان کا انتقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے قبل ہو چکا تھا (اور سلیمان بن کندیر تابعین کے اس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جو وسطی تابعین سے متصل ہے، چنانچہ سلیمان اور بدیل کا لقاء بظاہر ثابت نہیں ہے)۔

---

[1] الجرح والتعديل: باب الميم، ٨/ ٤٠٩، رقم: ١٤٩٤٥، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢ھ.

[2] التقريب: ٢٥٤، رقم: ٢٦٠٤، ت: محمد عوامة، دار الرشيد- سوريا، الطبعة الرابعة ١٤١٨ھ.

[3] أسد الغابة: ١/ ٣٦٥، رقم: ٣٨٣، ت: الشيخ علي محمد المعوض و الشيخ أحمد [illegible]، دار الكتب العلمية-بيروت.

سند کا خلاصہ:

حاصل یہ رہا کہ مذکورہ سند میں سلیمان العجلی اور بُدیل بن ورقاء کے بارے میں تقریبی احتمالات ہم نے ذکر کر دیے ہیں، البتہ ان دونوں راویوں کا بالتعیین مصداق ہمیں معلوم نہیں ہو سکا۔ اس موقوف روایت کا حکم آگے آئے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت کا دوسرا طریق:

۲- حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مذکورہ موقوف طریق "روضة العُقَلاءِ ونُزهَةُ الفُضلاءِ" [1] میں اس سند سے تخریج کیا ہے:

"أنبأنا القطان بالرقة، حدثنا هشام بن عمار، حدثنا إبراهيم بن موسى المكي، عن يحيى بن سعيد الأنصاري، عن سعيد بن المسيّب قال: وَضَعَ عمر بن الخطاب رضي الله عنه للنّاس ثمانية عشر كلمةً كلّها حِكَمٌ... ومَنْ تعرّض للتُّهمة فلا يَلُومَنّ مَنْ أساء به الظنّ..."۔

"سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کیلئے اٹھارہ پُرحکمت جملے وضع کیے تھے...... (ان میں ایک یہ ہے) اور جو شخص اپنے آپ کو خود تہمت کیلئے پیش کر دے، پھر کوئی اس کے بارے میں بدگمانی کرے تو وہ ہرگز اسے ملامت نہ کرے......"۔

روایت کے دیگر مصادر:

حافظ مرتضیٰ زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے "إتحاف السّادةُ المتقين" [2] میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول علامہ زبیر بن بکّار رحمۃ اللہ علیہ نے "الوفقیات" میں تخریج کیا ہے۔

---

[1] روضة العقلاء: ذكر استجاب المؤاخاة للمرء الخاص، ۹۰، ت: محمد محي الدين، دار الكتب العلمية-بيروت، ۱۳۹۷ھ.

[2] إتحاف السادة المتقين: كتاب عجائب القلب، ۸/۵۲۲، دار الكتب العلمية-بيروت.

(مجھے اس قول کی سند نہیں مل سکی، از راقم الحروف)

اسی طرح امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الإیمان" میں [1] اور حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "المُتَّفِق والمُفتَرِق" [2] میں شیخ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کے مطابق یہ مفصل روایت تخریج کی ہے، اور ان حدیثوں میں بھی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "وَمَنْ تعرّض للتُّهمة فلا يلومنّ مَنْ أساء به الظنّ". یعنی جو شخص اپنے آپ کو خود تہمت کیلئے پیش کر دے، پھر کوئی اس کے بارے میں بدگمانی کرے تو وہ ہرگز ملامت نہ کرے۔

"روضة العقلاء" کی مذکورہ سند میں کل پانچ راوی ہیں، ذیل میں ہر ایک کے بارے میں ائمہ کے اقوال اور ان دونوں موقوف روایتوں کا فنی حکم بھی لکھا جائے گا۔

رُواتِ سند پر کلام:

۱ -أبو علي حسين بن عبدالله بن يزيد القَطّان (المتوفى حدود ۳۱۰ھ):

"سِيَر أعلام النُبلاء" [3] میں ہے: "وَثّقه الدّارَ قُطْنِي".

دارَقُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو حسین بن عبداللہ کی توثیق کی ہے۔

۲ -هشام بن عمار أبو الوليد الدِمَشْقِي (المتوفى ۲۵۳ھ):

"التقريب" [4] میں ہے: "صَدُوقٌ مقر، كبر فصار يتلقّنُ، فحديثه القديم أصحّ...".

ہشام بن عمار، صدوق، قاری ہیں، جب وہ عمر رسیدہ ہو گئے تو انھیں احادیث کی

[1] شعب الإيمان: حسن الخلق، ۱۰/۵۵۹، رقم: ۷۹۹۶، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

[2] المتفق والمفترق: إبراهيم بن موسى المكي، ۱/۴۰۴، رقم: ۱۴۱، ت: د. محمد صادق، دار القادري-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ.

[3] سير أعلام النبلاء: ۱۴/۲۸۶، رقم: ۱۸۱، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة-بيروت، الطبعة التاسعة ۱۴۱۳ھ.

[4] التقريب: ۵۷۳، رقم: ۷۳۰۳، ت: محمد عوامة، دار الرشيد-سوريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ.

تلقین کی جاتی تھیں، چنانچہ ان کی قدیم احادیث اصح ہیں......"۔

۳- إبراهيم بن موسى المكي:

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کو اپنی کتاب "الثقات" [1] میں ذکر کیا ہے (یعنی ان کا شمار "ثقہ" راویوں میں کیا ہے)۔

۴- يحيى بن سعيد بن قيس الأنصاري (المتوفى ۱۴۴ھ أو بعدها):

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ثِقةٌ ثَبْتٌ". [2]

یحیی بن سعید "ثِقة ثَبْتٌ" (کلمۂ تعدیل) ہے۔

۵- سعيد بن المسيب بن حزن (المتوفى بعد ۹۰ھ):

"التقریب" میں ہے: "أحَدُ العلماء الأثبات...". [3]

"سعید بن المسیب بن حزن، ثبت (یعنی ثقہ، قابلِ اعتماد) علماء میں سے تھے..."۔

واضح رہے کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کر رہے ہیں، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "سِيَر أعلام النبلاء" [4] میں لکھا ہے کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال ہوئی ہے، اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے صیغۂ تمریض (علامتِ ضعف) کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماعتِ حدیث بھی کی ہے۔

موقوف طرق کا خلاصہ اور ان کا فنی حکم:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول دونوں طرق آپ تفصیل سے مشاہدہ

---

[1] كتاب الثقات: ۱۶/۶، مؤسسة الكتب الثقافية۔بيروت، الطبعة ۱۴۰۲ھ.

[2] التقريب: ۵۹۱، رقم: ۷۵۵۹۔ت: محمد عوامة، دار الرشيد۔ سوريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ.

[3] التقريب: ۲۴۱، رقم: ۲۳۹۶۔ت: محمد عوامة، دار الرشيد۔ سوريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ.

[4] سِيَر أعلام النبلاء: سعيد بن المسيب، ۲۱۸/۴، ت: شعيب الأرنؤوط و مامون الصاغرجي، مؤسسة الرسالة۔بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۲ھ.

کر چکے ہیں، محدثینِ عظام نے ان موقوف طرق کو ثابت قرار دیا ہے، چنانچہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عَجلونی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عامری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثینِ کرام نے نہ صرف یہ کہا ہے کہ زیرِ بحث مرفوع روایت کی اصل معلوم نہیں ہے، بلکہ اس کی وضاحت بھی کی ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت ہے، جسے امام خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے (تفصیل آئندہ آئے گی)۔

امام خرائطی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت اور سند کی تحقیق ماقبل میں گذر چکی ہے، اس سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس سے یہ روایت "ساقط الاعتبار" کہلائے، نیز حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقوف طریق "جید سند" (عمدہ سند) سے ذکر کیا ہے (البتہ اس سند میں سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماعت میں علما کا اختلاف ہے) بہر حال یہ موقوف طریق ائمہ حدیث کے طرز و تصریح کے مطابق ثابت اور قابل استدلال ہے (مزید تفصیل آگے آئے گی)۔

روایت کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال:

ذیل میں ان علماء کی عبارتیں لکھی جائیں گی جنہوں نے زیرِ بحث روایت کے مرفوع اور موقوف سندوں پر کلام کیا ہے، پھر آخر میں ان اقوال کا خلاصہ ذکر کیا جائے گا۔

۱- علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ زَیلَعی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیر کشاف" [۱] میں مذکور مرفوع روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"قلتُ: غریب". میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ (ماقبل میں بھی اس کو ذکر کیا گیا ہے، اور آئندہ بھی اس قول پر کچھ کلام لکھا جائے گا)۔

---

[۱] تخریج أحادیث الکشاف: الحدیث الثامن والثلاثون، رقم: ١٠٤٢، ت: عبداللہ بن عبدالرحمن، دار ابن خزیمة۔الریاض، الطبعة الأولی ١٤٠٤ھ.

۲-علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ "إحياء علوم الدين" کی مرفوع روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"لم أجد له أصلاً". مجھے اس کی اصل نہیں ملی۔

حافظ مرتضیٰ زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے "إتحاف السادة المتقين" [۱] میں پہلے حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا، پھر "الوفقيات" اور "شعب الإيمان" کے حوالے سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے موقوف طریق کو ذکر کیا ہے، جسے ماقبل میں ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

۳-علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات الشافعية الكبرى" [۲] میں "إحياء" کے زیرِ بحث مرفوع طریق کو ان احادیث میں شامل کیا ہے جن کی سند نہیں مل سکی۔

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے موافق دیگر اقوال:

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بعض دیگر ائمہ حدیث نے بھی: "اتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَمِ" کے تحت یہ وضاحت کی ہے کہ یہ روایت موقوفاً تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، لیکن اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے، ملاحظہ ہو:

۱-حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [۳] میں لکھتے ہیں: "قال في المُختَصَر:

---

[۱] إتحاف السادة المتقين: كتاب عجائب القلب، ۸/۵۲۴، دار الكتب العلمية-بيروت.

[۲] طبقات الشافعية الكبرى: الطبعة الخامسة، ۳/۵۰۳، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ.

[۳] الفوائد المجموعة: كتاب الأدب والزهد... ۹۳، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ.

لم یُوجَدْ". صاحبِ مختصر (امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: یہ حدیث نہیں ملی۔

۲- حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ عَجلَونی رحمۃ اللہ علیہ "کشف الخفاء" [۱] میں لکھتے ہیں: "ذَكَرَه في الإحياء، وقال العراقي في تخريجه: لم أجِدْ له أصلاً...". امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت "إحياء" میں ذکر کی ہے، اور علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تخریج میں کہا ہے کہ اس کی اصل مجھے نہیں ملی......"۔

اس کے بعد حافظ عَجلَونی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقوف طریق بحوالہ "مكارم الأخلاق" اور "المُتَّفِق والمُفتَرِق" ذکر کیا ہے، جسے ہم ماقبل میں لکھ چکے ہیں۔

۳- علامہ احمد بن عبدالکریم الغزّی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ احمد بن عبدالکریم الغزّی العامری رحمۃ اللہ علیہ "الجدُّ الحثيث" [۲] میں لکھتے ہیں:

"أورده في الإحياء حديثاً، وقال العراقي: "لم أجدْ له أصلاً" انتهى، لكن جاء في كلام عمر رضي الله عنه: مَنْ عَرَضَ نفسه للتُّهمة فلا يلومَنَّ مَنْ أساء به الظن".

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو بطور حدیث (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) لائے ہیں، اور علاّمہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے اس کی اصل نہیں ملی، علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام یہاں مکمل ہوگیا، (علامہ عامری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) لیکن (اس معنی پر مشتمل) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے: جو اپنے آپ کو تہمت کی جگہ رکھے، پھر اگر کوئی شخص اس کے بارے میں بدگمانی کرے، تو وہ ہرگز اسے ملامت نہ کرے۔

---

[۱] كشف الخفاء: حرف الهمزة، ۱/ ۵۴، رقم: ۸۸، ت: د. عبد الحميد الهنداوي، المكتبة العصرية- بيروت، الطبعة ۱۴۲۷ھ.

[۲] الجد الحثيث: ۱/ ۴۰، رقم: ۹، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم- بيروت.

۴- ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "الأسرار المرفوعة" [1] میں لکھتے ہیں: "مَنْ سَلَکَ مَسَالِکَ التُّهَمِ أُتهم". رواه الخرائطي في "مكارم الأخلاق" عن عمر رضی اللہ عنہ موقوفاً بلفظ: "مَنْ أقام نفسه مقام التُّهْمَة فلا يلومنَّ مَنْ أساء به الظنّ".

حدیث: "جو شخص تہمت کے راستوں پر چلے گا، وہ متہم ہوجائے گا"۔ اس روایت کو امام خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے "مکارم الأخلاق" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول) تخریج کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: جو اپنے آپ کو تہمت کی جگہ رکھے پھر اگر کوئی شخص اس کے بارے میں بدگمانی کرے تو یہ ہرگز اسے ملامت نہ کرے۔

روایت پر کلام کا خلاصہ اور اس کا فنی حکم:

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس زیرِ بحث مرفوع روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) کے بارے میں کہا ہے کہ مجھے اس کی اصل نہیں ملی، حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عَجلونی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عامری رحمۃ اللہ علیہ ان سب محدثین نے حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت میں یہی قول اختیار کیا ہے، اسی طرح علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں، البتہ علامہ زَیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مرفوع طریق کو "غریب" کہا ہے۔

نیز یہ تمام ائمہ اس پر بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے، چنانچہ محدثینِ عظام نے "اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَمِ" (تہمت کی جگہ سے بچو) کے علاوہ "مَنْ سَلَکَ مَسَالِکَ التُّهَمِ اتُّهِمَ" (جو تہمت کے راستوں پر چلے گا وہ متہم ہوگا) کے تحت بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس مرفوع روایت کی اصل تو ثابت نہیں ہے، البتہ روایت کے یہ الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے مستفاد ہیں، چند علما

[1] الأسرار المرفوعة: ۱۰۵، رقم: ۱۰۰، ت: محمد بن لطفي، المكتب الاسلامي - بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۶ھ۔

کے اقوال ملاحظہ ہوں:

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة" [1] میں لکھتے ہیں:

"حديث: مَنْ سَلَكَ مَسَالِكَ التُّهَمِ أُتِّهِمَ، الخرائطي في المكارم مِنْ حديث عمر رضي الله عنه مِنْ قوله، لكن بلفظ: مَنْ أَقَامَ نَفْسَه مَقَامَ التُّهْمَةِ فلا يَلُومَنَّ مَنْ أَسَاءَ الظَّنَّ به، وقد ذَكَرْتُ آثاراً مِنَ المعنى في تَصْنِيفِي في الظَّنِّ، منها ما في أَوَاخِرِ تفسير الأَحْزَاب مِنَ الكَشَّافِ ولفظه: مَنْ كان يؤمِنُ بالله واليوم الآخر فلا يَقِفَنَّ مَوَاقِفَ التُّهَمِ".

حدیث: جو شخص تہمت کے راستوں پر چلے گا وہ متہم ہوگا، خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے "مکارم الاخلاق" میں اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: جو شخص اپنے آپ کو تہمت کی جگہ رکھے، تو وہ بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے۔ (حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں اپنے رسالے "ظن" میں اس معنی پر مشتمل آثار ذکر کر چکا ہوں، ان آثار میں سے ایک اثر تفسیرِ کشاف میں سورۂ اُحزاب کے آخر میں ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں: "جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے، تو وہ تہمت کی جگہوں پر کھڑا نہ ہو"۔

واضح رہے کہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیرِ کشاف کی جس مرفوع روایت کا حوالہ دیا ہے، تفسیرِ کشاف میں اس کی سند نہیں ہے، اسی روایت کے بارے میں علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے "تخريج أحاديث كشاف" میں "غريب" کہا ہے، ماقبل میں اس کا تذکرہ گذر چکا ہے؛ اس لئے تفسیرِ کشاف کی مذکورہ روایت، اس حدیث کو مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

---

[1] المقاصد الحسنة: باب الميم، ۴۷۶، رقم: ۱۱۳۱، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ.

اس کے علاوہ "الدُرَرُ المُنْتَثِرَة للسّيوطي" [1]، "الفوائد المجموعة للشَوكاني" [2]، "أسنى المطالب للحُوت" [3] اور "تذكرة الموضوعات للفَتِنِي" [4] ان تمام کتابوں میں اسی بات کی تصریح موجود ہے کہ حدیث: "جو شخص تہمت کے راستوں پر چلے گا وہ متہم ہوگا"۔ اس روایت کو خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے "مكارم الأخلاق" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "جو شخص اپنے آپ کو تہمت کی جگہ رکھے، تو وہ بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے"۔

تحقیق کا خلاصہ اور نتائج:

گذشتہ نصوص سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ "اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَم". (تہمت کی جگہ سے بچو) اور "مَنْ سَلَكَ مَسالِكَ التُّهَم اتُّهِمَ". (جو شخص تہمت کے راستوں پر چلے گا، وہ متہم ہو جائے گا) ان دونوں روایتوں کی "اصل" مرفوعاً (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے) ثابت نہیں ہے؛ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس مضمون پر مشتمل ارشاد ثابت اور قابل بیان ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "مَنْ أَقَامَ نَفْسَه مَقَامَ التُّهْمَةِ. فلا يَلُومَنّ مَنْ أَسَاءَ به الظَّنّ". جو اپنے آپ کو تہمت کی جگہ رکھے پھر اگر کوئی شخص اس کے بارے میں بدگمانی کرے تو یہ ہرگز اسے ملامت نہ کرے، البتہ بعض روایتوں میں یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ان لفظوں سے آیا ہے: "وَمَنْ تَعَرَّضَ نَفْسَهَ للتُّهْمَة فلا يَلُومَنّ مَنْ أَسَاءَ به الظَّنّ". یعنی جو شخص اپنے آپ کو خود تہمت کیلئے پیش کر

---

[1] الدرر المنتثرة: ۲۳۱ رقم: ۴۰۲، محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ.

[2] الفوائد المجموعة: كتاب الأدب...، ۲۵۹، رقم: ۱۳۹، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ.

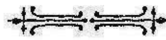
[3] أسنى المطالب: ۱/۲۷۲، رقم: ۱۴۱۲، دار الكتب العلمية-بيروت.

[4] تذكرة الموضوعات: ۱/۲۰۴، كتب خانه مجيديه ملتان-پاكستان.

دے، پھر کوئی اس کے بارے میں بدگمانی کرے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ:

یہ تحقیق اس تناظر میں تھی کہ مذکورہ روایت ان الفاظ سے ثابت نہیں ہے، البتہ یہ مضمون مرفوع وموقوف روایات سے ثابت ہے کہ آپ اپنے آپ کو لوگوں کی بدگمانی سے بچائیں، جیسا کہ "صحیح بخاری" (رقم: ۲۰۳۵) میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے قصہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔



روایت نمبر: ⑨

روایت: ''جو بندہ نمازِ تراویح پڑھتا ہے تو اس کو ہر سجدے کے بدلے پندرہ سو نیکیاں ملتی ہیں، اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک ایسا محل تعمیر کیا جاتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہیں، ہر دروازے پر سونے کا ایک محل ہوتا ہے جس پر سرخ یاقوت جڑے ہوتے ہیں''۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کرسکتے۔

سُنَن کا ایک بڑا ذخیرہ سقیم سندوں کی شکل میں محفوظ ہے، ان سقیم روایتوں کے لئے محدثینِ کرام نے ایسے فنی اصول وضع کیے ہیں، جن کی روشنی میں اِن احادیث کو اُن کا فنی مقام دیا جاتا ہے، چنانچہ جمہور علماء کے نزدیک، فضائل کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، البتہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جوازِ عمل کے لئے تین بنیادی شرائط نقل کی ہیں، جن کو حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''القَوْل البَدِیع'' میں ذکر کیا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں:

''سمعتُ شيخَنا ابن حجر أي العَسْقَلاني المِصْري مِرَاراً۔ و كَتَبَه لي بِخطّه۔ يقول: شرطُ العَمَل بالحديث الضعيف ثلاثة: الأوّل مُتّفق عليه، وهوأنْ يكون الضُّعف غيرَ شديد، فيَخْرُج مَنْ انفرد مِنْ الكذّابين والمُتّهَمين ومَنْ فحش غلطُه، والثاني:أنْ يكون مُنْدَرِجاً تحت أصلٍ عام؛ فيَخْرُجُ ما يُخْتَرَعُ بحيث لا يكون له أصلٌ أصلاً، والثالث:أنْ لا يُعْتَقَدَ عند العمَل به ثبوتُه، لئلاّ يُنْسَبَ إلى النبيّ ﷺ ما لم يَقُلْه، قال: والأخِيرَان عن ابن السّلام وابن دَقِيقِ العِيد، والأوّلُ نَقَلَ العلائي الإتّفاقَ عليه''.[1]

---

[1] القول البديع: خاتمة، ۴۹۶، ت:محمد عوّامة، دار اليسر۔المدينة المنورة، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے کئی دفعہ سنا ہے۔ یہ شرائط حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنے قلم سے لکھ کر بھی دیں۔ کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضعف شدید نہ ہو؛ لہٰذا اس شرط سے وہ کذّابین، متّہمین اور فاحش الغلط رُوات نکل گئے، جو نقلِ روایت میں منفرد (تنہا) ہوں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ روایت دین کے اصلِ عام کے تحت ہو، اس شرط سے وہ روایتیں نکل گئیں جو گھڑی گئی ہوں، اس طور پر کہ ان کی کوئی اصل نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث پر عمل کے وقت ثبوتِ حدیث کا اعتقاد نہ ہو، تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ آخری دو شرطیں ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ اور ابن دَقیق العید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں، اور شرط اوّل پر علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ نے علما کا اتفاق نقل کیا ہے۔

اس دینی انحطاط کے دور میں ان شرائط کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ محدثینِ کرام رحمۃ اللہ علیہ کے اسی منہج کے پیشِ نظر ذیل میں ایک ایسی حدیث کی فنی تحقیق ذکر کی جائے گی، جس میں مذکورہ شرائط میں سے شرط اوّل مفقود ہے، جس کا مقتضی یہ تھا کہ اسے فضائل کے باب میں بھی بیان کرنے سے احتراز کیا جاتا، لیکن اس کے باوجود یہ روایت زبان زدِ عام ہے۔

تحقیقِ روایت:

''جو بندہ نمازِ تراویح پڑھتا ہے تو اس کو ہر سجدے کے بدلے پندرہ سو نیکیاں ملتی ہیں، اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک ایسا محل تعمیر کیا جاتا ہے جس کے

ساٹھ ہزار دروازے ہیں، ہر دروازے پر سونے کا ایک محل ہوتا ہے جس پر سرخ یاقوت جڑے ہوتے ہیں"۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

واضح رہے کہ اس حدیث کی تحقیق چار اجزاء پر مشتمل ہے:

۱-حدیث کی مصادرِ اصلیہ سے تخریج

۲-روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳-متّہم راوی پر ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال

۴-گزشتہ تفصیلات سے ماخوذ روایت کا حکم

حدیث کی مصادرِ اصلیہ سے تخریج:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "شعب الإيمان" [1] میں لکھتے ہیں:

"أخبرنا أبو عبدالله الحافظ، وأبو سهل أحمد بن محمد بن إبراهيم المِهْرَانِيّ، وأبو زكريا بن أبي إسحاق المُزَكِّيّ، قالوا: أخبرنا أبو محمد عبدالله بن إسحاق بن إبراهيم البَغَوِيّ ببغداد، حدثنا الحسَن بن عَلِيل العَنَزِيُّ، حدثنا هِشام بن يونس اللُّؤْلُؤِيُّ، حدثنا محمّد بن مروان السُدِّي، عن داؤد بن أبي هِنْد، عن أبي نَضْرَة العَبْدِيّ، وعن عطاء بن أبي رَبَاح، عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

"إذا كان أوّل ليلة مِنْ رمضان فُتِحتْ أبواب السماء، فلا يُغْلَقُ منها بابٌ حتى يكونَ آخرُ ليلةٍ مِنْ رمضان، وليس مِنْ عبدٍ مؤمن يُصلِّي في ليلةٍ إلا كَتَبَ الله له ألفاً وخمسَمائة حسنة بِكُلِّ سجدةٍ، وبنى له بيتاً في الجنة مِن ياقُوتةٍ حَمْرَاءَ، لها سِتُّون ألف باب (لِكُلِّ باب) منها قصْرٌ

---

[1] شعب الإيمان: ۵/ ۲۴۱، رقم: ۳۳۶۲، ت: مختار أحمد الندوي، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

مِنْ ذَهَبٍ مُوَشَّحٍ بِيَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ.

فإذا صام أَوَّلَ يوم مِنْ رمضان غُفِرَ له ما تقدّم مِنْ ذَنْبِه إلى مثل ذلك اليوم مِنْ شهرِ رمضانَ، واسْتَغْفَرَ له كلَّ يومٍ سبعون ألف مَلَك مِنْ صلاة الغَدَاة إلى أَنْ تَوَارى بالحِجَاب، وكان له بكُلِّ سجدة يَسْجُدُها في شَهْر رمضانَ بلَيْلٍ أو نَهارٍ شجرةٌ يَسِيرُ الراكبُ في ظِلِّها خمسمائة عام".

قد رُوِينا في الأحاديث المَشْهُورَة مَا يَدُلّ على هذا أو بعض معناه".

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اس کے بعد رمضان کی آخری رات تک ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، اور (اس مہینہ کی) کسی بھی شب میں جو بندہ نماز پڑھتا ہے، اس کو ہر سجدے کے بدلے پندرہ سو نیکیاں ملتی ہیں، اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک ایسا محل تعمیر کیا جاتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہیں، ہر دروازے پر سونے کا ایک محل ہوتا ہے، جس پر سرخ یاقوت جڑے ہوتے ہیں۔ جب وہ شخص یکم رمضان کو روزہ رکھتا ہے، تو اس کے گزشتہ ماہِ رمضان کے اس دن سے آج تک کے پہلے تمام گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے، اور روزانہ فجر سے سورج غروب ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے بخشش کا سوال کرتے ہیں، اور ماہ رمضان میں رات یا دن کے ہر سجدے کے عوض اس کو (جنت میں) ایسا درخت ملے گا، جس کے نیچے سوار پانچ سو سال تک چلتا رہے"۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں مشہور احادیث میں بعض ایسے مضمون روایت کیے گئے ہیں، جو اس حدیث پر یا اس کے بعض معنی پر دلالت (رہنمائی) کرتے ہیں۔

حافظ طَبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "المُعجَمُ الصَّغِير" [۱] میں اور حافظ ابو نعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاريخ أَصْبَهَان" [۲] میں حافظ طَبرانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت تخریج کی ہے، اور یہ تمام سندیں زیرِ بحث سند میں مذکور محمد بن مروان السدّی پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

ایک اہم تنبیہ:

واضح رہے کہ "المعجم الصغیر" اور "تاريخ أصبهان" کا متنِ حدیث صرف یہاں تک ہے: "إِنَّ أبوابَ السماء تُفْتَحُ في أَوَّل ليلة مِنْ شَهْرِ رَمضان، فلا تُغْلَقُ إلى آخر لَيلةٍ منه". رمضان کی پہلی رات میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اس کے بعد رمضان کی آخری رات تک ان میں کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔

روایت پر ائمہ کا کلام:

۱- امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام تو ماقبل میں بھی گزر چکا ہے، یعنی "قد رُوِّينا في الأحاديث المشهورة مايَدُلّ على هذا أو بعض معناه". ہمیں مشہور احادیث میں بعض ایسے مضمون روایت کیے گئے ہیں، جو اس حدیث پر یا اس کے بعض معنی پر دلالت (رہنمائی) کرتے ہیں۔

اہم فائدہ:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ "مشہور احادیث" اس حدیث یا اس کے بعض معنی پر دلالت کرتے ہیں، عنقریب آئے گا کہ اس روایت کے دیگر مضامین، نیز رمضان میں ایمان واحتساب کے ساتھ قیام پر بخشش (الصحيح للبخاري، ۱/۱۶، دار طوق النجاة) کا بیان مشہور روایات میں موجود ہے، البتہ زیرِ بحث ٹکڑا (یعنی رمضان میں سجدوں کی یہ خاص فضیلت) صرف محمد بن مروان سُدّی کی اس روایت میں ہے، دیگر کسی راوی نے اسے نقل نہیں کیا، ثابت یہ ہوا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام زیرِ بحث جزء سے متعلق نہیں؛ کیونکہ اس کا ذکر کسی

---

[۱] المعجم الصغير: ۱/۲۰۲، رقم: ۳۲۳، ت: محمد شكور محمود، المكتب الإسلامي-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۵ھ.

[۲] تاريخ أصبهان: جعفر بن محمد بن مدين الأصبهاني: ۱/۲۴۷، دار الكتاب الإسلامي-القاهرة.

حدیث مشہور میں نہیں، بلکہ اس کے نقل کرنے میں محمد بن مروان سدی منفرد ہے، واللہ اعلم۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت:

واضح رہے کہ اس حدیث کے فنی مقام پر تو آگے مزید روشنی ڈالی جائے گی، البتہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ قول کو تفصیل سے ذکر کرنے کی ضرورت ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں مشہور احادیث میں بعض ایسے مضمون روایت کیے گئے ہیں، جو اس حدیث پر یا اس کے بعض معنی پر دلالت (رہنمائی) کرتے ہیں۔

زیرِ بحث حدیث میں کل تین مضامین ہیں:

۱- رمضان کی ابتدا سے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس مضمون پر مشتمل روایت "شعب الإيمان" میں اس حدیث کے تحت لائے ہیں:

"إذا كان أوّل ليلة مِنْ رَمَضَان صُفِدت الشياطين ومَرَدَة الجنّ . . ." [1]

جب رمضان کی ابتدائی شب ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات کی مشکلیں کس دی جاتی ہیں...... (پھر آگے جنت کے دروازے کھلنے اور جہنم کے دروازے بند ہونے کا ذکر ہے)۔

۲- حدیث کا دوسرا مضمون ملائکہ کے استغفار کا ہے، اس مضمون کی روایت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "شعب الإيمان" میں دو جگہ لائے ہیں:

۱- حدیث: "أُعْطِيتُ أمّتي في شهر رمضان . . . وتَسْتَغْفِر لهم الملائكة حتى يُفطِرُوا" ... فرشتے ان کے لئے افطار تک دعاء مغفرت کرتے رہتے ہیں...... [2]

۲- أُعطِيتُ أمّتي في شهر رمضان . . . فإنّ الملائكة تَسْتَغْفِر لهم في كلّ

---

[1] شعب الإيمان: ۵/ ۲۱۷، رقم: ۳۳۲۷، ت: مختار أحمد الندوي، مكتبةُ الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ هـ.

[2] شعب الإيمان: ۵/ ۲۲۰، رقم: ۳۳۳۰، ت: الدكتور عبدالعلي، المكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ هـ.

یوم ولیلة"... فرشتے شب وروزان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔[1]

۳-تیسرا مضمون رمضان میں سجدوں کے ثواب کا ہے،اور یہی ہماری تحقیق کا عنوان ہے،اس مضمون کی روایت ہماری جستجو کے مطابق "شعب الإیمان" میں ہے، نیز "المعجم الصغیر" اور "أخبار أصبهان" میں خاص اس مضمون کے بغیر اجمال کے ساتھ روایت موجود ہے (جیسا کہ ہم ماقبل میں ذکر کر چکے ہیں)، البتہ تینوں سندوں میں راوی محمد بن مروان الکوفی السُّدِّی الصغیر ہے، جن کے بارے میں تفصیل آگے آئے گی۔

۲-حافظ مُنذِری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ مُنذِری رحمۃ اللہ علیہ "الترغیب والترهیب"[2] میں یہ روایت صیغۂ مجہول (اور یہ حافظ مُنذِری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خاص اصطلاح ہے) سے نقل کر کے لکھتے ہیں: "رواه البیهقي وقال: قد رُوِینا في الأحادیث المشهورة ما یدلّ علی هذا أو بعض معناه، کذا قال رحمه الله".

اس روایت کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے اور کہا ہے کہ ہمیں مشہور احادیث میں بعض ایسے مضمون پہنچے ہیں، جو اس حدیث پر یا اس کے بعض معنی پر دلالت کرتے ہیں۔امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح کہا ہے۔

ایک اہم وضاحت:

واضح رہے کہ حافظ مُنذِری رحمۃ اللہ علیہ "الترغیب والترهیب" میں صیغۂ مجہول سے جن احادیث کو ذکر کرتے ہیں، وہ ضعف کی دونوں قسموں پر مشتمل ہوسکتی ہیں، یعنی ضعفِ خفیف اور ضعفِ شدید (حافظ مُنذِری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس طریقۂ کار کو "الترغیب والترهیب" کے مقدمہ میں وضاحت سے لکھا ہے)۔

---

[1] شعب الإیمان: ۵/۲۲۰، رقم: ۳۳۳۱، ت: الدکتور عبد العلي، المکتبة الرشد-الریاض، الطبعة الأولی ۱۴۲۳ھ.

[2] الترغیب والترهیب: ۱/۲۲۴، رقم: ۱۴۳۰، مکتبة المعارف للنشر والتوزیع-ریاض.

۳-امام طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ "المعجم الصغیر" [۱] میں لکھتے ہیں: "لم يرْوِه عن داود بن أبي هند إلا محمد بن مروان السُدِّي".

اس روایت کو داؤد بن ابی ہند سے محمد بن مروان سدی ہی نے روایت کیا ہے۔

۴-حافظ ہَیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ہَیثمی رحمۃ اللہ علیہ "مجمع الزوائد" [۲] میں حافظ طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کر کے لکھتے ہیں: "رواه الطَبَراني في الصغير، وفيه محمد بن مروان السُدِّي وهو ضعيف". اس روایت کو امام طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "المعجم الصغیر" میں نقل کیا ہے، اور اس روایت میں محمد بن مروان سدی ہے، اور وہ ضَعیف ہے۔

حافظ ہَیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا محمّد بن مروان السُدّی کی دیگر روایات پر کلام:

البتہ حافظ ہَیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے "مجمع الزوائد" ہی میں درج ذیل دو مقامات پر محمد بن مروان سدی کو "متروک" (یہ لفظ محدثین کرام کے نزدیک ضعفِ شدید پر محمول ہوتا ہے) کہا ہے:

۱-حدیث: "كرامة الكتاب خَتْمُه". [۳]

۲-حدیث: "التَمِسُوا الخَيْرَ إلى الرُحَمَاء...". [۴]

ان قرائن کی روشنی میں قرین قیاس یہی ہے کہ حافظ ہَیثمی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے قول

---

[۱] المعجم الصغیر: ۱/ ۲۰۲، رقم: ۳۲۳، ت: محمد شکور محمود، المکتب الإسلامی-بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۵ھ.

[۲] مجمع الزوائد: کتاب الصیام ۳/ ۳۴۵، رقم الحدیث: ۴۷۸۷، ت: الشیخ عبد اللّٰه الدرویش، دار الفکر-بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ.

[۳] مجمع الزوائد: کتاب الأدب، ۸/ ۱۸۶، رقم: ۱۳۱۷۶، ت: الشیخ عبد اللّٰه الدرویش، دار الفکر-بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ.

[۴] مجمع الزوائد: کتلعب البر والصلة ۸/ ۳۵۷، رقم: ۱۳۷۳۶، ت: الشیخ عبد اللّٰه الدرویش، دار الفکر-بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ.

"وفيه محمد بن مروان السدي وهو ضعيف". (یعنی اس روایت میں محمد بن مروان سدی ہے، اور وہ ضعیف ہے) میں ضعیف سے مراد شدید ضعیف ہے، کیونکہ ضعف کا استعمال ضعفِ خفیف اور ضعفِ شدید دونوں کے لئے ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

یہاں تک نفسِ روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال آپ مشاہدہ کر چکے ہیں، اس روایت میں محمد بن مروان سدّی کو کلام کا موضوع بنایا گیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن مروان کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال بھی تفصیل سے سامنے آجائیں، تاکہ حدیث کا فنی مقام سمجھنا آسان ہو۔

روایت میں مذکور محمد بن مروان کوفی سُدی صغیر کے بارے میں کلام:

امام یحیی بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن مروان "ثقة" نہیں ہے۔[1]

امام جریر بن عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن مروان کو "كذّاب" کہا ہے۔[2]

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هو ذاهبُ الحديث، متروكُ الحديث، لا يُكتَبُ حديثُه البتّة". محمد بن مروان "ذاهب الحديث، متروک الحديث" (شدید کلمۂ جرح) ہے، ان کی احادیث قطعاً نہیں لکھی جائیں گی۔[3]

حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان مِمّن يروي الموضوعات عن الأثبات، لا يحلّ كِتابةُ حديثِه إلا على جهة الاعتبار، ولا الاحتجاج به بحالٍ مِنَ الأحوال".

محمد بن مروان ان لوگوں میں سے ہے جو "أثبات" (ثقہ اور معتبر راویوں) سے حدیثیں گھڑتے تھے، ان کی حدیثیں اعتبار (یہ ایک اصطلاح ہے، جس کی تعریف آگے آئے گی) ہی کے لئے لکھنا جائز ہے، اور کسی بھی صورت میں ان کی حدیثوں سے استدلال جائز نہیں ہے۔[4]

---

[1] الجرح والتعديل: باب الميم: ٨/ ١٠٠، رقم: ١٣٦٧، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢ھ.

[2] المصدر السابق. [3] المصدر السابق.

[4] المجروحين: ٢/ ٢٨٦، ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت.

لفظِ اعتبار کی وضاحت:

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے "اَلْفِیَۃ" [1] میں "اعتبار" کی یہ تعریف کی ہے:

الاعْتِبَارُ سَبْرُکَ الحَدِیثَ هَلْ شَارَکَ رَاوٍ غَیْرَه فِیمَا حَمَلْ

عَنْ شَیْخِهِ، فَإِنْ یَکُنْ شُورِکَ مِنْ مُعْتَبَرٍ بِهِ فَتَابِعٌ، وَإِنْ

"اعتبار، تیرا کسی حدیث کا جائزہ لینا ہے (مسانید، سنن، معاجم، مشیخات وغیرہ میں) تاکہ تو دیکھ لے کہ اس راوی (جس راوی کے بارے میں تفرد کا احتمال ہے) کے ساتھ شیخ سے اس روایت کو نقل کرنے میں کسی دوسرے راوی نے مشارکت کی ہے؟ چنانچہ اگر اس راوی کے ساتھ کسی معتبر راوی کی جانب سے مشارکت ثابت ہو جائے تو وہ (مشارکت کرنے والا راوی) تابع ہے......"۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سکتوا عنه". (یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خاص اصطلاح ہے، جسے وہ اکثر شدید جرح کے لئے استعمال کرتے ہیں) محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے محمد بن مروان کے بارے میں سکوت کیا ہے [2]، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی نے ایک دوسرے موقع پر فرمایا ہے: "لا یُکْتَبُ حدیثه البتّة". ان کی احادیث قطعاً نہیں لکھی جائیں گی۔ [3]

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: محمد بن مروان "متروک الحدیث" (شدید کلمۂ جرح) ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے ایک دوسرے موقع پر فرمایا ہے: "لیس بثِقَة ولا یُکْتَبُ حدیثُه". محمد بن مروان "ثقة" نہیں ہے، اور ان کی احادیث نہیں لکھی

---

[1] فتح المغيث للسخاوي: الاعتبار والمتابعات والشواهد، ۲/ ۲۱، ت: عبد الكريم الخضير ومحمد بن عبد الله آل فهد، مكتبة دار المنهاج-الرياض، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

[2] التاريخ الكبير: باب المحمدون: ۱/ ۲۳۲، رقم: ۷۲۹، ت: مصطفى عبد القادر أحمد عطا، دار الكتب العلمية-بيروت.

[3] تهذيب الكمال: باب الميم: ۱۷/ ۲۰۷، رقم: ۶۱۸۶، ت: الشيخ أحمد علي وحسن أحمد، دار الفكر-بيروت ۱۴۱۴ھ.

جائیں گی۔[1]

صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان ضَعِيفاً، وكان يَضَعُ الحديث أيضاً"۔ محمد بن مروان ضعیف تھا، نیز حدیثیں گھڑتا تھا۔[2]

ابن نمیر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن مروان کو "ليس بشيء" (کلمۂ جرح) کہا ہے۔
یعقوب بن سفیان فارسی نے محمد بن مروان کو "ضعيف، غير ثِقة" کہا ہے۔[3]

ابو احمد ابن عَدِی رحمۃ اللہ علیہ فرتے ہیں: "وعامة ما يَرويه غيرُ محفوظ، والضعف على رِوَاياتِه بَيِّنٌ"۔[4]

محمد بن مروان کی اکثر حدیثیں محفوظ نہیں ہیں، اور ان کی روایتوں میں ضعف بالکل واضح ہے۔

حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "تَرَكُوه، واتّهم"۔[5]
محدثین نے محمد بن مروان کو ترک کیا ہے، اور وہ متہم ہے۔
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مُتّهم بالكِذْبِ۔[6]
محمد بن مروان "مُتّهم بالكِذْبِ" ہے۔

ائمہ رِجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

محمد بن مروان الکوفی السُّدِی الصغیر کے بارے میں ائمہ رجال کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ شیخ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ، حافظ جریر بن عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، ان تمام محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن مروان الکوفی السُّدِی الصغیر کے

---

[1] المصدر السابق۔ [2] المصدر السابق۔ [3] المصدر السابق۔
[4] الكامل في الضعفاء: ۷/ ۳، ت: الشيخ عادل والشيخ علي محمد، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ۔
[5] المغني في الضعفاء: ۲/ ۲۶۳، رقم: ۵۹۶۶، إحياء التراث العربي-بيروت۔
[6] التقريب: ۵۰۶، رقم: ۶۲۸۴، ت: محمد عوامة، دار الرشيد-سوريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ۔

بارے میں فنی جرح کے شدید صیغے استعمال کیے ہیں، مثلاً:

"کذّاب". بڑا جھوٹا (جریر بن عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ)

محمد بن مروان ان لوگوں میں سے ہے جو "أثبات" (ثقہ اور معتبر) سے حدیثیں گھڑتے تھے، ان کی حدیثیں "اعتبار" (اصطلاحی لفظ) ہی کے لئے لکھنا جائز ہے...... (حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ)

"وكان يَضَعُ الحديث أيضاً". اور محمد بن مروان حدیثیں گھڑتا تھا (صالح بن محمد بغدادی)

"متروک الحديث". (امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ)

"سَكَتُوا عنه". (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلمہ محدثین کے نزدیک شدید جرح پر محمول ہے)

"متّهم بالكذب". (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ)

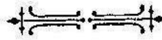
"تركوه واتهم". (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

"لا يُكتَبُ حديثه البتة". ان کی احادیث قطعاً نہیں لکھی جائیں گی (امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ)۔

محمد بن مروان الکوفی السدی الصغیر کے بارے میں ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال آپ کے سامنے تفصیل سے آچکے ہیں، ان اقوال سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ یہ روایت محمد بن مروان الکوفی السدی الصغیر کی موجودگی میں، اس خاص تناظر میں کہ محمد بن مروان اس کے نقل کرنے میں متفرد ہے، کسی بھی طرح ضعفِ شدید سے خالی نہیں ہے، اور فضائل کے باب میں ضعیف حدیث بیان کی جاسکتی ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات گذر چکی ہے کہ اس جوازِ عمل کی بنیادی شرط یہ ہے کہ حدیث ضعفِ شدید سے خالی ہو، ماقبل میں یہ مضمون تفصیل سے آچکا ہے: اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر کے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

اہم فائدہ:

سابقہ تحقیق وحکم صرف زیرِ بحث متعلقہ جزء سے ہے (یعنی رمضان میں سجدوں کی خاص فضیلت)، مکمل روایتِ امام بیہقی میں موجود دیگر مضامین کے حکم سے اختصار کے پیشِ نظر عمدً ااحتراز کیا گیا ہے۔



روایت نمبر: ⑩

روایت: ”خُذُوا شَطْرَ دِينِكم عن الحُمَيرَاء“. تم اپنا نصف دین حمیراء (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے حاصل کرو۔

حکم: بے سند و بے اصل ہے، بیان نہیں کر سکتے۔

اعزاز و امتیاز ہر قوم کا قابلِ قدر سرمایہ ہوتا ہے، البتہ بعض خوبیاں قومی شناخت بن جاتی ہیں، جس پر قوم کا ہر فرد فخر محسوس کرتا ہے۔ امت محمدیہ۔ زادها الله شرفاً بنَبِيِّها۔ ایسی ہی گراں قدر شرافتوں سے آراستہ ہے، جس نے اقوام عالم میں اسے شاہانہ مقام بخشا ہے، انہیں مناقب میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ ملت کا ہر فرد ایک مستحکم واسطے، یعنی ”اسناد“ کے ذریعے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے جڑا ہوا ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس نعمت عظمی کی اہمیت ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں:

”أصل الإسناد خَصِيصَةٌ فاضلةٌ مِنْ خَصَائص هذه الأمة، وسنةٌ بالغةٌ مِنْ السُّنَنِ المؤكَّدة، بل مِنْ فُرُوضِ الكِفَايَة“.[1] اس امت کی ایک بڑی شرافت والی خصوصیت، اس کا اسنادی اساس سے مُتّصِف ہونا ہے، جو مؤکدہ سنتوں میں ایک بڑی سنت ہے، بلکہ اس کا جاننا فرضِ کفایہ ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ شریعتِ اسلامی کا تحریف و تصحیف سے محفوظ رہنا، اسی ”اسناد“ کے مبارک نتائج ہیں، امام ابوعبداللہ حاکم نیسابوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”فلولا الإسناد وطَلَبُ هذه الطائفةِ له، وكثرةُ مُوَاظَبَتِهِمْ على حِفْظِه، لَدَرَسَ مَنَارُ الإسلامِ، وتَمَكَّنَ أهل الإلْحَادِ والبِدَع منه، بِوَضْعِ الأحاديث، وقَلْبِ الأسانيد، فإنَّ الأخبار إذا تَعَرَّتْ عن وجود الإسناد

[1] شرح شرح نخبة الفكر: العلو المطلق، ۶۱۷، قدیمی کتب خانہ۔ کراچی۔

فیھا کانت بتراً". [1]

"اگر اسناد نہ ہوتی اور یہ جماعت اسناد کی تلاش اور اسکی حفاظت میں خاص اشتغال نہ رکھتی، تو اسلام کے نشانات تک مٹ جاتے، ملحدین اور اہل بدعت من گھڑت حدیثوں اور انکی سندوں میں ہیر پھیر کر کے اسلام پر قابض ہو جاتے؛ کیونکہ حدیثیں سندوں سے خالی ہو کر، ناقص رہ جاتی ہیں"۔

ذیل میں اسی فریضے کے پیشِ نظر ایک ایسی روایت پیش کی جائی گی، جو محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی سند سے ثابت نہیں ہے؛ اس لئے اس کا بیان کرنا بھی درست نہیں ہے (تفصیل آگے آئے گی)، اس کے باوجود یہ روایت زبان زدِ عام ہے۔

تحقیقِ روایت:

روایت: "خُذُوا شطرَ دِینکم عن الحُمَیرَاء".

ترجمہ: تم اپنا نصف دین حمیراء (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے حاصل کرو۔

بعض روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں:

روایت: "خُذُوا ثُلُثَ دینکم مِنْ بیتِ الحُمَیرَاء".

ترجمہ: تم اپنا تہائی دین حمیراء (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے گھر سے حاصل کرو۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

روایت کی تحقیق تین اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- روایت کی مصادر اصلیہ سے تخریج

۲- روایت پر ائمہ حدیث کا کلام اور اس کا خلاصہ

---

[1] معرفة علوم الحديث: ذكر أول نوع، ص: ٦، ت: السيد معظم حسين، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الثانية ١٣١٩ھ۔

۳-روایت کا فنی حکم

روایت کے مصادر اصلیہ:

حافظ ابن الاثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ "النهاية في غريب الأثر" [1] میں لکھتے ہیں:

"وفيه: "خُذُوا شَطْرَ دِينِكم مِنَ الحُمَيْرَاء". يعني عائشة رضي الله عنها، كان يقول لها أحيانًا: يا حُمَيْرَاء! تَصْغِيرُ الحَمْرَاء يُرِيدُ البَيْضَاءَ".

حدیث: "اپنا نصف دین حمیراء (یعنی عائشہ) سے حاصل کرو"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بعض اوقات، یاحمیراء کہہ کر پکارتے تھے، حمیراء، حمراء کی تصغیر ہے، اس کا معنی ہے: سفید رنگت والی۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

ذیل میں زیرِ بحث روایت پر (دونوں مختلف الفاظ کے ساتھ) متقدمین اور متاخرین کا کلام اور آخر میں اس کلام کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

۱-حافظ ابنِ کثیر کا کلام:

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ "تحفة الطالب" [2] میں لکھتے ہیں:

"خُذُوا شَطْرَ دِينِكم عن الحُمَيْرَاء". فهو حديث غَرِيبٌ جداً۔ بل هو مُنْكَر۔ سألتُ عنه شيخَنا الحافظ أبا الحَجَّاج المِزِّي فلم يَعْرِفْه، وقال: لم أَقِفْ له على سَنَدٍ إلى الآن، وقال شيخُنا أبو عبدالله الذَهبي:

---

[1] النهاية في غريب الأثر: ۲/۱۵۸، ح م ر، مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔
شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ رحمۃ اللہ علیہ "المصنوع" کی مذکورہ روایت کے تحت لفظ حُمیراء کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الحُمَيْرَاء تصغير حَمْرَاء بمعنى بَيْضَاء اللون مُشْرَب بياضها بحمره والعرب تُسَمِّي الرجلَ الأبيض: أحمر، والمرأة: حَمْرَاء، وكانت عائشة رضي الله عنها كذلك، وهي المقصودة بالحُمَيْرَاء هنا. (المصنوع: ۹۸، ت: الشيخ عبدالفتاح أبو غُدَّة، ایچ۔ایم۔سعید کمپنی کراچی)۔

[2] تحفة الطالب: ۱۷۰، رقم: ۵۴، عبد الغني بن حميد، دار حراء۔ المكة المكرمة، الطبعة الأولى ۱۴۰۶ھ۔

هُوَ مِنَ الأحاديث الوَاهِيَة التي لا يُعرَفُ لها إسنادٌ".

حدیث: (تم اپنا نصف دین حُمَیرَاء رضی اللہ عنہا سے حاصل کرو)، یہ حدیث "غريب جداً" (فنی اصطلاح) ہے، بلکہ یہ "مُنکَر" (فنی اصطلاح) ہے، میں نے اس حدیث کے بارے میں اپنے شیخ ابوالحجاج مِزّی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا، تو انھوں نے اسے نہیں پہچانا اور کہا کہ میں اب تک اس کی سند پر مطلع نہیں ہوا، اور ہمارے شیخ ابوعبداللہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ان "واهي" (فنی اصطلاح) احادیث میں سے ہے، جس کی سند نہیں پہچانی جاتی۔

۲- حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة" [1] میں لکھتے ہیں:

"حديث: خُذُوا شَطرَ دينِكم عن الحُمَيْرَاء." قال شيخُنا في تخريج ابن الحاجب من إملائه: لا أعرِفُ له إسناداً، ولا رأيتُه في شيءٍ مِنْ كُتُبِ الحديث إلّا في "النهاية لابن الأثير"، وذكره في مادة "ح م ر"، ولم يَذْكُرْ مَنْ خَرَّجه، ورأيتُه أيضاً في كتاب الفِرْدَوس لكن بِغَيْرِ لفظه، وذكره مِنْ حديث أنس بغير إسناد أيضاً، ولفظه: "خُذُوا ثُلُثَ دينِكم مِنْ بيتِ الحُمَيْرَاء"، وبَيَّضَ له صاحبُ مسند الفردوس فلم يُخَرِّجْه له إسناداً، وذكر الحافظ عِمَادُ الدِّين بن كثير أنَّه سأل الحافظين المِزِّي والذَهَبِي عنه فلم يَعْرِفَاه".

حدیث: (تم اپنا نصف دین حمیراء رضی اللہ عنہا سے حاصل کرو) ہمارے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے احادیثِ ابن حاجب کی تخریج لکھواتے ہوئے کہا تھا کہ میں نے اس کی سند کو نہیں پہچانا، اور نہ ہی میں نے کتبِ حدیث میں اس کو دیکھا ہے سوائے "النِهاية لابن الأثير" کے۔ اور ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث مادہ

[1] المقاصد الحسنة: ۲۳۲، رقم: ۴۳۰، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ.

"ح م ر" میں ذکر کی ہے، اور اس حدیث کی تخریج کرنے والے کو ذکر نہیں کیا، نیز "کتاب الفردوس" (یہ کتاب شیرُوَیہ بن شَہر دار ابوشجاع الدیلمی رحمۃ اللہ کی تصنیف ہے) میں بھی یہ روایت میں نے دیکھی ہے، لیکن ان لفظوں سے علاوہ دوسرے لفظوں کے ساتھ، اور صاحب "کتاب الفردوس" نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو بلا سند ذکر کیا ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں: تہائی دین حمیراء رضی اللہ عنہا کے گھر سے حاصل کرو۔ صاحب مسند الفردوس (شَہر دار بن شیرُوَیہ ابو منصور الدیلمی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس روایت کے بعد جگہ خالی چھوڑ دی ہے، اور اس حدیث کی سند تخریج نہیں کی، اور حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے حافظ مزّی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق پوچھا تو اُن دونوں نے اس روایت کو نہیں پہچانا۔

۳-امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الدُرَرُ المُنتَثِرَة" [1] میں لکھتے ہیں: "حدیث: "خُذُوا شَطرَ دِینِکم عن الحُمَیرَاء". لم أَقِف علیه". حدیث (اپنا نصف دین حمیراء سے حاصل کرو) میں اس پر واقف نہیں ہوں، اس کے بعد علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرکے لکھا ہے: "لکن في "الفردوس" من حدیث أنس: "خُذُوا ثلثَ دینِکم من بیت عائشة رضی اللہ عنہا". ولم یذکر له إسناداً". لیکن "فردوس" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: اپنے دین کا تہائی حصہ، عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے حاصل کرو۔ اور صاحب فردوس نے اس حدیث کی سند ذکر نہیں کی۔

۴-ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "المَصنُوع" [2] میں رقم طراز ہیں: "حدیث: "خُذُوا شَطرَ

---

[1] الدرر المنتثرہ: ۱۳۸، رقم: ۲۰۹، محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۰۸ھ۔
[2] المصنوع: ۹۸، رقم: ۱۲۱، ت: الشیخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی- کراچی۔

دینکم عن الحُمَیرَاء". لا یُعرف له أصلٌ". اس کی اصل معروف نہیں۔

۵-علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الفَوائِد المَجمُوعَة" [1] میں محمد بن درویش الحُوت رحمۃ اللہ علیہ نے "أسنی المَطَالب" [2] میں، احمد بن عبدالکریم الغزی رحمۃ اللہ علیہ نے "الجَدّ الحَثِیث" میں [3] اور علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذکِرۃ الموضوعات" [4] میں، ان سب محدثین نے حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر تقریر اوران کی متابعت کی ہے۔

روایت پر کلام کا خلاصہ:

محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ کے سابقہ کلام میں تکرار سے یہ بات کی گئی ہے کہ یہ حدیث دو جگہ بلا سند مذکور ہے، ذیل میں دونوں پر ائمہ کے کلام کو اختصاراً ذکر کیا جائے گا۔

۱-حافظ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "النِّهَایة في غَرِیبِ الأثر" میں یہ حدیث مادہ "ح م ر" کے تحت ذکر کی ہے اور اس حدیث کی تخریج کرنے والے کو ذکر نہیں کیا، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "خُذُوا شَطرَ دِیْنِکم من الحُمَیْرَاء". اپنا نصف دین حمیراء یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کرو۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "غریبٌ جداً" (فنی اصطلاح) اور "مُنکَر" (فنی اصطلاح) کہا ہے، حافظ الدنیا مزّی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے بارے میں "عدم معرفت" اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "واہی" (فنی اصطلاح) کا قول اختیار کیا ہے، نیز ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "بے اصل" کہا ہے، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن درویش

---

[1] الفوائد المجموعة: ذکر عائشة رضي الله عنها، ۳۹۹، رقم: ۱۳۹، رقم: ۷۵، ت: عبد الرحمن بن یحیی، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ.

[2] أسنی المطالب: ۱/۱۳۱، رقم: ۶۰۰، دار الکتب العلمیة-بیروت.

[3] الجدُّ الحثیث: ۹۱، رقم: ۱۴۱، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم.

[4] تذکرة الموضوعات: ما ورد في مناقب الصحابة، کتب خانه مجیدیه ملتان-پاکستان.

الحُوت رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن عبد الکریم الغزی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر تقریر اور اعتماد کیا ہے۔

۲-اسی طرح شِیْرُوَیْه بن شَهْرَدَار أبو شجاع الدیلمی رحمہ اللہ نے "کتاب الفردوس" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو بلا سند ذکر کیا ہے، شیرویہ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے شَہْر دَار بن شِیْرُوَیْہ ابو منصور الدیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الفردوس" کا اختصار کیا ہے، جسے "مُسْنَدُ الفِرْدَوس" کہا جاتا ہے، مگر اس میں بھی اس روایت کی سند مذکور نہیں ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں: "خُذُوا ثلث دینکم من بیت الحُمَیْرَاء". تہائی دین حمیراء کے گھر سے حاصل کرو۔

اس روایت کے بارے میں بھی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی کہا ہے کہ اس کی سند بھی معلوم نہیں۔

روایت کا فنی حکم:

گذشتہ اقوال کی روشنی میں یہ کہا جائے گا کہ ائمہ حدیث کے نزدیک یہ روایت بے سند اور بے اصل ہے، بلکہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "واھی" (ایک فنی اصطلاح جو شدید نقد کے لئے استعمال ہوتی ہے) تک کہا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ایسا امر ہی منسوب ہوسکتا ہے، جو پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہو، بصورت دیگر روایت قابلِ التفات و بیان نہیں رہتی، چنانچہ شیخ عبدالفتّاح ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ "المَصْنُوع في معرِفة الحديث الموضوع للعلاّمة عليّ القاري"[1] کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

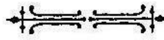
"وإذا كان الحديثُ لا إسنادَ له، فلا قيمةَ له ولا يُلْتَفَتُ إليه، إذ الاعتمادُ في نقل كلامِ سيّدِنا رسولِ اللهِ ﷺ إلينا، إنّما هو على الإسناد الصَّحيح الثابت أو ما يَقَعُ موقعَه، وما ليس كذلك فلا قيمةَ له".

---

[1] المصنوع: ١٨، ت: الشیخ عبدالفتاح أبو غُدَّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی- کراچی۔

''اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت اور غیر قابل التفات ہے؛ کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ کے کلام کو نقل کرنے میں اعتماد صرف اسی سند پر ہوسکتا ہے، جو صحیح سند سے ثابت شدہ ہو یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے''۔

حاصل یہ ہے کہ یہ روایت (دونوں الفاظ کے ساتھ، یعنی ''خُذوا شَطرَ دِینِکم من الحمیراء'' اور ''خُذُوا ثلث دینکم من بیت الحُمَیْرَاء'') بے سند ہے؛ اس لئے اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔



روایت نمبر: ⑪

روایت: بچے کی بسم اللہ پر، اس بچے کی، اس کے والدین کی اور اس کے اُستاد کی بخشش۔

حکم: من گھڑت

اعداءِ دین، چراغِ اسلام بجھانے کے لئے، سرتوڑ کوشش کرتے رہے ہیں، لیکن وہ ان مذموم مقاصد میں ہمیشہ، بری طرح ناکام رہے ہیں، کیونکہ قرآن کے اعلان کے مطابق یہ چراغ تاقیامت نور پھیلاتا رہے گا ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ [1] ترجمہ: "یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھا دیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کی تکمیل کر کے رہے گا، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بُری لگے"۔

وضعِ حدیث، دشمنانِ اسلام کا خطرناک ہتھیار رہا ہے، جس کے ذریعے زنادقہ شریعت کو مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، چنانچہ جعفر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ، مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: "أقرّ عندي رَجُلٌ مِنَ الزَّنَادِقَةِ أنه وَضَعَ أربعمائة حديث تَجَولُ في أيدي الناس". [2] ایک زندیق نے میرے سامنے اقرار کیا کہ اس نے چار سو ایسی روایتیں گھڑی ہیں، جو لوگوں کے درمیان گردش کر رہی ہیں۔

یہ صرف اسلام ہی کی شان ہے کہ وہ نہ صرف ان تمام تباہ کن فتنوں سے محفوظ رہا ہے، بلکہ اس نے ان من گھڑت روایتوں اور وضاعین کی شناخت کو تاریخ کا حصہ بنا دیا، آج آپ کسی بھی راوی کا نام لے کر، کتب الرجال، اصولِ حدیث اور اعلام امت کی رہنمائی سے، اس کا متعین فنی مقام جان سکتے ہیں۔

ذیل میں احمد بن عبد اللہ بن خالد الجُوَیْباری کی ایک ایسی ہی روایت پیش کی

---

[1] سورۃ الصف: الآیۃ ۸.

[2] الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة: ۱/۱۲، دار الکتب العلمية۔بیروت.

جائے گی، جو پاک وہند میں زبان زَد عام ہے، حالانکہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "الجُوَيْبَارِي مِمَّنْ يُضْرَبُ له بِالْكِذْبِ" جویباری کا شمار ان لوگوں میں ہے، جن کا جھوٹ ضرب المثل ہے۔

عنوانِ روایت:

بچے کی بسم اللہ پر، اس بچے کی، اُس کے والدین کی اور اس کے اُستاد کی بخشش۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

روایت کی تحقیق چار اجزاء پر مشتمل ہے:

۱-روایت کی مصادرِ اصلیہ سے تخریج

۲-روایت پر ائمہ کا کلام

۳-متکلم فیہ راوی پر ائمہ رجال کے اقوال

۴-روایت کا حکم

روایت اور اس کی مصادرِ اصلیہ سے تخریج:

روایت: استاد جب بچے سے کہتا ہے کہ پڑھو: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم، پھر بچہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھ لے، تو اللہ تعالیٰ اُس بچے کے لیے، اس کے والدین کے لیے، اور اُس کے استاد کے لیے آگ سے خلاصی لکھ دیتے ہیں۔

یہ حدیث علامہ احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی رحمۃ اللہ علیہ (۴۲۷ھ) نے "الکشف و البیان"[1] میں اس سند سے تخریج کی ہے:

"حدثنا أبو عبدالله محمد بن علي، حدثنا أحمد بن سعيد، حدثنا جعفر بن محمد بن صالح وحدثنا محمد بن القاسم الفارسي، حدثنا أبو محمد عبدالله بن أحمد الشيباني، أخبرنا أحمد بن كامل بن

[1] الكشف والبيان :سورة الفاتحة، في فضل التسمية، ۱/ ۲۱، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ.

خلف، حدثنا علي بن حمّاد بن السكن، أخبرنا أحمد بن عبد الله الهَرَوِي حسام بن سليمان المخزومي، عن أبي مليكة، عن ابن عباس رضي الله عنه قال: سمعتُ النبيّ ﷺ يقول:

”خير النّاس وخيرُ مَنْ يَمْشِي على جَدِيْدِ الأرض المُعَلِّمون؛ فكلّما خَلَقَ الدّين جَدَّدُوه، أعطُوهم ولا تَسْتَأْجِرُوهم، فتحَرِّجُوهم، فإنّ المُعَلِّم إذا قال للصّبيّ، قل: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْم، فقال الصبيّ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْم. كتب الله بَرَاءَةً للصّبيّ وبَرَاءَةً لأبويه وبَرَاءَةً للمُعَلِّم مِنَ النّار“.

ترجمہ: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”لوگوں میں سب سے بہتر، اور روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے اچھے لوگ، دوسروں کو علم سکھانے والے ہیں؛ کیونکہ جب سے اللہ تعالیٰ نے دین کو وجود بخشا ہے، معلمین اس کی تجدید کرتے رہتے ہیں، تم انھیں دے دیا کرو، اور انھیں اُجرت پر مت رکھو، ورنہ تم انھیں حرج میں ڈال دو گے۔ معلم جب کسی بچے سے کہے کہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کہو، پھر بچہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھ لے، تو اللہ تعالیٰ اس بچے کیلئے، اس کے والدین کیلئے، اور اس کے استاد کیلئے آگ سے خلاصی لکھ دیتے ہیں“۔

یہ روایت علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ”كتاب الموضوعات“ [1] اور علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اللآلي المصنوعة“ [2] میں ”ابن مَرْدُوْيَه“ کی سند سے ذکر کی ہے، تینوں کتابوں کی سندیں، زیرِ بحث سند میں مذکور احمد بن کامل پر مشترک ہوجاتی ہیں۔

[1] كتاب الموضوعات: باب ثواب المعلّمين، ۱/ ۲۲۰، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية، المدينة المنورة- الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ.

[2] اللآلي المصنوعة: ۱/ ۱۸۰، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

سند سے متعلق ایک اہم وضاحت:

"الکشف والبیان" کی مذکورہ سند میں تین امور قابل غور ہیں:

۱- واضح رہے کہ "الکشف والبیان" کی مذکورہ سند میں راوی حسام بن سلیمان لکھا ہے، البتہ "اللآلي" اور "کتاب الموضوعات" میں راوی حسام بن سلیمان کی جگہ ھشام بن سلیمان لکھا ہے، ممکن ہے کہ لفظِ ھشام، حسام سے بدل گیا ہو، واللہ اعلم۔

۲- "الکشف والبیان" کی مذکورہ سند کے مطابق ابوملیکہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرنے والے راوی ہیں، جبکہ علامہ ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الموضوعات" میں اور علامہ جلال الدین السیُوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة" میں ابوملیکہ کی جگہ ابن ابی ملیکہ لکھا ہے، قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہ لفظ ابن ابی ملیکہ ہے، کیونکہ ابوملیکہ صحابی ہیں، جن کا پورا نام ابوملیکہ زہیر بن عبداللہ بن جدعان القرشی رضی اللہ عنہ ہے، اور ابن ابی ملیکہ، ابوملیکہ رضی اللہ عنہ صحابی کے پوتے ہیں، یعنی عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ، اور عبداللہ بن عبید اللہ کا شمار ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرنے والے راویوں میں ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

۳- "الکشف والبیان" کی مذکورہ سند میں احمد بن عبداللہ الھَرَوِی اور حسام بن سلیمان المخزومی کے درمیان نقلِ حدیث کا لفظ (حدثنا، اخبرنا، عن وغیرہ) موجود نہیں، در اصل ہمارے پاس "الکشف والبیان" کے موجودہ نسخے میں اسی طرح مذکور ہے، اور اب تک کسی دوسرے نسخے سے یہاں ساقط (گرے ہوئے) لفظ کی تعیین نہیں ہو سکی ہے۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

علامہ ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ، امام شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، ان تمام محدثین نے اس روایت کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے، ذیل میں ہر ایک کا قول وضاحت سے لکھا جائے گا:

۱- حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الموضوعات"[1] میں لکھتے ہیں:

"هذا الحديث من عمل الهَرَوِي وهو الجُوَيْبَارِي، وقد سبق القدح فيه وأنه كذّابٌ وضّاعٌ".

یہ ہَرَوِی کی گھڑی ہوئی حدیث ہے، اور یہ ہروی، جویباری ہے، جس کے بارے میں قدح و مذمت گذر چکی ہے، اور بلاشبہ جویباری کذاب، روایت گھڑنے والا ہے۔

ایک اہم نکتے کی وضاحت:

واضح رہے کہ احمد بن عبداللہ الہروی نام کے دو راوی ہیں:

۱- ابوالولید احمد بن عبداللہ بن ایوب الحنفی الہروی

یہ ثقہ راوی ہے۔

۲- احمد بن عبداللہ بن خالد الہروی الجُوَیْباری

یہ مشہور کذاب راوی ہے، زیرِ بحث سند میں یہی راوی موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ نے "الهَرَوِي وهو الجُوَيْبَارِي" کہا یعنی یہ ہروی، جویباری ہے، تاکہ ان مشترک ناموں کی وجہ سے، صحیح مصداق سمجھنے میں غلطی نہ ہو جائے، واللہ اعلم۔

۲- حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ "تلخیص الموضوعات"[2] میں لکھتے ہیں: "فيه الجُوَيباري كذّاب". اس میں جویباری کذاب ہے۔

---

[1] كتاب الموضوعات: باب ثواب المعلمين، ۱/ ۲۲۰، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية۔المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ.

[2] تلخيص الموضوعات: العلم، ۱۱۳، رقم: ۱۱۵، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية، المدينة المنورة، ۱۳۸۶ھ.

۳-علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المصنوعة" [1] میں رقم طراز ہیں: "وَضَعَه الهَرَوِي وهو الجُوَيباري". ہروی نے اسے گھڑا ہے، اور ہروی، جویباری ہے۔

۴-حافظ ابنِ عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ "تنزیه الشریعة" [2] میں لکھتے ہیں: "(مر) مِنْ حديث ابن عباس وفيه الجُوَيْبارِي".

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ابن مردُوَیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے تخریج کی ہے، اور اس میں جویباری ہے۔

۵-حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [3] میں لکھتے ہیں: "هو موضوعٌ". یہ حدیث موضوع ہے۔

۶-علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ "تذکرة الموضوعات" [4] میں لکھتے ہیں: "في اللآلي، إذا قال المُعَلّم للصبيِ... موضوع".

"اللآلي" (امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف) میں ہے: جب استاد بچے سے کہتا ہے...... یہ روایت من گھڑت ہے۔

---

[1] اللآلي المصنوعة: ۱/۱۸۰، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الکتب العلمیة- بیروت، الطبة الثانیة ۱۴۲۸ھ.

[2] تنزیه الشریعة: کتاب العلم، الفصل الأول، ۱/۲۵۲، رقم: ۶، ت: عبد الوهاب عبد اللطیف وعبد الله محمد الصدیق، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۰۱ھ.

[3] الفوائد المجموعة: کتاب الفضائل، ۲۷۶، رقم: ۱۴، ت: عبد الرحمن بن یحیی، دار الکتب العلمیة -بیروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ.

[4] تذکرة الموضوعات: ۱/۸۰، کتب خانه مجیدیه ملتان- پاکستان.

یہاں تک زیرِ بحث روایت پر محدثینِ کرام کی عبارتیں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، ان تمام اقوال میں قدرِ مشترک بات یہ ہے کہ اس روایت کو احمد بن عبداللہ جویباری نے گھڑا ہے، مناسب ہوگا کہ جویباری کے بارے میں دیگر ائمہ رجال کی آراء بھی معلوم ہوجائیں، تاکہ روایت کا فنی مقام مزید واضح ہوجائے، ملاحظہ ہو:

احمد بن عبداللہ بن خالد الجُوَیْباری کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال:

جویباری کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال "میزان الاعتدال" [1] سے ملاحظہ ہوں:

"قال ابن عدي: كان يَضَعُ الحديث لابن كرّام على مائرِيدُه... وقال ابن حبّان: هو أبو علي الجويباري، دجّال من الدَجاجِلَة... وقال النسائي والدَارَقُطْنِي: كذّاب، قلتُ: الجويباري مِمَّن يُضْرَبُ المَثَلُ بكِذْبِه... قال البيهقي: فإنّي أعْرِفُه حقّ المعرفة بِوَضْعِ الحديث على رسول الله ﷺ، فقدوضع عليه أكثرَ مِنْ ألف حديث".

ابن عَدِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ أحمد جویباری، ابن کرّام [یعنی محمد بن کرّام بن عراق السجستانی، یہ شخص "فرقۂ امامیہ" کے امام ہیں، حافظ ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام" ان کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ شخص شیخ، گمراہ، اور فرقۂ مجسمہ سے تعلق رکھنے والا ہے] کے لیے اُس کی چاہت کے مطابق، روایتیں گھڑتا تھا...... اور ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ابوعلی، جویباری ہے، جو دجالوں میں سے بڑا دجال ہے...... امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور دارَقُطْنی رحمۃ اللہ علیہ نے جویباری کو کذاب کہا ہے۔ میں (یعنی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ جویباری ان لوگوں میں سے ہے، جن کا جھوٹ ضرب المثل ہے...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خوب اچھی طرح اس کی معرفت رکھتا ہوں

---

[1] میزان الاعتدال: ۱/ ۱۰۶، رقم: ۴۲۱، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة۔ بیروت۔

کہ جویباری، رسول اللہ ﷺ پر حدیثیں گھڑتا تھا، کیونکہ جویباری نے آپ ﷺ پر ایک ہزار سے زائد حدیثیں گھڑی ہیں۔

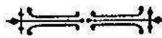
حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، "الضعفاء والمتروکین" [1] میں شیخ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"...ولعلهما قد وَضَعَا على رسول الله ﷺ وعلى الصحابة رضي الله عنهم والتابعين رحمهم الله تعالى مائة ألف حديث...".

"......شاید کہ جویباری اور محمد بن تمیم السعدی نے رسول اللہ ﷺ پر اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہ پر ایک لاکھ حدیثیں گھڑی ہیں......"۔

نتیجہ:

ائمہ حدیث کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے؛ اس لئے اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کر کے بیان کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔



[1] الضعفاء والمتروكين: من اسمه محمد، ۳/ ۹۵، رقم الترجمة: ۳۱۷۰، ت: عبد الله القاضي، دار الكتب العلمية۔بيروت، الطبعة ۱۴۰۶ھ.

روایت نمبر: (۱۴)

روایت: ایک مومن عورت کی نیکی ستر صدیقین کے عمل کی طرح ہے، اور ایک فاجر عورت کی برائی ہزار فاجر مردوں کی طرح ہے۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کرسکتے، البتہ اس مضمون پر مشتمل قول یزید بن مَیسَرہ رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے۔

سُنَن کا ایک بڑا ذخیرہ، سقیم سندوں کی شکل میں محفوظ ہے، ان سقیم روایتوں کے لئے محدثینِ کرام نے ایسے فنی اصول وضع کیے ہیں، جن کی روشنی میں اِن احادیث کو اُن کا فنی مقام دیا جاتا ہے، چنانچہ جمہور علماء کے نزدیک، فضائل کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جوازِ عمل کے لئے تین بنیادی شرائط نقل کی ہیں، جن کو حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "القَول البَدِیع" میں ذکر کیا ہے، موصوف فرماتے ہیں:

"سمعتُ شيخَنا ابن حجر أي العَسقَلاني المِصْري مِرَاراً - وكَتَبه لي بِخَطّه - يقول: شَرْطُ العَمَل بالحديث الضعيف ثلاثةٌ: الأوّل مُتّفق عليه، وهوأنْ يكون الضُّعفُ غيرَ شديد، فيَخْرُج مَنْ انفرد مِنْ الكذّابين والمُتّهَمِين ومَنْ فحش غلطُه، والثاني: أنْ يكون مُنْدَرِجاً تحتَ أصلٍ عامٍ، فيَخْرُجُ مايُخْتَرَعُ بحيث لا يكونُ له أصلٌ أصلاً، والثالث: أنْ لا يُعْتَقَدَ عند العمَل به ثبوتُه، لئلا يُنْسَبَ إلى النبيّ ﷺ مالم يَقُلْه، قال: والأخِيرَان عن ابن السّلام وابن دَقِيقِ العِيد، والأوّلُ نَقَلَ العلائي الإتّفاقَ عليه". [1]

میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے کئی دفعہ سنا ہے کہ - یہ شرائط حافظ

[1] القول البديع: خاتمة، ۴۹۶، ت: محمد عوامة، دار اليسر-المدينة المنورة، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھی دیں - کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضعف، شدید نہ ہو؛ لہذا اس شرط سے وہ کذابین، متّہمین اور فاحش الغلط راوی نکل گئے، جو نقلِ روایت میں منفرد (تنہا) ہوں۔

دوسری شرط یہ ہے روایت دین کے اصلِ عام کے تحت ہو، اس شرط سے وہ روایتیں نکل گئیں، جو گھڑی گئی ہوں، اس طور پر کہ ان کی کوئی اصل نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث پر عمل کے وقت ثبوتِ حدیث کا اعتقاد نہ ہو، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ آخری دو شرطیں، ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ اور ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں، اور شرط اوّل پر علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔

اس دینی انحطاط کے دور میں، ان شرائط کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ محدثینِ کرام رحمۃ اللہ علیہ کے اسی منہج کے پیشِ نظر، ذیل میں ایک ایسی حدیث کی فنی تحقیق ذکر کی جائے گی، جس میں مذکورہ شرائط میں سے شرط اوّل مفقود ہے، جس کا مقتضی یہ تھا کہ اسے فضائل کے باب میں بھی بیان کرنے سے احتراز کیا جاتا، لیکن اس کے باوجود یہ روایت زبان زدِ عام ہے۔

تحقیقِ روایت:

"بِرُّ المَرْأَةِ المؤمنة كعَمَلِ سبعين صِدِّيقاً، وفُجُورُ المرأة الفَاجِرة كفُجُورِ ألفِ فَاجِرٍ".

ترجمہ: ایک مومن عورت کی نیکی ستر صدیقین کے عمل کی طرح ہے، اور ایک فاجر عورت کی برائی ہزار فاجر مردوں کی طرح ہے۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

حدیث کی تحقیق پانچ بنیادی اجزاء پر مشتمل ہے:

۱-روایت کی مصادرِ اصلیّہ سے تخریج

۲-روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳-متکلم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال

۴-ائمہ کرام کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم

۵-تتمّہ (اس میں یزید بن میسرہ کے قول کی تخریج اور اس کا فنی حکم ذکر کیا جائے گا، یہ قول بھی زیرِ بحث روایت کے مضمون پر مشتمل ہے)۔

روایت کے مصادرِ اصلیّہ:

حافظ ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲۷ھ) "اعتلال القلوب" [۱] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا الحكم بن عمرو الأنماطي قال: حدثنا عَلِيّ بن عياش قال: حدثنا سعيد بن سِنان، عن أبي الزاهرية، عن كثير بن مُرَّة، عن عبدالله بن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "بِرُّ المَرْأَةِ المؤمنة كعَمَلِ سَبْعِينَ صِدِّيقاً، وفُجُورُ المَرْأَةِ الفَاجِرَةِ كفُجُورِ ألفِ فَاجِرٍ".

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "ایک مومن عورت کی نیکی، ستر صدیقین کے عمل کی مانند ہے، اور ایک فاجر عورت کی برائی ہزار فاجر مردوں کی برائی طرح ہے"۔

یہی روایت امام ابوبکر البزّار رحمۃ اللہ علیہ (۲۹۲ھ) نے اپنی "مُسنَد" [۲] میں اور

---

[۱] اعتلال القلوب: باب التخطي إلى ذوات المحارم، ۲/۱۱۹، رقم: ۲۲۶ تحقیق: حمدي الدمرداش، مكتبة نزار مصطفى الباز-الرياض، الطبعة الثانية ۱۴۲۰ھ.

[۲] البحر الزخار: ۱۲/۱۹، رقم: ۵۳۸۶، ت: محفوظ الرحمن زين الله، مكتبة العلوم والحكم المدينة المنورة، الطبعة ۱۴۰۹ھ.

ابو نعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ (۴۳۰ھ) نے "حلية الأولياء" [1] میں تخریج کی ہے۔ مذکورہ تینوں سندیں، سند میں مذکور سعید بن سنان پر آکر مشترک ہوجاتی ہیں، البتہ واضح رہے کہ "مسند بزّار" میں روایت کی ابتدا میں اضافہ ہے، ملاحظہ ہو:

"ثَلاَثٌ قَاصِمَاتُ الظَّهْرِ". قال أبو بكر: ذَهَبَ عَنِّي وَاحِدَةٌ. "وزوجُ سُوءٍ يأمَنُها صاحِبُها وتَخُونُه، وإمامٌ يَسْخَطُ الله ويَرْضَى النَّاسَ وإنَّ مَثَلَ عَمَلِ المَرْأةِ المُؤمِنَة كمَثَلِ عَمَلِ سبعين صِدِّيقاً، وإنَّ عَمَلَ المَرْأةِ الفَاجِرَة كفُجُورِ أَلْفِ فَاجِرٍ".

"تین چیزیں کمر توڑنے والی ہیں"، امام ابو بکر بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تین باتوں میں سے ایک مجھ سے بھول گئی۔

"وہ بری عورت، جس کا خاوند اس پر بھروسہ کرے اور وہ اس کے ساتھ خیانت کرے، اور وہ امام جو اللہ کو ناراض کرتا ہے اور لوگوں کو خوش کرتا ہے، اور ایک مومن عورت کا عمل ستر صدیقین کے عمل کی طرح ہے، اور فاجر عورت کا عمل ہزار فاجر مردوں کی برائی کی طرح ہے"۔

یہ روایت اسی اضافے اور سند کے ساتھ حارث ابن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ (۲۸۲ھ) نے بھی تخریج کی ہے۔ حارث ابن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت "إتحاف الخِيَرَة المَهَرَة" [2]، اور "المطالب العالية" [3] میں موجود ہے۔

روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کا کلام:

زیرِ بحث روایت کے بارے میں علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو بکر بزّار رحمۃ اللہ علیہ،

---

[1] حلية الأولياء: حدير بن كريب، ۶/ ۱۰۱، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۰۹ھ.

[2] إتحاف الخيرة المهرة: ۴/ ۴۵۸، رقم: ۴۱۷۷، ت: أبو عبد الرحمن عادل بن سعد وأبو اسحاق السيد بن محمود، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة ۱۴۱۹ھ.

[3] المطالب العالية: ۴/ ۴۵۳، رقم: ۱۶۲۱، ت: محمد حسّنه، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۳ء.

حافظ ہَیثمی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تبصرہ کیا ہے، ذیل میں ان محدثین کرام کے اقوال نقل کیے جائیں گے۔

۱-علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ(۸۴۰ھ) روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”قال البَزّار: ذهبتْ عني واحدةٌ، وعِلّتُه سعيد بن سِنان، قلتُ: ضعّفه ابن مَعِين وأبو حاتم والنسائي، وقال البخاري: مُنْكَرُ الحديث، وقال الدّارَقُطْنِي: يَضَعُ الحديث“. [1]

امام بزّار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں بیان کی گئی ان تین چیزوں میں ایک چیز مجھ سے بھول گئی ہے، اور اس حدیث کی علت (محدثین کے کلام کا سبب) سعید بن سنان ہے، میں (علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ ابن مَعین رحمۃ اللہ علیہ، ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن سنان کی ”تضعیف“ کی ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعید ”منکر الحدیث“ (کلمہ جرح) ہے اور دَارقُطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ احادیث گھڑتا تھا۔

۲-امام بزّار رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام ابوبکر البزّار رحمۃ اللہ علیہ اپنی ”مسند“ [2] میں سعید بن سنان کی حدیثیں تخریج کر کے لکھتے ہیں:

”وأحاديث سَعِيد بن سِنَان عن أبي الزاهرية عن ابن عُمَر رضي الله عنه إنّما كَتَبْتُ لحُسْنِ كَلاَمِهما، ولا نَعْلَمُ شارَكَه في أكثرها غيرُه، وسعيد

---

[1] إتحاف الخيرة المهرة: ۴/۴۵۸، رقم: ۴۱۷۷، ت: أبو عبد الرحمن عادل بن سعد وأبو اسحاق السيد بن محمود، مكتبة الرشد۔الرياض، الطبعة ۱۴۱۹ھ.

[2] البحر الزخار: ۱۲/۱۹، رقم: ۵۳۸۶، ت: محفوظ الرحمن زين الله، مكتبة العلوم والحكم۔ المدينة المنورة، الطبعة ۱۴۰۹ھ.

لیس بالحافظ، وھو شاميٌ، قد حَدّثَ عنه الناسُ علی سُوءِ حِفظِه، واحتَمَلُوا حَدِیثَه. . . ".

اور سعید بن سنان عن ابی زاہریہ عن ابن عمر، رضی اللہ عنہما اس سند سے یہ دو روایتیں (ایک یہی روایت ہے، ایک اس کے علاوہ دوسری روایت ہے) میں نے صرف اس وجہ سے لکھی ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کلام اور مضمون بہت اچھا ہے، اور مجھے معلوم نہیں کہ ان حدیثوں میں اکثر کے نقل کرنے میں، سعید بن سنان کے ساتھ کوئی دوسرا بھی، ان کے ساتھ شریک ہے، جبکہ سعید حافظِ حدیث نہیں ہے، اور وہ شامی ہے، لوگ ان کے سوء حفظ (حافظے کی خرابی) کے باوجود ان کی حدیثیں لکھتے تھے، اور سعید کی حدیثوں کا تحمل (روایات لینا) کرتے تھے......"۔

۳-حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ "مَجمَعُ الزَّوَائد" [1] میں رقمطراز ہیں:

"رواه البَزّار-وقال: ذهبتْ عَنّي واحدةٌ-قلتُ: وقد مرت بي: "وجارُ سُوءٍ رأى خيراً أَدفَنَه، وإن رأى شرّاً أَذَاعَه". وفيه سعيد بن سِنَان، وهو متْرُوكٌ".

امام بزّار رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور فرمایا ہے کہ مجھے (ان تین چیزوں میں سے) ایک بھول گئی ہے، میں (حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ میرے سامنے (امام بزّار رحمۃ اللہ علیہ کا بھولا ہوا) حدیث کا یہ جزء گذرا ہے، (اور وہ جزء یہ ہے): "اور وہ برا پڑوسی جو (تمہارے) خیر کو دیکھے تو دفن کردے اور اگر (تمہارے) شر کو دیکھے تو لوگوں میں پھیلا دے"، اور اس حدیث میں سعید بن سنان "متروک" (شدید جرح) راوی ہے۔

---

[1] مجمع الزوائد: ۴/ ۵۰۰، رقم: ۳۳۳ ۷، ت: الشیخ عبد اللہ الدرویش، دار الفکر- بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ.

۴-امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۱ھ) "جامع الأحاديث" [۱] میں لکھتے ہیں: "ابن زَنْجُوَيه عن ابن عمر رضي الله عنه وهو ضعيفٌ". ابن زَنْجُوَیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس روایت کی تخریج کی ہے، اور وہ حدیث ضعیف ہے۔

زیرِ بحث روایت پر گذشتہ چار اقوال میں ائمہ حدیث کا تبصرہ گذر چکا ہے، آپ جان گئے ہیں کہ ان اقوال میں سعید بن سِنان کلام کا مدار ہے، سعید بن سِنان کے بارے میں ائمہ رجال کی عبارتیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں، تاکہ زیرِ بحث روایت کا فنی مقام جاننا آسان ہو جائے۔

سعید بن سنان ابو مہدی (توفی ۱۶۸ھ) کے بارے میں ائمہ کے اقوال:

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ضَعِيفُ الحديث، مُنْكَرُ الحديث، يَرْوِي عن أبي الزاهرية، عن كثير بن مُرَّة، عن ابن عمر رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم بنحوٍ مِنْ ثلاثين حديثاً أحاديثَ مُنْكَرَةً". [۲]

سعید بن سنان "ضعیف الحدیث" (کلمہ جرح)، "منکر الحدیث" (کلمہ جرح) ہے، جس نے اس سند سے یعنی "عن أبي الزاهرية عن كثير بن مُرَّة عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم" تقریباً تیس منکر حدیثیں نقل کی ہے۔

امام عبدالرحمن بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سألتُ أبا زُرْعَة عن سعيد بن سِنان أبي مَهْدِي، فأومأ بيَدِه أنّه ضَعِيفٌ". [۳] میں نے ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے ابومہدی سعید بن

---

[۱] جامع الأحاديث: قسم الأقوال، ۴/۱۷۵، رقم: ۱۰۹۲۰، تحقيق: عباس أحمد صقر وأحمد عبد الجواد، دار الفكر-بيروت، الطبعة ۱۴۱۴ھ.

[۲] الجرح والتعديل: ۴/۲۸، رقم: ۵۲۳۳، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ.

[۳] المصدر السابق.

سنان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ وہ "ضعیف" ہے۔

حافظ یحیی بن مَعِین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سعید بن سنان "لیس بشیء" کہا ہے۔[1]

حافظ یحیی بن مَعِین رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں: "تلک لا یُعْتَبَرُ بها، هي بَوَاطِيل". سعید بن سنان کی ان روایتوں کا اعتبار نہیں ہے، یہ باطل ہیں۔[2]

امام أحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابو مہدی سعید بن سنان "ضعیف" ہے۔[3]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: سعید بن سنان "منکر الحدیث" (کلمہ جرح) ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ سعید بن سنان "متروک الحدیث" (کلمہ جرح) ہے۔[4]

امام ابو احمد ابن عَدِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وعامة ما يَرْوِيه وخَاصَّةً عن أبي الزاهرية غيرُ محفوظة، ولو قُلنا: إنّه هو الذي يَروِيه، عن أبي الزاهرية لا غيره، جاز ذلک لي، وكان مِنْ صَالِحِي أهل الشام وأفضِلهم، إلّا أنَّ في بعض رواياتِه مَافيه".[5]

سعید بن سنان کی اکثر روایات غیر محفوظ ہیں، اور خصوصاً وہ روایات جو ابو الزاہریہ سے مروی ہیں، اور اگر ہم یہ کہیں کہ ان روایتوں کو ابوزاہریہ سے سعید بن سنان کے علاوہ کسی اور نے نقل نہیں کیا، تو میرے لئے یہ کہنا جائز ہے، اور وہ شام کے نیک اور فضیلت والے لوگوں میں تھا، البتہ اس کی بعض روایتوں میں "کچھ" ہے۔

حافظ ابراہیم بن یعقوب جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "أخافُ أن تكونَ أحاديثُه

---

[1] المصدر السابق.

[2] تهذيب الكمال: ۷/ ۲۲۸، رقم: ۲۲۷۷، رقم: ۶۱۸۶، ت: الشيخ أحمد عليّ وحسن أحمد، دار الفكر-بيروت، الطبعة ۱۴۱۴ھ.

[3] الكامل في الضعفاء: ۴/ ۳۹۹، رقم: ۸۰۱، الشيخ عادل والشيخ علي محمد، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ.

[4] المصدر السابق. [5] المصدر السابق.

موضوعةٌ، لا تُشبهُ أحاديث الناس . . . ". [1] مجھے خوف ہے کہ سعید کی روایتیں من گھڑت ہیں، یہ روایتیں دوسرے لوگوں کی احادیث کے مشابہ نہیں ہیں......"۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "متروك الحديث". [2] سعید بن سنان "متروک الحدیث" (شدید جرح) ہے۔

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا أعرِفُه". [3]

میں سعید کو نہیں پہچانتا۔

حافظ ابوبکر بن ابی خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنِي صاحبٌ لِي مِنْ بَنِي تَمِيمٍ، قال: قال أبو مُسْهِر: حدثنا صدقة بن خالد، قال: حدَّثني أبو مَهْدِي سعيد بن سنان مؤذِّن أهل حِمْصَ، وكان ثِقَةً مَرْضِيًا". [4]

ابوبکر بن ابی خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے بنوتمیم کے ایک ساتھی نے کہا: ابو مسہر کا کہنا ہے کہ صدقہ بن خالد نے ہمیں احادیث بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ مجھے ابومہدی سعید بن سنان نے حدیث بیان کی ہے، اور یہ سعید بن سنان حمص والوں کے موذن اور ثقہ، پسندیدہ شخص ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "متروك، ورَمَاه الدَّارَقُطْنِي وغيره بالوَضْعِ". [5] سعید بن سنان "متروک" راوی ہے، اور دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے سعید بن سنان کو وضعِ حدیث میں متّہم قرار دیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "زاهدٌ ضعيفُ الحديث". [6]

---

[1] تهذيب الكمال: ۷/ ۲۲۸، رقم: ۲۲۷۷، رقم: ۶۱۸۶، ت: الشيخ أحمد علي وحسن أحمد، دار الفكر - بيروت، الطبعة ۱۴۱۴ھ.

[2] المصدر السابق. [3] المصدر السابق. [4] المصدر السابق.

[5] التقريب: ۲۳۷، رقم: ۲۳۳۳، ت: محمد عوامة، دار الرشيد - سوريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ.

[6] الكاشف: ۱/ ۳۶۳، رقم: ۱۹۲۵، ت: عزت علي عيد عطية و موسى محمد علي الموشي، دار الكتب الحديثية - القاهرة، الطبعة الأولى ۱۳۹۲ھ.

سعید بن سنان زاہد، "ضعيف الحديث" (کلمہ جرح) راوی ہے۔

البتہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے مقام پر، سعید بن سنان کو "متروک" (شدید جرح) راوی کہا ہے، چنانچہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تَلْخِيصُ الموضوعات"[1] میں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت: "سَمِعَ رَجُلاً يُغَنِّي مِنَ اللَّيل فقال: لا صلاةَ له حتى مثلها ثلاثَ مَرَاتٍ". کے تحت لکھتے ہیں:

"فيه سعيدُ بن سِنان، متروك، عن أبي الزاهرية، عن كثير بن مُرَّة، عن الربيع بن خيثم، عن ابن مسعود رضي الله عنه".

اس حدیث میں سعید بن سنان "متروک" (شدید جرح) راوی ہے، جو ابو الزاہریہ، عن کثیر بن مرہ، عن ربیع بن خثیم عن ابن مسعود کی سند سے اس روایت کو بیان کرتے ہیں۔

اہم فائدہ:

واضح رہے کہ کسی شدید ضعیف راوی کی ہر ہر حدیث پر مطلقاً شدید ضعیف ہونے کا حکم لگانا ہرگز درست نہیں، بلکہ عین ممکن ہے کہ ان کی بعض روایات "معتبر توابع وشواہد" کی وجہ سے قابلِ تحمل ہوں، البتہ زیرِ بحث روایت کے بارے میں ائمہ کے شدید اقوال آپ دیکھ چکے ہیں، نیز خاص اس روایت کے نقل کرنے میں سعید بن سنان متفرد ہے؛ اس لیے یہ روایت شدید ضعیف کہلائی ہے۔

ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

حافظ دار قُطنی رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے سعید بن سنان کے لئے فنی جرح کے شدید صیغے استعمال کیے ہیں، مثلاً:

سعید بن سنان کی ان روایتوں کا اعتبار نہیں ہے، یہ باطل ہیں (یحیی بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ)۔

---

[1] تلخيص الموضوعات: ۲۹۲، رقم: ۷۹۵، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة ۱۴۱۹ھ.

مجھے خوف ہے کہ سعید کی روایتیں من گھڑت ہیں (جوز جانی رحمۃ اللہ علیہ)۔

"متروک"۔ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ)۔

سعید بن سنان احادیث گھڑتا تھا (دارقُطنی رحمۃ اللہ علیہ)۔

"منکر الحدیث" (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسے اکثر شدید جرح کے لئے استعمال کرتے ہیں)۔

اس کے علاوہ امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو زُرعہ رحمۃ اللہ علیہ، امام یحیی بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عدِی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب علماء نے سعید بن سنان کے لئے ضعف کے مختلف فنی الفاظ استعمال کیے ہیں، البتہ صدقہ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن سنان کو "ثقہ" کہا ہے۔

بہر حال ان اقوال کو ملحوظ رکھتے ہوئے، یہی کہا جائے گا کہ ابو مہدی سعید بن سنان کی یہ روایت اس خاص تناظر میں کہ سعید بن سنان اس کو نقل کرنے میں متفرد ہے، ضعفِ شدید سے ہرگز خالی نہیں ہے، اس لئے زیرِ بحث روایت "شدید ضعیف" کہلائے گی، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ایسا کلام منسوب ہوسکتا ہے، جو کم از کم ضعفِ شدید سے خالی ہو، جیسا کے تفصیل ما قبل میں گذر چکی ہے، اس لئے زیرِ بحث روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

ایک اہم نکتہ:

یہاں فنی حیثیت سے ایک دلچسپ نکتہ بھی ملحوظ رہے کہ سابقہ اقوال میں امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابو احمد ابن عدِی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وضاحت کی تھی کہ سعید بن سنان کی وہ حدیثیں غیر محفوظ اور منکر ہیں، جسے وہ ابو الزاہریہ سے نقل کرے، اور زیرِ بحث روایت کی سند آپ ایک دفعہ دوبارہ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اس سند میں بھی سعید بن سنان، ابو الزاہریہ سے روایت نقل کرنے والے ہیں، نیز امام ابو بکر البزّار رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عدِی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق ابو الزاہریہ کی اکثر، (بلکہ حافظ ابن عدِی رحمۃ اللہ علیہ نے

نزدیک تمام) روایتیں صرف سعید بن سنان ہی سے منقول ہے، اس سے معلوم ہوا کے سعید بن سنان، ابوالزاہریہ سے اس روایت کے نقل کرنے میں متفرد (تنہا) ہے، غرضیکہ سعید بن سنان کا تنہا ابوالزاہریہ سے روایت نقل کرنا، اس روایت کے ساقط الاعتبار ہونے کو اور بھی مؤکد کر دیتا ہے، واللہ اعلم۔

تتمّہ:

گزشتہ اقتباسات سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ زیرِ تحقیق روایت کو مرفوعاً (یعنی آپ ﷺ کے انتساب سے) بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ حافظ ابونعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "حِلْيَةُ الأولياء" [1] میں "یزید بن مَيْسَرَہ" کا اسی مضمون پر مشتمل قول تخریج کیا ہے، ملاحظہ ہو:

"حدثنا أبو محمد بن حيان، ثنا أبو بكر بن أبي عاصم، ثنا أبو التقي، ثنا بَقِيَّة، ثنا إسماعيل بن يحيى بن جابر، عن يزيد، قال: المَرأة الفاجرة كألْفِ فاجرٍ، والمرأةُ الصالحةُ يُكتَبُ له عَمَلُ مائةِ صِدّيق".

ایک فاجر عورت، ہزار فاجر مردوں کی طرح ہے اور ایک نیک عورت کے لئے سو صدیقوں کا عمل (یعنی اس کا ثواب) لکھا جاتا ہے۔

سند کے راویوں پر ائمہ کا کلام:

اس سند میں کل چھ راوی ہیں، ذیل میں ہر ایک کے بارے میں ائمہ کے اقوال اور آخر میں روایت کا فنّی حکم لکھا جائے گا۔

۱- أبو الشيخ عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيان:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "سير أعلام النبلاء" [2] میں رقمطراز ہیں: "الإمام، الحافظ، الصادق، مُحدِّثُ أصْبَهَان (اصبہان کے محدث)، أبو محمد عبد الله بن محمد بن

---

[1] حلية الأولياء، يزيد بن ميسرة: ٥/ ٢٣٦، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] سير أعلام النبلاء: ١٦/ ٢٧٦، ت: شعيب الأرنووط، مؤسسة الرسالة- بيروت، الطبعة التاسعة ١٤١٣ھ.

جعفر بن حَیّان، المعروف بأبي الشیخ، صاحب التصانیف (کتابوں کے مصنف)"۔

۲-ابن أبی عاصم أحمد بن عمرو أبوبکر الشیبانی:

حافظ ذہبی "سیر أعلام النبلاء" [1] میں لکھتے ہیں: "حافظ، کبیر، إمام، بارع (علم وفضل میں کامل)، متبعٌ للآثار (احادیث پر عمل کرنے والے)، کثیر التصانیف (بہت سی کتابوں کے مصنف)"۔

۳-ھشام بن عبدالملک بن عمران الیَزَنی أبو تقی الحمصی:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ [2] رقمطراز ہیں: "صدوق رُبَمَاوَھِمَ". (صدوق ہیں، بعض اوقات ان کو وہم ہو جاتا ہے) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ [3] لکھتے ہیں: "ثِقَةٌ".

۴-بقیة بن الولید بن صائد أبو یُحْمِد الحمصی:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "الحافظ، وَثَّقَه الجمهور فیما سَمِعَه مِنْ الثِّقَات". [4]

جمہور محدثین نے بقیہ کی ان حدیثوں کی توثیق کی ہے، جو انہوں نے ثقات سے سنی ہے۔

"وقال النسائي: إذا قال: حدَّثنا وأخْبَرَنا فهو ثِقَة". [5]

اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بقیہ بن ولید اگر حدثنا واخبرنا کہے (یعنی سماعتِ حدیث کی صراحت کردے)، تو وہ ثقہ ہے۔

واضح رہے کہ مذکورہ سند میں بقیہ نے حدثنا کے صیغے سے حدیث نقل کی ہے۔

---

[1] سیر أعلام النبلاء: ۱۳/ ۴۳۰، شعیب الأرنووط، مؤسسة الرسالة-بیروت، الطبعة التاسعة ۱۴۱۳ھ.

[2] التقریب: ۵۷۳، رقم: ۷۳۰۰، ت: محمد عوّامة، دار الرشید-سؤریا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ.

[3] الکاشف: ۲/ ۲۳۳، رقم: ۶۰۷۰، ت: عزت علي عید عطیة و موسی محمد علي الموشي، دار الکتب الحدیثیة-القاهرة، الطبعة الأولی ۱۳۹۲ھ.

[4] الکاشف: ۱/ ۱۲۰، رقم: ۶۲۶، ت: عزت علي عید عطیة و موسی محمد علي الموشي، دار الکتب الحدیثیة-القاهرة، الطبعة الأولی ۱۳۹۲ھ.

[5] المصدر السابق.

۵-إسماعيل بن يحيى بن جابر:

موصوف کا ترجمہ نہیں مل سکا (از راقم)۔

۶-أبو يوسف يزيد بن مَيْسَرَة بن حلبس الواعظ الدِمَشْقِي:

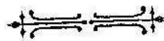
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "التاريخ الكبير" [1] میں اور امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے "الجرح والتعديل" [2] میں یزید بن میسرہ کو جرح وتعدیل کے بغیر ذکر کیا ہے (ائمہ رجال بعض اوقات کتبِ تراجم میں راوی کو جرح یا تعدیل کے بغیر نقل کر دیتے ہیں، ان راویوں کا بھی محدثین کے نزدیک ایک خاص فنی مقام ہوتا ہے)۔

البتہ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن میسرہ کو "ثقات" میں ذکر کیا ہے۔ [3]

سند کے راویوں پر اقوالِ علماء سے واضح ہے کہ یہ روایت کسی ایسے راوی پر مشتمل نہیں ہے، جس سے روایت "ساقط الاعتبار" کہلائے، اس لئے یزید بن میسرہ کے حوالے سے اس مضمون کو بیان کرنا درست ہے، البتہ اس حدیث کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انتساب درست نہیں ہے، جیسا کہ ماقبل میں تفصیل آچکی ہے۔

اہم فائدہ:

واضح رہے کہ سابقہ بعض سندوں میں زیرِ بحث روایت کے علاوہ دیگر مضامین بھی ہیں، اختصار کے پیشِ نظر عمداً ان کے حکم سے احتراز کیا گیا ہے، یعنی سابقہ تحقیق صرف متعلقہ جز کی ہے۔



[1] التاريخ الكبير: ۸/۳۴۷، رقم: ۳۲۶۵۲، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۹ھ.

[2] الجرح والتعديل: ۹/۳۵۱، رقم: ۱۶۸۸۲، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ.

[3] كتاب الثقات: ۷/۶۲۷، مؤسسة الكتب الثقافية-بيروت، الطبعة ۱۴۰۲ھ.

روایت نمبر: (۱۴)

روایت: آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں“۔

حکم: بے اصل، بیان نہیں کر سکتے۔ ذیل میں ایک زبان زد عام قصہ کی تحقیق بھی ذکر کی جائے گی۔

ہمارے گرد وپیش ایسی بہت سی حدیثیں زبان زد عام ہیں، جو اگر چہ صحیح معنی پر مشتمل ہوتی ہیں، لیکن خاص ان الفاظ کے ساتھ وہ حدیثیں ثابت نہیں ہوتیں، چنانچہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم ان حدیثوں کو صاف لفظوں میں بے اصل قرار دیتے ہیں؛ کیونکہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ کسی بھی کلام اور کلمات کو رسول اللہ ﷺ کی جانب ایک خاص اصل اور قاعدے سے منسوب کیا جا سکتا ہے، جسے ”اسناد“ کہا جاتا ہے، اس اسناد میں موجود راویوں کے حالات، ان کے مابین اتصال اور انقطاع وغیرہ امور کو دیکھ کر حفاظ حدیث ہر حدیث کو اس کا فنی مقام دیتے ہیں، اسی چھان بین میں بعض حدیثوں کے بارے میں وہ بے اصل ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں؛ لہذا ایسی حدیثوں کو بیان کرنا جائز نہیں ہوتا، البتہ یہ عین ممکن ہے کہ اس بے اصل روایت کا مضمون دوسری معتبر حدیثوں سے ثابت ہو، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم ان معتبر روایتوں کی وجہ سے اُن کے مضمون پر مشتمل بے اصل حدیثوں کو ثابت سمجھ کر انھیں بیان کریں، اور رسول اللہ ﷺ کی طرف اُن کا انتساب کریں، اس کی وجہ ما قبل میں بیان کی جا چکی ہے کہ ثبوتِ حدیث کے اپنے مسلمہ اُصول اور ضروریات ہیں، یہ بے اصل حدیثیں اُن سے خالی ہونے کی بنا پر درجۂ اعتبار سے ساقط اور نا قابلِ بیان ہوتی ہیں، اور انہی کے مضمون پر مشتمل دیگر روایات ان قواعد پر پورا اترنے کی وجہ سے مقبول [illegible]

ہیں۔ سابقہ بیان کردہ اُصول کو خاتم المحدثین علامہ عبد العزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے "کوثر النبي" [1] میں ان لفظوں سے لکھا ہے:

"وكثيراً مايكون الحديثُ الموضوعُ مُشْتَمِلاً على معنى صحيح، فإذا سَمِعَتْ العامةُ مِنَ المُحَدِّثِ أنه موضوعٌ، ذَهَبَ وهمُهم إلى أنه يُرِيدُ إبطالَ معناه، وهذه جَهَالَةٌ شَدِيدَةٌ مَرْكُوزَةٌ في طِبَاعِهم... وبالجملة أهلُ الحديث إنمايُنكِرُ صُدُورَ اللَّفْظِ عن النبي ﷺ".

"اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک من گھڑت حدیث، صحیح معنی پر مشتمل ہوتی ہے، پس جب ایک عامی شخص کسی محدث سے یہ سن لے کہ یہ حدیث من گھڑت ہے، تو اسے یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ یہ محدث تو اس حدیث کے معنی اور مضمون کو باطل قرار دے رہا ہے، بس یہی شدید جہالت ان کی فطرتوں میں اتری ہوئی ہے...... خلاصۂ کلام یہ ہے کہ محدث تو صرف اس بات کا انکار کرتا ہے کہ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں" (ہاں! یہ ممکن ہے کہ اس کا معنی کسی دوسری روایت سے ثابت ہو)۔

اسی فریضے کے پیش نظر، ذیل میں ایک ایسی روایت بیان کی جائے گی جو محدثین کے نزدیک بے اصل ہے، اس لئے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ اس کے معنی پر مشتمل دیگر معتبر حدیثیں اس بے اصل روایت سے مستغنی کرنے والی ہیں؛ لہذا صرف ان مقبول حدیثوں کو بیان کرنا چاہیے۔

عنوانِ روایت:

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں"۔

تحقیق کا خاکہ:

حدیث کی تحقیق چار بنیادی اجزاء پر مشتمل ہے:

[1] كوثر النبي: العلم، ص: ۲۴۹، المخطوط، نسخه العلامة عبد الله الولهاري (۱۲۸۳ھ).

۱-روایت کا مصدر

۲-روایت کے بارے میں ائمہ کے اقوال اور ان کا خلاصہ (اس میں روایت کا فنی حکم بھی موجود ہے)

۳-اہم تنبیہ (اس میں زیرِ بحث بے اصل روایت کے معنی پر مشتمل معتبر حدیث ہے)

۴-خاتمہ (اس میں امام ابوالحسن الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے خواب کا بیان اور اس کا فنی حکم ہے)

روایت کی تخریج:

امام ابوعبداللہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی "تفسیر"[1] میں لکھتے ہیں:

"... قال النبي ﷺ: "عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ".

ترجمہ:......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔

روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال:

محدثینِ کرام صریح عبارتوں کے ساتھ زیرِ بحث روایت کا فنی مقام بیان فرماتے رہے ہیں، ذیل میں چند محدثین کے اقوال اور آخر میں ان کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

۱-علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المَنْثُورة في الأحاديث المشهورة"[2] میں رقمطراز ہیں:

"لا يُعْرَفُ له أصلٌ".

اس کی اصل نہیں پہچانی جاتی۔

---

[1] تفسير الفخر الرازي: سورة يونس، ۱۷/۷۰، دار إحياء التراث العربي-بيروت.

[2] اللآلي المنثورة: في الفضائل، ۱۶٦، ت: مصطفى عبدالقادر عطاء، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة ۱۴۰۶ھ.

۲-علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة" [1] میں لکھتے ہیں:

"قال شيخُنا ومَنْ قبله الدَمِيْرِي والزَرْكَشِي: إنه لاأصلَ له، زاد بعضُهم ولا يُعْرَف في كتابٍ معتبرٍ...".

"ہمارے شیخ یعنی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے قبل دَمیرِی رحمۃ اللہ علیہ اور زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی اصل نہیں ہے۔ بعض محدثین نے یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نہیں پہچانی جاتی......"۔

۳-علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الدُرَرُ المُنْتَثِرة" [2] میں تحریر فرماتے ہیں:

"لاأصلَ له".

اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

۴-علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [3] میں لکھتے ہیں:

"قال ابنُ حجرٍ والزَرْكَشِي: لاأصلَ له، وروي بسندٍ ضعيف: أقربُ النّاس مِنْ درجةِ النّبوة أهلُ العلم والجهاد". ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی اصل نہیں ہے، اور ایک ضعیف سند سے مروی ہے کہ لوگوں میں درجہ نبوّت سے قریب ترین، علماء اور مجاہدین ہیں۔

---

[1] المقاصد الحسنة: حرف العين، ۳۳۲، رقم: ۷۰۰، ت: عبدالله محمد الصديق، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ.

[2] الدرر المنتثرة: ۱۸۸، رقم: ۲۹۳، ت: محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ.

[3] الفوائد المجموعة: في فضائل العلم، ۲۸۶، رقم: ۴۷، ت: عبدالرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ.

"الفوائد المجموعة" میں جس ضعیف سند کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "سِیَر أعْلام النُبلاء" [1] میں اس روایت کو اسی سند کے تحت نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو:

"وبه أخبرنا الحسن الفارسي يعني -ابن شاذان - أخبرنا أبو سهل القطّان، حدثنا عبد الكريم بن الهيثم، حدثنا ابن عبدة، حدثنا حفص بن جميع، عن سماك، عن محمد بن المنكدر، قال: قال ابن عباس رضي الله عنهما يرفعه: إنَّ أقْرَبَ النّاسِ درجةً مِنْ دَرَجَةِ النبوة أهلُ الجهاد وأهلُ العلم، أما أهلُ العلم، فقالوا ما جاءَتْ به الأنبياءُ، وأما أهلُ الجهاد فجاهَدُوا على ما جاءَتْ به الأنبياءُ".

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "بلاشبہ لوگوں میں درجۂ نبوت سے قریب تر لوگ، مجاہدین اور علماء ہیں۔ اہل علم انبیاء کی لائی ہوئی تعلیمات کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں، اور مجاہدین انبیاء کی اُن تعلیمات پر لوگوں سے جہاد کرتے ہیں"۔

۵- علامہ محمد بن درویش الحُوت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

محمد بن درویش الحُوت رحمۃ اللہ علیہ "أسنى المطالب" [2] میں لکھتے ہیں:

"موضوعٌ لا أصلَ له كما قالَه غيرُ واحد مِنَ الحُفَّاظ، ويَذْكُره كثيرٌ مِنَ العلماء في كُتُبِهم غَفْلَةً عن قولِ الحُفَّاظ". یہ موضوع، بے اصل روایت ہے، یہ بات کئی حفاظِ حدیث نے کہی ہے، اور بہت سے علماء، حفاظ کے اس قول سے غفلت کی بناء پر اس حدیث کو اپنی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں۔

---

[1] سير أعلام النبلاء: الحسيني، ۱۸/ ۵۲۴، ت: شعيب أرنؤوط ومحمد نعيم العرقسوسي، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۵ھ.

[2] أسنى المطالب: ۱/ ۱۸۴، رقم: ۸۸۹، دار الكتب العلمية - بيروت.

۶- ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "المصنوع" [1] میں لکھتے ہیں:

"لاأصلَ له كماقال الدَمِيري والزرْكَشِي والعَسْقَلانِي".

اس کی اصل نہیں ہے، جیسا کہ دَمیری رحمۃ اللہ علیہ، زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا ہے۔

محدثینِ عظام کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

علامہ دَمیری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن درویش الحُوت رحمۃ اللہ علیہ ان سب محدثین نے حدیث: "عُلَمَاءُ أمّتِي كأنبِيَاء بَنِي إسْرَائِيل". کو بے اصل کہا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ایسا قول منسوب ہوسکتا ہے، جو کسی معتبر سند سے ثابت ہو، اس لیے یہ حدیث ان لفظوں (یعنی عُلَمَاءُ أمّتِي كأنبِيَاء بَنِي إسْرَائِيل - میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں) کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ایسا کلام ہی منسوب ہوسکتا ہے، جو پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہو، بصورت دیگر روایت قابل التفات وبیان نہیں رہتی، چنانچہ شیخ عبدالفتّاح ابوغُدّہ "المصنوع في معرفة الحديث الموضوع للعلامة علي القاري" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"...وإذا كان الحديث لا إسناد له، فلا قيمةَ له ولا يُلْتَفَتُ إليه، إذ الإعتماد في نقل كلام سيّدنا رسول الله ﷺ إلينا، إنّما هو على الإسناد الصحيح الثابت أومايقع موقعَه، وماليس كذلك فلا قيمة له". [2]

---

[1] المصنوع: ۱۲۳، رقم: ۱۹۶، ت: الشيخ عبدالفتاح أبو غُدّة، ایچ-ایم سعید کمپنی- کراچی۔

[2] المصنوع: شذرات في بيان بعض الإصطلاحات، ص: ۱۸، ت: الشيخ عبدالفتاح أبو غُدّة، ایچ-ایم سعید کمپنی کراچی۔

''......اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت اور غیر قابل التفات ہے؛ کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ کے کلام کو نقل کرنے میں اعتماد صرف اسی سند پر ہو سکتا ہے، جو صحیح سند سے ثابت ہو، یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے''۔

اہم تنبیہ:

حدیث: ''علماء أمّتي كأنْبِياء بَنِي إسرائيل''. ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں''۔ یہ روایت ان لفظوں کے ساتھ اگرچہ بے اصل اور نا قابلِ بیان ہے، لیکن اس معنی پر مشتمل مضمون، معتبر روایتوں میں ثابت ہے، جنہیں بیان کرنا درست ہے، اور یہ مستند حدیثیں زیرِ بحث بے اصل روایت ''علماءُ أمّتي كأنْبِياء بَنِي إسرائيل'' سے مستغنی کرنے والی ہیں، بلکہ اس بات کی ضرورت ہے کہ ان معتبر احادیث کو شائع کیا جائے،، مثلاً حدیث: ''العلماءُ ورثةُ الأنبياء''. ''علماء انبیاء کے وارث ہیں''۔ اس روایت کے بارے میں حافظ شمس الدین السخاوی رحمۃ اللہ علیہ ''المقاصد الحسنة'' [1] میں لکھتے ہیں:

''العلماءُ ورثةُ الأنبياء، أحمد، وأبوداود، والترمذي، وآخرون، عن أبي الدَّرْدَاء رضي الله عنه به مرفوعاً بزيادة: ''الأنبياءُ لم يُورِّثُوا دِينَاراً ولا دِرْهَماً، إنَّما وَرَّثُوا العِلْمَ''. وصَحَّحه ابن حِبّان، والحاكم، وغيرهما، وحسَّنة حمزةُ الكتاني، وضَعَّفه غيرُهم بالاضطراب في سَنَدِه، لكن له شواهد يَتَقَوّى بها، ولذا قال شيخُنا: له طُرُقٌ يُعْرَفُ بها أنّ للحديث أصلاً انتهى''.

حدیث: ''علماء انبیاء کے وارث ہیں'' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

---

[1] المقاصد الحسنة: حرف العين، ۳۳۲، رقم: ۷۰۱، ت: عبداللہ محمد الصديق، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ.

سے اس اضافے کے ساتھ مرفوعاً تخریج کی ہے: "الأنبياء لم يُورِثُوا دِينَاراً ولا دِرْهَماً، إنَّما وَرَّثُوا العِلْمَ". ترجمہ: "انبیاء دینار ودرہم کا وارث نہیں بناتے، وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں"۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، حاکم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس حدیث کو "صحیح" کہا ہے، اور حمزہ کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو "حسن" اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے اضطراب سند کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے، لیکن اس حدیث کے شواہد بھی ہیں، جن سے اس کو تقویت مل جاتی ہے۔ ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) اسی وجہ سے کہا کرتے تھے کہ اس حدیث کے کئی طرق ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی اصل موجود ہے۔

خاتمہ:

یہاں آخر میں ایک حکایت کو ذکر کرنا موضوع کے مناسب معلوم ہوتا ہے، جسے طائفہ شاذلیہ کے بانی ابوالحسن الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۱ھ-۶۵۶ھ) نے بیان کیا ہے[1]، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوالحسن الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد اقصیٰ میں ایک دربار قائم ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر جلوہ افروز ہیں اور تمام انبیاء زمین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، اسی دوران موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا:

"إنَّکَ قد قلتَ: عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ فأَرِنَا منهم واحدًا".

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا تھا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں، ان میں سے کوئی ایک مجھے دکھا دیجئے۔

اس سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سوال پوچھا، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس

[1] روح البيان: سورة البقرة: الآية: ۱/۲۴۸، دار إحياء التراث العربي- بيروت.

کے دس جوابات دیے، موسیٰ علیہ السلام نے اعتراضاً فرمایا: جواب، سوال کے موافق ہونا چاہیے، سوال ایک ہے اور آپ نے جوابات دس دیے ہیں، اس اعتراض کے جواب میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

”هذا الاعتراضُ واردٌ عليك أيضاً حين سُئِلْتَ ﴿وَمَاتِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يا مُوسَى﴾ (سورة طه، الآية:١٧) وكان الجوابُ عَصَايَ، فعدَدْتَ صِفَاتٍ كثيرة....“.

”یہ اعتراض تو آپ پر بھی وارد ہوتا ہے، جس وقت آپ سے پوچھا گیا کہ ﴿وَمَاتِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوسَى﴾ ترجمہ: ”اے موسیٰ! تمھارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے“۔ اس کا جواب تھا کہ میرے ہاتھ میں عصا ہے، (لیکن) آپ نے عصا کی بہت سی صفات اور خوبیاں شمار کروادیں......“۔

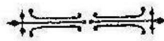
خواب کا فنی حکم:

واضح رہے کہ فنی حیثیت سے خواب اور مکاشفات کسی حدیث کے ثبوت کے لیے شرعی حجت نہیں بن سکتے، بلکہ محدثینِ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے جو اصول وقواعد بیان کیے ہیں، انھیں اصولوں پر احادیث کو پرکھا جائے گا، اور احادیث کے ردّ وقبول میں حفّاظِ حدیث کے اقوال کو مقتداء بنایا جائے گا، اس لیے زیرِ بحث روایت (عُلَمَاءُ أمتي كأنْبِيَاءِ بَنِي إسْرَائيل) کے ثبوت میں اس حکایت اور خواب کو ذکر کرنا فنی حیثیت سے ہرگز کافی نہیں ہے، چنانچہ شیخ عبد الفتّاح أبو غُدّہ رحمۃ اللہ علیہ ایک موقع پر محدثین کے نزدیک مکاشفات سے ثبوتِ حدیث کی نفی کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”ويزيدُ في لزوم التَمَسُّك بأقوال الحُفَّاظ المُحَدِّثين العارفين بهذا الشأن، فهم أصحابُ الحَقِّ والمَرْجَع المُتَّبَع في التَّصْحِيح والتَّضْعِيف،

بما سنُّوه مِنْ قَوَاعِدِهم لحِفْظِ سُنَّةِ رَسُولِ اللہ ﷺ، مِنْ أن يَدْخُلَ عليها ماليس منها". [1]

''حدیث کی معرفت رکھنے والے محدثین اور حفّاظ کے اقوال کو اختیار کرنا ایک لازمی امر ہے، یہی لوگ اہل حق ہیں، اور حدیث کی تصحیح اور تضعیف میں یہی لوگ قابلِ اقتداء اور مرجع ہیں؛ کیونکہ سنت رسول اللہ ﷺ کو غیر متعلقہ مواد سے محفوظ رکھنے کے لیے، ان محدثین ہی نے اصول وقواعد وضع کیے ہیں''۔



[1] المصنوع: ص: ۱۴۲، رقم: ۲۳۲، ت: الشيخ عبدالفتّاح أبو غُدّة، ایچ۔ایم۔سعید کمپنی۔ کراچی۔

روایت نمبر: (۱۴)

روایت: حضرات اہل بیت کا مسکین، یتیم اور قیدی پر ایثار اور تین دن بھوکا رہنا۔

حکم: من گھڑت

ہر خیر و شر ایک خاص پس منظر رکھتا ہے، جس سے ہمیں نیکی اور بدی کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے، انھیں برائیوں میں وضعِ حدیث اپنی نوعیت کی سنگین معصیت ہے، جو بعض خاص عوامل اور افراد کی کارفرمائی ہوتی ہے، محدثین کرام ان افراد کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتے ہیں، تاکہ ہر عام و خاص حدیث نقل کرنے میں حسّاس رہے، اور من گھڑت روایتوں کا سدّ باب ہو جائے؛ چنانچہ اسی مقصد کے حصول کے لئے، علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے "الآثار المرفوعة" [1] میں وضّاعین کی مختلف قسمیں ذکر کی ہیں، ان میں ایک قسم ان لوگوں کی بھی ہے جو حضرات اہل بیت وغیرہ کی محبت میں غلو کا شکار ہو کر حدیثیں گھڑتے ہیں؛ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"السابع قومٌ حَمَلَهم على الوَضْعِ حُبُّهم الذي أعْمَاهم وأصَمَّهم كما وَضَعُوا أحاديثَ في مناقبِ أهْلِ البَيْتِ ومَثَالِبِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِين ومُعَاوِيَةَ وَغيرِهم، ووَضَعُوا أحاديثَ في مَنَاقِبِ أبي حَنِيفَة".

"ساتویں قسم ان لوگوں کی ہے جن کو اندھا، بہرہ کرنے والی محبت نے روایات گھڑنے پر اُکسایا، جیسا کہ بعض لوگوں نے اہل بیت کے مناقب اور خلفائے راشدین اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کی مذمت میں حدیثیں گھڑیں، اور بعض لوگوں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل میں حدیثیں ایجاد کیں"۔

---

[1] الآثار المرفوعة: ص: ۱۷، دار الکتب العلمیة-بیروت.

حضرات اہل بیت کے مناقب معتبر نصوص سے ثابت ہیں، اور ہر مسلمان کے دل میں اہلِ بیت کی محبت اور عقیدت موجود ہے، ان فضائل کو ثابت کرنے کے لئے خودساختہ روایتوں کا سہارا لینا، نہ صرف عقلاً مذموم امر ہے، بلکہ اسلامی تعلیمات سے جہالت کا ثبوت دینا ہے؛ کیونکہ شریعتِ اسلامی باطل اور من گھڑت روایتوں کی مداخلت قطعاً برداشت نہیں کرتی۔ اسی فریضے کے پیشِ نظر ذیل میں مناقبِ اہل بیت پر مشتمل ایک ایسی روایت بیان کی جائے گی، جس کو متقدمین ومتاخرین علماء کرام نے من گھڑت کہا ہے؛ اس لئے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

عنوانِ روایت:

حضرات اہل بیت کا مسکین، یتیم اور قیدی پر اِیثار اور تین دن بھوکا رہنا۔

تحقیق کا خاکہ:

روایت کی تحقیق تین اَجزاء پر مشتمل ہے:

۱- روایت اور مصادرِ اصلیہ سے اس کی تخریج
۲- روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال اور ان کا خلاصہ
۳- روایت کا فنی حکم

مصادرِ اصلیہ سے تخریج:

امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے "الکشف والبیان" [1] میں آیت شریفہ ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْماً كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيراً﴾. [2]

ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی منتیں پوری کرتے ہیں، اور اُس دن کا خوف دل میں رکھتے ہیں جس کے بُرے اثرات ہر طرف پھیلے ہوئے ہوں گے"۔ کے تحت حضرات اہل بیت کا قصہ مذکورہ سند سے لکھا ہے:

---

[1] الكشف والبيان: سورة الدهر، ١٠/ ١٠١، ت: أبو محمد بن عاشور، دار إحياء التراث العربي- بيروت، الطبعة ١٤٢٢هـ.
[2] سورة الدهر: الآية ٧.

”وقال غيرهما: نَزَلَت في عَلِيِّ بن أبي طالب رضي الله عنه وفاطمة رضي الله عنها وجارية لهما، يقال لها فِضَّةٌ، وكانت القصّة فيه، وأخبرنا الشيخ أبو محمد الحسن بن أحمد بن محمد بن عَلِيِّ الشيباني العدل قراءةً عليه في صفر سنة سبع وثمانين وثلثمائة، قال: أخبرنا ابن الشرقي، قال: حدثنا محبوب بن حميد النصري، قال: حدثنا أبو محمد عبدالله بن محمد بن عبدالوهاب الخوار ابن عمِّ اللأحْنَف بن قيس سنة ثمان وخمسين ومائتين، وسأله عن هذا الحديث روح بن عبادة، قال: حدثنا القيم بن مهرام، عن ليث، عن مجاهد، عن ابن عباس رضي الله عنهما.

وأخبرنا عبدالله بن حامد، قال: أخبرنا أبو محمد أحمد بن عبدالله المزني، قال: حدثنا أبو الحسن محمد بن أحمد بن سهيل بن علي بن مهران الباهلي بالبصرة، قال: حدثنا أبو مسعود عبدالرحمن بن فهد بن هلال، قال: حدثنا غنيم بن يحيى، عن أبي علي القيري، عن محمد بن السائر، عن أبي صالح، عن ابن عباس رضي الله عنهما.

قال أبو الحسن بن مهران: وحدثني محمد بن زكريا البصري، قال: حدثني سعيد بن واقد المزني، قال: حدثنا القاسم بن بهرام، عن ليث، عن مجاهد عن ابن عباس رضي الله عنهما في قول الله (سبحانه وتعالىٰ) ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْماً كَانَ شَرُّه مُسْتَطِيرا﴾ [كذا كان السند في طبعة إحياء التراث وتجد اضطرابا شديدا في هذه والنسخ الأخرى] ...“.

قصہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ بیمار ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند رفقاء کے ساتھ عیادت کے لئے تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ”يا أبا الحسن! لو نَذَرْتَ عَلَى وَلَدَيْك نذراً، وكُلُّ نَذْرٍ لا يكون له وَفَاءٌ فليس بشَيئٍ“. ”اے ابو الحسن! اگر تم

اپنے بچوں کی صحت یابی کے لئے نذر مان لو(تو یہ بہتر ہوگا) اور ہر وہ نذر جو پوری نہ کی جائے تو وہ کچھ بھی نہیں''، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ منت مانی کہ اگر حضرات حسنین رضی اللہ عنہما شفایاب ہو گئے تو وہ بطور شکر تین روزے رکھیں گے، اور حالت یہ تھی کہ اہل بیت کے ہاں کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔

اس کے بعد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ شمعون یہودی سے تین صاع جو قرض لے کر آئے، ایک دوسری سند کے مطابق ایک یہودی پڑوسی سے کچھ اُون لے آئے، تاکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تین صاع جو کے عوض اسے کات لے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو پیس کر پانچ روٹیاں پکائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نمازِ مغرب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ادا کر کے تشریف لائے، اور ان کے سامنے کھانا رکھ دیا گیا، اسی دوران دروازے پر ایک مسکین نے صدا لگائی: ''السَّلامُ عَلَيْكم أهْلَ بيْتِ مُحَمَّدٍ! مسكينٌ مِنْ مساكين المسلمين، أطْعِمُوني أطْعَمَكم مِنْ موائِد الجنَّة''. السلام علیکم، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو! میں ایک مسلمان مسکین ہوں، مجھے کچھ کھلا دو، اللہ تمھیں جنت کے دستر خوان سے کھلائے۔ اس پر سب گھر والوں نے اپنا کھانا مسکین کو دے دیا، اور صرف پانی پی کر افطاری کی۔

اگلے روز بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو پیس کر روٹیاں پکائیں، ابھی کھانے کے لئے بیٹھے ہی تھے کہ ایک یتیم کی آواز سنائی دی: ''السَّلامُ عَلَيْكم أهْلَ بيْتِ مُحَمَّدٍ! يتيمٌ مِنْ أولاد المهاجرين، اسْتُشْهِدَ وَالِدي يومَ العَقَبَة، أطْعِمُوني أطْعَمَكم الله على موائد الجنّة''. السلام علیکم، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو! میں مہاجرین کی اولاد میں ایک یتیم بچہ ہوں، میرے

والد یومِ عقبہ میں شہید ہو چکے ہیں، مجھے کچھ کھلا دو، اللہ تمھیں جنت کے دستر خوان سے کھلائے۔ سب گھر والوں نے اپنا کھانا یتیم کو دے کر دوسرے دن بھی صرف پانی پی کر گذارہ کیا۔ تیسرے دن حسبِ سابق افطاری کے وقت ایک قیدی صدا بلند کرنے لگا: ”السَّلامُ عَلَيكم أهْلَ بيتِ مُحمّدٍ! تأسِرُونا [وتشُدُّوننَا] ولا تُطعِمُونَا، أطعِمُوني فإنّي أسِيرُ مُحمّدٍ ﷺ أطعَمَكم الله على موائد الجنّة“ [كذافي الأصل]. السلام علیکم، اے محمد ﷺ کے گھر والو! تم ہمیں قیدی بناتے ہو (اور باندھ کر رکھتے ہو) لیکن کھلاتے نہیں ہو، مجھے کچھ کھلا دو، میں محمد ﷺ کا قیدی ہوں، اللہ تمھیں جنت کے دستر خوان سے کھلائے، تیسرے دن بھی سب نے اپنا کھانا اس قیدی کو دے دیا۔

اب چونکہ تین دن روزوں کی نذر مکمل ہو چکی تھی، چوتھے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں لے گئے: ”وَهُمْ يَرْتَعِشُون كالفِرَاخِ مِنْ شِدَّةِ الجُوْعِ“. اور حالت یہ تھی کہ سب بھوک کی شدت سے پرندے کے بچوں کی طرح کانپ رہے تھے، جب آپ ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو آپ نے فرمایا: ”يا أبا الحسَن! ما أشد ما يسوؤني ما أرى بكم“ [كذا في الأصل]. ”اے ابو الحسن! تمھاری حالت مجھے سخت پریشان کر رہی ہے“۔ اس کے بعد آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پیٹ بھوک کی شدت سے کمر کو لگ رہا تھا، آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں، یہ حالت دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”واغَوثَاه بالله! أهل بيتِ محمّدٍ يَمُوتُون جُوعاً“. ”اے اللہ! مدد فرما، محمد (ﷺ) کے گھر والے بھوک سے مر رہے ہیں“۔ اس پر حضرت جبرائیل مذکورہ آیات لے کر اترے۔

روایت پر کلام:

۱-حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابو عبد اللہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ "نَوَادِرُ الأصول" [1] میں مذکورہ روایت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"ومِنَ الحديث الذي تُنْكِرُه القُلُوب ... هذا حديث مُزَوَّقٌ، وقد تَطَرَّقَ فيه صاحبه حتى شبه على المستضعفين، فالجاهل أبدا بهذا الحديث يَعَضُّ شَفَتَيْه تَلَهُّفاً أن لا يكونَ بهذه الصِّفَة، ولا يَعْلَمُ أنَّ صاحبَ هذا الفعل مَذْمُومٌ، وقد قال الله تعالى في تنزيله: ﴿ويَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ العَفْوَ﴾ ... (البقرة: ۲۱۹)".

"اور بعض احادیث جن کو قلوب اجنبی سمجھتے ہیں...... (ان حدیثوں میں) یہ ملمع کی گئی حدیث ہے، اور اس حدیث کو بیان کرنے والا اس میں بہت آگے بڑھ گیا ہے، حتی کہ کمزور لوگوں کو شبہ میں بھی ڈال دیا ہے، اس حدیث کو لانے والا جاہل شخص، افسوس سے اپنے ہونٹ چباتے ہوئے یہ کہتا ہے: "کیا اس طرح نہیں ہوسکتا"، حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ اس فعل کا کرنے والا قابلِ مذمت ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ویَسْئَلُونَکَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ العَفْوَ﴾ (البقرة: ۲۱۹) ترجمہ: اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں، تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجیے کہ تم زائد خرچ کرو......"۔

اس کے بعد حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے من گھڑت ہونے کے دلائل تفصیل سے ذکر کیے، ان دلائل میں سے چند عنقریب ذکر کیے جائیں گے۔

---

[1] نوادر الأصول: الأصل الرابع والأربعون: ۱/۱۹۳، ت: إسماعيل إبراهيم، مكتبة الإمام البخاري- مصر، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ.

ایک اہم وضاحت:

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت ہم نے مصر میں موجود ”مکتبۃ الإمام البخاري“ کے نسخے سے نقل کی ہے، البتہ بیروت کے مکتبہ ”دار صادر“ کے نسخے میں عبارت کے بعض الفاظ مختلف ہیں، مثلاً:

۱- ”تطرق“ (راہ پانا) کی جگہ ”تطرف“ (حد اعتدال سے بڑھنا) ہے۔

۲- ”المسضعفين“ (کمزور لوگ) کی جگہ ”المستمعين“ (سننے والے لوگ) ہے۔

۳- ”دار صادر“ کے نسخے میں عبارت میں مذکور ”أبدا بهذا الحديث“ کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اللآلي المصنوعة“ [1] میں، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الفوائد المجموعة“ [2] میں، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تذكرة الموضوعات“ [3] میں اور علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کوثر النبي صلی اللہ علیہ وسلم“ [4] میں، ان سب محدثین نے حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کرتے ہوئے، اس روایت کو موضوع کہا ہے۔

۲- علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ”كتاب الموضوعات“ [5] میں لکھتے ہیں: ”وهذا

---

[1] اللآلي المصنوعة: ۱/ ۳۳۹، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

[2] الفوائد المجموعة: ص: ۳۷۶، رقم: ۷۹، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة ۱۴۱٦ھ.

[3] تذكرة الموضوعات: ۲۲۸، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان پاکستان.

[4] كوثر النبي: ص: ۱۱۲، المخطوط، نسخه العلامة عبدالله الولهاري (۱۲۸۳ھ).

[5] كتاب الموضوعات: ۱/ ۳۹۲، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، ۱۳۸٦ھ.

حديثٌ لا يشك في وضعه... ". اس حدیث کے من گھڑت ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے......"۔

۳- حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "مِنهَاج السُنّة النبوِيّة" [۱] میں لکھتے ہیں:

"إنّ هذا الحديثَ مِنَ الكِذْبِ المَوْضُوعِ باتّفاقِ أهلِ المَعْرِفَة بالحديث، الذين هم أئِمّةُ هذا الشأن وحُكّامُه... ".

معرفتِ حدیث رکھنے والے ایسے علماء جو اس دین کے مقتداء اور فیصل ہیں، ان کے نزدیک یہ حدیث بالاتفاق جھوٹ اور من گھڑت ہے......"۔

۴- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "المُنتقی مِنْ مِنهَاجِ الاعْتِدَال" [۲] میں، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "منهاج السُنّة النبوِيّة" کا اختصار کیا ہے، زیرِ بحث روایت کے موضوع ہونے پر حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "منهاج السُنّة النبوِيّة" میں بہت سے دلائل ذکر کیے ہیں، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دلائل کو "المُنتقی مِنْ مِنهَاجِ الاعْتِدَال" میں اختصاراً ذکر کیا ہے، ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ حفاظ حدیث، روایتوں پر کیسی گہری نگاہ رکھتے تھے، ملاحظہ ہو:

۱- "... والجواب المُطَالَبَةُ بِصِحَةِ هذا، فإنّه مِنْ وضع الطرقية لا يَرْتَابُ حافظٌ في وضْعِه، ولا أراك تَنْقُلُ مِنْ مُسْنَدٍ مُعْتَبَرٍ ولا مِنْ كتاب مُحَدِّثٍ... ".

"......اس حدیث کا جواب، اوّل تو اس کی صحت کا مطالبہ ہے؛ کیونکہ اسے جھوٹ گھڑنے والے شخص نے وضع کیا ہے، کسی بھی حافظِ حدیث کو اس کے

---

[۱] منهاج السنة النبوة: ۷/ ۱۷۵، ت: الدكتور محمد رشاد سالم، مؤسسة قرطبة-مصر، الطبعة الأولى ۱۴۰۶ھ.

[۲] المنتقى مِنْ منهاج الاعتدال: ۴۶۷، ت: محب الدين الخطيب، الرئاسة العامة-الرياض، الطبعة الثالثة ۱۴۱۳ھ.

من گھڑت ہونے میں تردد نہیں ہے، اور میرا خیال نہیں کہ آپ یہ حدیث کسی معتبر سند اور کسی محدث کی کتاب سے نقل کر سکیں......"۔

۲۔ "... ومِنَ المعلوم أنَّ عَلِيًا رضي الله عنه تزَوَّجَ بفَاطِمَة رضي الله عنها بالمدينة و ﴿هَلْ أتى عَلَى الإنْسَانِ﴾ مَكِّيَة باتّفاق المُفسِّرين، فَلاَحَ كِذْب الحديث".

"......اور یہ بات (سب کو) معلوم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح مدینہ منورہ میں ہوا ہے، اور اس قصہ میں نازل ہونے والی آیت ﴿هَلْ أتى عَلَى الإنْسَانِ﴾ کے بارے میں مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ مکی ہے؛ لہٰذا اس حدیث کا جھوٹ ہونا کھل کر سامنے آ گیا"۔

۳۔ "... ثم قد ثَبَتَ في الصَّحِيحَين أنّ النَّبِيَّ ﷺ نهى عن النَّذْرِ وقال: إنَّه لا ياتي بِخَيْرٍ، وإنَّما يُسْتَخْرَجُ به مِنَ البَخِيل، فاللّٰه مَدَحَ الوفاء بالنَّذْر، لا على نَفْسِ عَقْدِه..."۔

"......پھر صحیحین میں یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے نذر سے منع فرمایا ہے، اور فرمایا ہے کہ "نذر خیر نہیں لاتی، اور بات صرف یہ ہے کہ نذر کے ذریعے بخیل سے نکلوایا جاتا ہے"، نیز اللہ نے نذر کو پورا کرنے کی تو تعریف کی ہے، (البتہ) نذر ماننے کی تعریف نہیں کی......"۔

کلام کی وضاحت:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرمانا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نذر ماننے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "صحیح"[1] میں یہ روایت تخریج کی ہے:

عن ابن عمر رضي الله عنه، عن النبي ﷺ أنّه نَهَى عَنِ النَّذْر، وقال: إنَّه لا يأتي

[1] الجامع الصحيح لمسلم: كتاب النذر، باب النهي عن النذر، ۱۲۶۱/۳، رقم: ۱۶۳۹ ت: محمد فؤاد عبدالباقي، دار الكتب العلمية-بيروت.

بِخَيْرٍ، وإنّما يُسْتَخْرَجُ به مِنَ البَخِيل".

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے نذر سے منع فرمایا ہے اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "نذر خیر نہیں لاتی، اور بات صرف یہ ہے کہ نذر کے ذریعے بخیل سے نکلوایا جاتا ہے"۔

یہی روایت الفاظ کے تھوڑے اختلاف کے ساتھ "الصحیح للبخاري"[1] میں بھی ہے۔

اب ہم صحیحین کی اس روایت کے مقابلے میں زیرِ بحث روایت کا جائزہ لیں، تو معلوم ہوگا کہ اس روایت میں آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نذر ماننے کی ترغیب دے رہے ہیں، چنانچہ اس روایت کو قبول کرنا، گویا کہ (معاذ اللہ) آپ ﷺ کے قول وفعل میں تضاد کا قائل ہونا ہے، یہ کھلی دلیل ہے کہ یہ روایت خودساختہ ہے۔

۴۔ "... ثم لم تَكُنْ لفَاطِمَة جَارِيَةٌ اسمها فِضّة ... وقد ثبت في الصَّحِيحَين عن عَلِيٍّ رضي الله عنه أنّ فاطمةَ رضي الله عنها سألتُ النَّبِيَّ ﷺ خادِماً، فعَلَّمها أنْ تُسَبِّحَ عند المَنَام وتُكَبِّرَ وتُحَمِّدَ مائةً، وقال: هذا خيرٌ لكم مِنْ خادِمٍ".

"......(اس قصہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضہ نامی باندی کا ذکر ہے) حالانکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی "فضۃ" نامی کوئی باندی نہیں تھی ...... بلکہ صحیحین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس خادم مانگنے گئیں، تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خادم کے بدلے یہ سکھادیا کہ وہ سوتے وقت سو مرتبہ تسبیح، تحمید، تکبیر پڑھ لیا کرے، اور آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے"۔

---

[1] الجامع الصحيح للبخاري: باب إلقاء النذرِ العبدَ إلى القدر، ۸/ ۱۲۴، ت: محمد زهير بن ناصر الناصر، دار طوق النجاة-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ.

۵۔ ”... ثم ترکُ الأطفالِ ثلاثۃَ أیّامٍ بلا غذاء خلاف الشرع وتعرُّض للتلَفِ، والنبيُّ ﷺ قال: ابْدَأْ بنفسِک ثُمّ بِمَنْ تعُولُ ...“.

”......(اس قصے میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو تین دن مسلسل بھوکے رکھنے کا ذکر ہے، حالانکہ) تین دن تک بچوں کو بغیر غذا کے چھوڑے رکھنا، شریعت کے خلاف ہے، اور ایسا کرنا بچوں کو ہلاکت کے لئے پیش کرنا ہے، اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تو (صدقہ کرنے میں) اپنی ذات سے ابتداء کر، پھر اپنے اہل وعیال پر خرچ کر......“۔

کلام کی وضاحت:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ تین دن بچوں کو بھوکا پیاسا رکھنا، انھیں اپنے ہاتھوں موت کے سپرد کرنے کے مترادف ہے، ظاہر ہے شریعت نے اس کی اجازت کسی کو نہیں دی کہ نفلی صدقات کے لئے بچوں کی جان خطرے میں ڈال دی جائے، حالانکہ صدقات کے بارے میں آپ ﷺ کی تعلیمات یہ ہے: ”ابْدَأْ بنفسِک ثُمّ بِمَنْ تعُولُ ...“. تو (صدقہ کرنے میں) اپنی ذات سے ابتداء کر، پھر اپنے اہل وعیال پر خرچ کر......“۔ حاصل یہ ہے کہ اس قصہ میں یہ خلاف شرع امور، اس کے من گھڑت ہونے پر خود دلیل ہیں۔

واضح رہے کہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ حدیث: ”ابْدَأْ بنفسِک ثُمّ بِمَنْ تعُولُ ...“. تو (صدقہ کرنے میں) اپنی ذات سے ابتداء کر، پھر اپنے اہل وعیال پر خرچ کر......“۔ یہ روایت کتبِ حدیث میں ان الفاظ سے موجود نہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ”التلخیص الحَبیر“ [1] میں لکھتے ہیں:

”حدیث: ”ابْدَأْ بنفسِک ثُمّ بِمَنْ تعُولُ“. لم أره هكذا، بل في الصحيحين من حديث أبي هريرة رضي الله عنه:

---

[1] التلخيص الحَبير: باب زكوة الفطر، ۲/۳۵۴، رقم: ۸۷۲، ت: أبو عاصم حسن بن عباس، مؤسسة قرطبة۔ مصر، الطبعة الأولى ۱۴۱۶ھ۔

"أفضل الصدقة ما كان عن ظَهْرِ غِنى،واليد العليا خير من اليد السفلى،وابدأبمن تعول".

ولمسلم عن جابر رضی اللہ عنہ في قصة المُدَبَّر في بعض الطرق:"ابدأ بنفسک فتَصَدَّقْ عليها،فإنْ فضَلَ شَيئٌ فلأهْلِکَ".

حدیث: "ابْدَأ بنَفْسِک ثُمَّ بِمَنْ تَعُولُ". یہ حدیث میں نے ان لفظوں کے ساتھ نہیں دیکھی، البتہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے: "افضل صدقہ وہ ہے جو تونگری سے زائد مال میں ہو، اور اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اور ابتداء اپنے اہل وعیال سے کرو"۔ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت، جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اس میں قصۂ مدبر (غلام) کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں: "اپنی ذات سے ابتدا کرو، پہلے اس پر خرچ کرو، اس سے کچھ بچ جائے تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو"۔

۶۔ "... ثمَّ إنَّه لم يكن في المدينة أسِيرٌ قَطُّ يَسْأَلُ النَّاسَ، بل كان المُسْلِمُون يَقُومُون بالأسِير الذي يَسْتَأسِرُونَه...".

"...... پھر مدینہ میں کبھی بھی کوئی ایسا قیدی نہیں تھا، جو لوگوں سے مانگتا پھرے، بلکہ مسلمان اپنے قیدیوں کی ضروریات کا انتظام خود فرماتے تھے......"۔

۷۔ "ثم قولُ اليَتيم، اسْتُشْهِدَ أبي يوم العَقَبَة. هذا مِنَ الكِذْبِ الظَّاهِرِ المَهْتُوک، فَلَيلَةُ العَقَبَةِ كانت مَبَايَعَة مَحْضَة ليست غَزْوَة، فقبّح اللّٰه مَنْ وَضَعَه.

پھر (اس واقعے میں) یتیم کا یہ کہنا کہ میرے والد عقبہ میں شہید ہوئے ہیں، یہ بالکل کھلم کھلا جھوٹ ہے؛ کیونکہ لیلۃ عقبہ میں تو صرف بیعت ہوئی

تھی، غزوہ نہیں ہوا تھا، اللہ اس حدیث کے گھڑنے والے کا برا کرے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کا خلاصہ:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان دلائل کا حاصل یہ ہے کہ یہ روایت تاریخی، اور شرعی مسلمات کے بالکل خلاف ہے، اور حفاظ حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے۔

۴۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ''رُوحُ المَعَاني'' [1] میں حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وأقول أمر مَكِّيتها ومَدَنِيَّتها مُخْتَلَفٌ فيه جِداً، كما سَمِعتَ فلا جَزْمَ فيه بشيء وابن الجوزي نَقَلَ الخبر في تَبْصِرَتِه ولم يَتَعَقَّبْه على أنّه مِمَّنْ يَتَسَاهَلُ في أمْرِ الوَضْعِ حتى قالوا: إنّه لا يعول عليه في هذا الباب فاحتِمَال أصْلِ التُّزُولِ في الأمير كَرَّمَ اللّٰه تعالىٰ وَجْهَه وفاطمة رضي اللّٰه عنها قائمٌ، ولا جَزْمَ بنفي ولا إثباتَ لِتَعَارُضِ الأخبار، ولا يَكَادُ يَسْلَمُ المُرَجحُ عن قيل وقال، نَعَم لَعَلّه يَتَرَجَّحُ عدم وقوع لكَيْفِيَّةِ التي تَضَمَّنَتْها الرِوَاية الأولىٰ، ثم إنّه على القول بنُزُولِها فيهما لا يَتَخَصَّصُ حُكْمُها بهما، بل يَشْمُلُ كُلَّ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ ذلک كما ذَكَرَه الطبرسي من الشيعة في مجمع البيان راوياً له عن عبداللّٰه بن ميمون عن أبي عبداللّٰه رضي اللّٰه عنه، وعلى القول بِعَدَمِ النزول فيهما لا يَتطَامَنُ مَقَامهما ولا ينقُصُ قدرهما إذ دُخُولُهما في الأبرار أمْرٌ جَلِيٌّ، بل هو دُخُولٌ أوّلِيٌّ فهُمَا هُمَا...''۔

''میں (علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ اس آیت کے مکی یا مدنی ہونے میں

---

[1] روح المعاني: ۱۵۸/۲۹، إحياء التراث العربي-بيروت.

بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے، جیسا کہ آپ سن چکے ہیں، چنانچہ (اس کے مکی یا مدنی ہونے میں) یقینی بات نہیں کی جاسکتی اور ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تبصرے میں یہ روایت نقل کی ہے (یعنی اسے موضوعات میں لکھا ہے) اور وضع کا تعاقب نہیں کیا؛ کیونکہ علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ حدیث پر وضع کا حکم لگانے میں متساہل ہیں، حتیٰ کہ علماء فرماتے ہیں کہ (وضع) کے باب میں علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مراجعت (رائے معلوم کرنا) نہیں کی جائے گی۔

اس آیت شریفہ میں یہ احتمال موجود ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے، البتہ یقین سے نہ ہی نفی کر سکتے ہیں اور نہ ہی اسے ثابت قرار دے سکتے ہیں؛ کیونکہ روایتوں کے مابین اختلاف ہے، اور کسی بھی ترجیح والے قول کا اعتراض سے خالی رہنا مشکل ہے، البتہ پہلی روایت میں مذکورہ کیفیت سے، اس آیت کے اہل بیت کے بارے میں نازل نہ ہونے کا احتمال راجح ہو جاتا ہے، پھر اگر ہم اس کے قائل بھی ہو جائیں کہ یہ اہل بیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے، پھر بھی اس آیت میں موجود حکم، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص نہیں رہتا، بلکہ یہ حکم ہر اس شخص سے تعلق رکھتا ہے، جو ایسے اعمال بجا لائے، جیسا کہ ''مجمع البیان'' میں طبرسی شیعہ [فرقہ امامیہ کے بڑوں میں شمار ہوتے ہیں، توفی ۵۴۸ھ] نے عبداللہ بن میمون عن ابی عبداللہ رضی اللہ عنہما کی سند سے ایک روایت میں اس کو ذکر کیا ہے، اور اگر یہ قول اختیار کریں کہ یہ آیت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی تو اس سے ان کی قدر و منزلت میں کمی نہیں آتی؛ کیونکہ ان دونوں کا نیک لوگوں میں داخل ہونا ایک واضح بات ہے، بلکہ وہ دونوں

(حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) تو بالطریق اولیٰ ابرار (نیک لوگوں) میں داخل ہوں گے؛ کیونکہ وہ (دونوں) تو وہی ہیں "۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت:

واضح رہے کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ یہ چند اُمور ہیں:

۱- علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت شریفہ کے مکی یا مدنی ہونے میں شدید اختلاف ہے، یقینی طور پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول حافظ ابن تَیمِیہ رحمۃ اللہ علیہ کے سابقہ اقتباس کے معارض (خلاف) ہے؛ کیونکہ ابن تَیمِیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعے میں نازل ہونے والی آیت ﴿هَلْ أَتٰى عَلَى الإِنْسَانِ﴾ اس کے بارے میں مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ مکی ہے، اور زیرِ بحث واقعہ مدنی ہے (چنانچہ ثابت ہوا کہ یہ قصہ موضوع ہے)۔

۲- علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع قرار دیا ہے، علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ حدیث پر وضع کا حکم لگانے میں متساہل ہیں، حتی کہ علماء فرماتے ہیں کہ (وضع) کے باب میں علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مراجعت (رائے معلوم کرنا) نہیں کی جائے گی۔

آپ جان چکے ہیں کہ اس حدیث پر وضع کا حکم لگانے میں علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ متفرد نہیں ہیں، بلکہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سے قبل حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بہت سے علماء نے اسے موضوع کہا ہے؛ چنانچہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن تَیمِیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے اس روایت کو من گھڑت کہا ہے، بلکہ حافظ ابن تَیمِیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے: "إِنَّ هذا الحديثَ مِنَ الكِذْبِ المَوْضُوعِ باتّفَاقِ أهلِ المَعْرِفَة بالحديث، الذين هم أئِمَّةُ هذا الشأن وحُكَّامُه. . . ."

معرفتِ حدیث رکھنے والے ایسے علماء جو اس دین کے مقتداء اور فیصل ہیں، ان کے نزدیک یہ حدیث بالاتفاق جھوٹ اور من گھڑت ہے......"۔

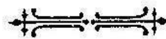
۳-علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعے میں کافی اضطراب ہے، اوّل تو اس کے مکی یا مدنی ہونے میں، دوم یہ کہ اس واقعے کا مصداق اہلِ بیت ہیں یا کوئی اور صحابی، اور اس خاص تناظر میں کہ ائمہ حدیث اسے من گھڑت بھی قرار دے رہے ہیں، یہ اضطراب، روایت کے ساقط الاعتبار ہونے کو اور بھی مؤکد کردیتا ہے واللہ اعلم۔

ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ:

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبد العزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے اس روایت کو من گھڑت قرار دیا ہے، البتہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعے کے ثبوت میں امکانی احتمالات ذکر کیے ہیں، لیکن یہ احتمالات اس واقعے کو ثابت قرار دینے سے قاصر ہیں (ماقبل میں تفصیل آچکی ہے)، یہی وجہ ہے کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعے کے ثبوت میں جزم (یقین) کا انداز اختیار نہیں فرمایا۔

روایت کا فنی حکم:

محدثینِ کرام کے اقوال سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوچکی ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے، اس لئے اس کو بیان کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: ⑮

روایت: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”المَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِي...“. اللہ کی معرفت میرا سرمایہ ہے.....

حکم: بے اصل و من گھڑت

علوم شرعیہ میں تصنیف وتالیف کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، لیکن اسلامی تعلیمات کی تذکیر وتشہیر دیگر فنون وعلوم سے یکسر مختلف ہے؛ کیونکہ شریعت کے تمام مضامین، اپنی خاص بنیادی اساس پر قائم ہوتے ہیں، جن کی روشنی میں ہر تصنیف وتالیف کی صحت وسُقم کا فیصلہ ہوتا ہے، خصوصاً احادیث کو نقل کرنے کے سلسلے میں محدثینِ کرام کی وضع کردہ شرائط پر پورا اترنا انتہائی اہم ہے، ورنہ صاحبِ تصنیف بعض اوقات غیر مستند روایات کی تشہیر کرنے لگتا ہے، ہمارے پاک وہند کی تصنیفات میں اس اہم فریضے کی طرف مزید توجہ کی ضرورت ہے، چنانچہ ہم یہاں خاتم المحدثین مولانا عبدالعزیز فرہاروی رحمہ اللہ کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے عرف میں غیر مستند روایات کے پھیلنے کی کیا وجوہات ہیں، تاکہ ان اسباب سے اہتمام سے بچا جاسکے، ملاحظہ ہو:

”والسَبَبُ أنّه قَلَّ اشْتِغَالُهم بِصَناعَةِ الحَدِيث، وأنّهم اعْتَمَدُوا على المشهورفي الألْسِنَة مِنْ تَحْسِيْنِ الظَّنّ بالمُسْلِم، وأنَّهم انْخَدَعُوا بالكُتُب الغَيرِ المُنقَّحَةِ الحَاوِيَةِ لِلرطْبِ واليَابِسِ، وأنّه لم يَبْلُغْهُم وَعِيْدُ التَهَاوُنِ في روايةِ الحَدِيثِ، وأيضاً منهم مَنْ يَعْتَمِدُ على كُلّ ما أسْنِدَ مِنْ غَيرِ قَدْحٍ وتَعْدِيلٍ في الرُّوَاة“. [1]

[1] كوثر النبي: ص: ۱۰۸، المخطوط، نسخه العلامة عبدالله الوَلْهَارِي (۱۲۸۳ھ).

''(ان کتب میں رطب ویابس احادیث کی) وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں کے مصنّفین فن حدیث سے مشغولیت کم رکھتے تھے، اور مسلمان سے حسن ظن رکھتے ہوئے، زبان زد عام روایتوں پر بھروسہ کر لیتے [حالانکہ ایسا اعتماد صرف ماہرِ فن پر ہی کیا جا سکتا ہے، نہ کہ حدیث میں کم اشتغال رکھنے والوں پر] اور یہ مصنفین رطب ویابس پر مشتمل، غیر منقح کتابوں سے دھوکے میں پڑ گئے، اور (ان کے بارے میں یہی حسنِ ظن ہے کہ) ان مصنفین کو حدیث نقل کرنے میں تہاون (حقیر سمجھنا) کی وعید نہیں پہنچی ہوگی، اور ان میں بعض مصنفین ایسے بھی ہیں کہ سند کے راویوں کی جرح وقدح دیکھے بغیر، ہر سند والی روایت پر اعتماد کر لیتے ہیں''۔

بہر حال ہمارے معاشرے میں اَربابِ تصنیف کے ساتھ ساتھ، ہر فردِ امت کو حدیث کے معاملے میں انتہائی حسّاس رہنے کی ضرورت ہے، تاکہ من گھڑت اور ساقط الاعتبار احادیث کی روک تھام ہو سکے۔

اسی اہمیت کے پیش نظر ذیل میں ایک ایسی حدیث پیش کی جائے گی، جو محدثینِ کرام کے نزدیک بے اصل اور من گھڑت ہے؛ اس لئے اس کے بیان کرنے سے احتراز ضروری ہے۔

روایت کا عنوان:

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''اللہ کی معرفت میرا سرمایہ ہے......''۔

تحقیق اجمالی کا خاکہ:

روایت کی تحقیق تین بنیادی اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- روایت اور اس کے مصادر

۲- روایت کے بارے میں ائمہ کے اقوال اور اس کا خلاصہ

۳- تتمّہ اور روایت کا فنی حکم

روایت اور اس کے مصادر اصلیہ :

حجۃ الاسلام امام ابو حامد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ ''إحياء علوم الدين'' [1] میں لکھتے ہیں:

''وعن علي بن أبي طالب كرّم الله وجهه قال: سألت رسول الله ﷺ عن سُنّتِه فقال:

''المَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِي، والعَقْلُ أَصْلُ دِينِي، والحُبُّ أساسِي، والشَّوقُ مَرْكَبِي، وذِكْرُ الله أنيسِي، والثِّقَةُ كَنْزِي، والحُزْنُ رَفِيقِي، والعِلْمُ سِلَاحِي، والصَّبْرُ رِدَائِي، والرِّضا غَنِيمَتِي، والعَجْزُ فَخْرِي، والزُّهْدُ حِرْفَتِي، واليَقِينُ قُوَّتِي، والصِّدْقُ شَفِيعِي، والطَّاعَةُ حَسْبِي، والجِهَادُ خُلُقِي، وقُرَّةُ عَيْنِي في الصَّلاةِ''.

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کی سنتوں کے متعلق دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی معرفت میری پونجی ہے، اور میرے دین کی بنیاد اور اصل، عقل ہے، اور میری اساس محبت ہے، اور میری سواری شوق ہے، اور اللہ کی یاد میری اُنسیت کی چیز ہے، اور اللہ پر بھروسہ میرا خزانہ ہے، اور غم میرا ساتھی ہے، اور علم میرا ہتھیار ہے، اور صبر میری چادر ہے، اور اللہ کی خوشنودی میری غنیمت ہے، اور میرا فخر عجز وانکساری ہے، اور میرا پیشہ دنیا سے بے رغبتی ہے، اور میری قوت یقین ہے، اور سچائی میری شفاعت کرنے والی ہے، اور اللہ کی اطاعت مجھے کافی ہے، اور جہاد میرے اخلاق ہیں، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے''۔

علامہ قاضی ابو الفضل عیاض الیَحْصُبِی رحمۃ اللہ علیہ (۵۴۴ھ) نے ''الشِفاء بتعريف

---

[1] إتحاف السادة المتقين (إحياء علوم الدين مع شرحه): كتاب المحبة والشوق والأنس والرضا: ۵۸۶/۱۲، دار الكتب العلمية-بيروت.

حُقُوقِ المُصطَفٰی"[1] میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ مرفوع روایت بلا سند نقل کی اس میں یہ اضافہ بھی ہے:

"وفي حديث آخر: وثَمْرَةُ فُؤَادِي في ذِكرِه، وغَمّي لأجلِ أمّتي، وشَوقِي إلى رَبِّي عَزّ وجَلّ".

ترجمہ: "اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "اور میرے دل کا پھل اللہ کی یاد میں ہے، اور میرا غم امت کے لئے ہے، اور میرا شوق اللہ عز وجل کی جانب ہے"۔

روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کا کلام:

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے زیرِ بحث روایت پر تبصرہ کیا ہے، ذیل میں ان محدثینِ کرام کے اقوال اور آخر میں ان کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

۱- حافظ مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۰۵ھ) "إتحاف السَّادة المُتّقين"[2] میں رقمطراز ہیں:

"قال العِرَاقِي: ذكَرَه القاضي عياض مِنْ حديث عَلِيٍّ، ولم أجِدْ له إسناداً اھ. قلتُ: وسُئِلَ عنه الحافظ ابن حَجَرٍ في فَتَاوِيه فقال: لا أصلَ له".

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حضرت

---

[1] الشفاء بتعريف حقوق المصطفى: القسم الأول، الباب الثاني، فصل: وأما خوفه ربّه...: ۱/۱۰۶، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] إتحاف السادة المتقين (إحياء علوم الدين مع شرحه): كتاب المَحَبّة والشوق والأنس والرضا: ۱۲/۵۸۶، دار الكتب العلمية- بيروت.

علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اور مجھے اس کی سند نہیں ملی، میں (حافظ مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر الہیتمی رحمۃ اللہ علیہ (۹۷۴ھ) سے ان کے مجموعہ فتاوی میں اس روایت کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ اس کی ''اصل'' نہیں ہے۔

۲- علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۱ھ) نے ''طَبَقات الشّافِعيّة الکُبرٰی'' [1] میں ''الإحیاء'' میں مذکور ایسی روایتوں کے لئے ایک فصل قائم کی ہے، جن کے بارے میں علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''لم أجِدْ لها إسناداً'' (یعنی مجھے اس کی اصل نہیں ملی) کہا ہے، چنانچہ ''إحیاء'' کی زیر بحث روایت کو اسی فصل کے تحت ذکر کیا ہے۔

۳- علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ (۹۸۶ھ) نے ''تذکرة الموضوعات'' [2] میں لکھا ہے:

''في المختصر: ''المَعْرِفَة رَأسُ مَالي... ذكَرَه القاضي عياض ولم يوجَد''.

مختصر (امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب) میں ہے: ''المَعْرِفَةُ رَأسُ مَالي...''۔ اسے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے، اور یہ روایت نہیں ملی (یعنی اس کی سند نہیں ملی)۔

---

[1] طبقات الشافعية الكبرى: الطبقة الخامسة، تحت ترجمة محمد بن محمد أبو حامد الغزالي، [illegible] الصحة والشروق...: ۳/۵۲۹، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى، ۱۴۲۰ھ.

[2] تذكرة الموضوعات: باب فضل الرسول وخصاله ...، ص: ۸۷، كتب خانه [illegible]

۴-علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام محمد بن علی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۰ھ) "الفوائد المجموعة" [۱] میں رقمطراز ہیں:

"ذَكَرَه القاضي عياض، وآثارُ الوَضْعِ عليه لائِحَةٌ".

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ذکر کیا ہے، اور وضع کے آثار اس پر ظاہر ہیں۔

۵-علامہ خفاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی المصری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۶۹ھ) "نسیم الرِّیاض في شرح الشفاء" [۲] میں لکھتے ہیں:

"وهذا الحديث ذَكَرَه في الإحياء، وقال الحافظ العراقي: إنّه لا أصل له، وقال السُّيوطي رَحِمَه الله تعالى: إنّه موضوعٌ وآثارُ الوَضْعِ لائِحَةٌ عليه، وهو يُشْبِهُ كلامَ الصُّوفِيَة".

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث "احیاء" میں ذکر کی ہے اور اس کے بارے میں علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ موضوع ہے، اور اس حدیث میں وضع کے آثار ظاہر ہیں، اور یہ حدیث صوفیہ کے کلام کے مشابہ ہے۔

۶-ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۱۴ھ) "شَرحُ الشِّفَاء" [۳] میں لکھتے ہیں:

"فهذه كَلِمَاتٌ جامِعَةٌ معانيها مُطَابَقَة لِمَا في الكتاب والسُّنَّة، والمُصَنِّف ثَبتٌ ثِقَةٌ حُجَةٌ، فحُسْنُ الظَّنِّ به أنّه ما رواها إلاّ عن بيِّنَةٍ،

---

[۱] الفوائد المجموعة: باب فضائل النبي صلى الله عليه وسلم، ص: ۳۲۶، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ.

[۲] نسيم الرياض: فصل، وأما خوفه ربه، ۱۴۴/۲، المكتبة السلفية-المدينة المنورة.

[۳] شرح الشفاء: القسم الأول، الباب الثاني، فصل: وأما ما خوفه ربه: ۳۲۵/۱، ت: عبد الله محمد الخليلي، دار الكتب العلمية-بيروت.

وإن لم تكنْ عندنا بيّنة، وأمّا قول الدلجي: قال الأئمّة: موضوعٌ.
يحتملُ أن يكون باعتبار بعض أفراده بناءً على اختلاف إسناده كما بيّنّاه، والله أعلم".

اس حدیث کے کلمات اپنے معنی میں جامع ہیں، اور یہ کلمات قرآن وحدیث کے مطابق ہیں، اور مصنف (قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ) ثبت، ثقہ اور حجت ہیں، اُن سے حسن ظن کا تقاضا یہی ہے کہ انہوں نے اسی دلیل (سند) ہی سے یہ حدیث نقل کی ہوگی، اگرچہ ہمارے پاس اس کی کوئی دلیل (سند) نہیں ہے، اور دلجی رحمۃ اللہ علیہ [یعنی محمد بن محمد الدلجی المصری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۴۷ھ، موصوف نے "الإصطفاء" کے نام سے "شِفاء" کی شرح لکھی ہے] کا یہ کہنا ہے کہ ائمہ نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے، اس قول میں یہ احتمال ہے کہ یہ حدیث اختلافِ اسناد کی بناء پر، اپنے بعض افراد کے اعتبار سے موضوع ہو، جیسا کہ ہم نے اس کو بیان کر دیا ہے، واللہ اعلم۔

ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ:

واضح رہے کہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر ہَیْتَمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مرتضی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے اس روایت کو بے اصل قرار دیا ہے، اور علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ (شارح شفاء)، علامہ دلجی رحمۃ اللہ علیہ (شارح شفاء)، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ (ایک قول کے مطابق) اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ان علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے واضح لفظوں میں اس روایت کو موضوع کہا ہے، ان نامور محدثین کی مذکورہ تصریحات کے بعد اب ہم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا سابقہ قول دوبارہ ذکر کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

"قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ثبت، ثقہ اور حجت ہیں، اُن سے حسن ظن کا تقاضا یہی ہے

کہ انہوں نے کسی دلیل (سند) سے یہ حدیث نقل کی ہوگی، اگر چہ ہمارے پاس اس کی کوئی دلیل (سند) نہیں ہے"۔

گویا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی ارشاد فرمارہے ہیں کہ اس روایت کی کوئی سند ثابت نہیں ہے، آپ دیکھ چکے ہیں کہ گذشتہ ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ روایت بے اصل، بلکہ من گھڑت ہے، اس خاص تناظر میں جب کہ اس روایت کی سند ثابت نہیں ہے، اور محدثینِ عظام اس کے ساقط الاعتبار اور بے اصل ہونے کی تصریح کرتے رہیں ہیں، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا "شفاء" میں اس حدیث کو بلا جرح نقل کرنا، ثبوتِ حدیث کے لئے کافی نہیں ہے، بلکہ اس بارے میں یہ توجیہ قرین قیاس ہے کہ کسی دوسرے شخص نے اس روایت کو ذکر کیا ہو، اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص پر اعتماد کرلیا ہو، یا اس کے علاوہ کوئی بھی وجہ ہوسکتی ہے۔

بہر حال محدثین کرام کے نزیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کسی خبر کا انتساب اسی وقت ہوسکتا ہے، جب وہ کسی معتبر سند سے ثابت ہوجائے، اس لئے سابقہ نصوص سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ زیرِ بحث روایت بے اصل اور من گھڑت ہے؛ اس لئے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔

تتمہ:

اس عنوان کے تحت زیرِ بحث روایت پر مشتمل "معجم ابن عساکر" اور "کَشفُ الخَفَاء" کی دو روایتیں اور ان کا فنی حکم لکھا جائے گا۔

"مُعجَم ابنِ عساکر" کی روایت:

واضح رہے، پہلے لکھا جاچکا ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے "حدیث آخر" کے تحت اس زیرِ بحث حدیث میں کچھ اضافہ ذکر کیا ہے، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "معجم ابن عساکر" میں ان اضافی کلمات کی تخریج اور روایت پر کلام کیا ہے۔

چنانچہ "معجم ابن عساکر" [1] میں ہے:

"حدثني إبراهيم بن محمد بن إبراهيم أبو العلاء التاياباذني -قرية من قُرَى بوشَنج وكان فقِيهَ الكَرَامِيَة ومقدهم- مِنْ لفظه ببوزجان -قصبة جام مِنْ نَوَاحي نَيْسَابور- قال: ثنا الأستاذ الإمام أبو القاسم إسماعيل بن محمد بن محمد، عن أبيه، عن جدِّه قال: ثنا أبي الإمام أبو حامد أحمد بن إسحاق بن جمع، ثنا أبو إسحاق إبراهيم بن جعفر الشورميني، ثنا محمود بن محمد الزاوهي، ثنا مأمون بن أحمد السلمي، ثنا مُقَاتِل بن سليمان، ثنا جعفر بن هارون الواسطي، عن سمعان بن المهدي، عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "رَاحَةُ نَفْسِي مع أصحابي، وقُرَّةُ عَيْنِي في الصَّلاة، وثَمْرَةُ فُؤادِي ذِكْرُ الله، وغَمِّي لأجل أُمَّتِي الذين يكونون في آخر الزمان، وشَوقِي إلى مَوْلَايَ، ثم قرأ ﴿فاعْلَمُوا أنَّ الله مَوْلَاكُمْ نِعْمَ المَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِير﴾." [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: میری جان کی راحت میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اور اللہ کی یاد میرے دل کا پھل ہے، اور میرا غم اپنے ان امتیوں کے لئے ہے، جو آخری زمانے میں آئیں گے، اور میرا شوق اپنے مولیٰ کی طرف ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿فاعْلَمُوا أنَّ الله مَوْلَاكُمْ نِعْمَ المَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِير﴾۔

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ تخریج روایت کے بعد لکھتے ہیں:

"هذا إسنادٌ باطلٌ ومَتْنٌ مُنْكَرٌ، وفيه غيرُ واحدٍ مِنَ المَجْهُولين،

---

[1] معجم ابن عساکر: ۱/۱۴۶، ت: الدكتور وفاء تقي الدين، دار البشائر-دمشق.

[2] سورة الأنفال: الآية ۴۰.

ومأمون بن أحمد غير ثقة ولا مأمون".

یہ سند باطل ہے اور اس کا متن "منکر" ہے، اور اس میں کئی مجہول راوی ہیں، اور مامون بن احمد غیر ثقہ اور غیر مامون راوی ہے۔

"کشف الخفاء" کی روایت:

اسی طرح شیخ اسماعیل بن محمد العجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے "كشفُ الخفاء" [1] میں اسی مضمون کی ایک روایت نقل کی ہے:

"الشَرِيعَةُ أَقْوَالِي، والطَرِيقَة أَفْعَالِي، والحَقِيقَة حَالِي، والمَعْرِفَة رَأْس مَالِي".

شریعت میرے اقوال ہیں، اور طریقت میرے افعال ہیں، اور حقیقت میرا حال ہے، اور معرفت میرا راس المال ہے۔

پھر موصوف لکھتے ہیں:

"لم أرَ مَنْ ذكَرَه فضلاً عن بيَانِ حَالِه، نَعَمْ ذكَرَ بعضُم أنَّه رآه في كتب بعض الصُوفِيَة فليُراجع".

مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ روایت کس نے ذکر کی ہے، چہ جائیکہ اس روایت کی حالت (فنی مقام) معلوم ہو، البتہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ انہوں نے بعض صوفیاء کی کتابوں میں اسے دیکھا تھا، چنانچہ مراجعت کرلی جائے۔

زیرِ بحث روایت کا فنی حکم:

زیرِ بحث روایت ائمہ حدیث کی تصریحات کے مطابق بے اصل اور من گھڑت ہے، اسی طرح حدیث کے الفاظ میں اضافہ "المُعْجَمُ لابن عساکر" اور "کَشْفُ الخفَاء" کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے، وہ بھی بے اصل اور باطل ہے؛ اس لئے اس روایت کو مع اضافات بیان کرنا جائز نہیں۔

---

[1] كشف الخفاء: حرف السين: ۲/۵، ت: د. عبد الحميد الهنداوي، المكتبة العصرية-بيروت، الطبعة ۱۴۲۷ھ.

روایت نمبر: (۱۶)

آپ نے قرآن کریم کے اختتام پر یہ دعا سنی اور مشاہدہ کی ہوگی، جسے دعاء ختم قرآن یا دعاء ماثورہ کے عنوان سے لکھا جاتا ہے:

"اللّهم آنس وَحشَتِي في قَبرِي. اللّهم ارحَمنِي بالقرآن العظيم، واجْعَلْه لي إماماً ونوراً وهُدىً ورَحمَةً، اللّهم ذَكِّرني منه ما نسيتُ، وعَلِّمْنِي منه ما جَهِلْتُ، وارْزُقْنِي تِلَاوَتَه آناءَ الليل وآناءَ النّهار، واجْعَلْه لي حُجَّةً يارَبَّ العَالَمِين".

ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص اسے محض دُعا سمجھ کر پڑھے اور دوسروں سے بیان کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ اگر رسول اللہ ﷺ کی طرف اس دُعا کا انتساب کیا جائے، تو پہلے ہمیں دیکھنا چاہیے کہ یہ روایت کسی معتبر، قابلِ بیان سند سے ثابت ہے یا نہیں!

ذیل میں اِس دعا کی بحیثیت حدیث، تحقیق ذکر کی جائے گی، تاکہ یہ بات واضح ہوجائے کہ آپ ﷺ کی جانب اس کی نسبت جائز ہے یا نہیں۔

عنوان تحقیق:

واضح رہے کہ یہ دُعا اگرچہ مسلسل عبارت کے ساتھ لکھی جاتی ہیں، لیکن روایات کی جانب مراجعت کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا دَر اصل دو مختلف اجزاء پر مشتمل ہے، اور ہر جزء کا ذکر علیحدہ حدیث میں آتا ہے، اور دونوں کا فنی حکم بھی مختلف ہے، صحائفِ قرآنیہ میں یہ اجزاء اِن الفاظ سے منقول ہیں:

۱- اللّهم آنِسْ وَحْشَتِي في قَبْرِي.

۲- اللّهم ارحَمْنِي بالقرآن العَظِيم، واجْعَلْه لي إماماً ونُوراً وهُدىً ورَحْمَة، اللّهم ذَكِّرني منه ما نَسِيتُ، وعَلِّمنِي منه ما جَهِلْتُ، وارْزُقْنِي

تِلَاوَتَہ آناءَ اللیل و آناءَ النَّھار، واجْعَلْہ لي حُجَّةً یارَبَّ العَالَمِین.

ذیل میں ہر جزء کی علیحدہ تحقیق اور اس کا فنی حکم ذکر کیا جائے گا۔

دعا کا پہلا جزء:

”إذا ختم أحدُ کم فلْیَقُلْ: اللّٰھم آنس وَحْشَتِي في قَبْرِي“.

ترجمہ: ”آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں جو شخص قرآن ختم کرلے، تو یہ دعا پڑھے: اللّٰھم آنِسْ وَحْشَتِي في قَبْرِي“. اے اللہ! قبر میں میری وحشت اور تنہائی کو، اُنسیت کا سامان بنادے۔

یہ دعا ایک حدیث میں منقول ہے، اس حدیث کی تحقیق چار اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- حدیث کی مصادرِ اصلیہ سے تخریج

۲- روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳- متہم راوی پر ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال

۴- گزشتہ تفصیلات سے ماخوذ، روایت کا حکم

مصادرِ اصلیّہ سے روایت کی تخریج:

حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ ”مسند الفردوس“ [1] میں لکھتے ہیں:

”عن اللَّیث بن محمد: أخبرنا أحمد بن عبداللّٰہ بن خالد، حدثنا الولید بن مسلم، عن سالم الحَنَّاط، عن الحَسَن، عن أبي أُمامة رضی اللہ عنہ مرفوعاً:

---

[1] انظر سلسلة الأحادیث الضعیفة: ۶/ ۶۳، رقم: ۲۵۴۸، مکتبة المعارف- الریاض، الطبعة الأولی ۱۴۲۵ھ.

واضح رہے کہ مجھے ”مسند الفردوس“ فی الحال میسر نہیں ہے، اس لئے میں نے ”سلسلة الأحادیث الضعیفة“ سے سند ذکر کی ہے، یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ”سلسلة الأحادیث الضعیفة“ کی مذکورہ سند میں ”سالم الحناط“ لکھا ہے، اور علامہ عبد الرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس راوی کا نام ”سالم الخیاط“ لکھا ہے، اور مراجعت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہی (سالم الخیاط) صحیح ہے، البتہ یہ احتمال بھی ہے کہ یہ تصحیف (تبدیلی) نہ ہو اور سالم کی دونوں نسبتیں ہوں، یعنی الحناط اور الخیاط۔ واللہ أعلم۔

"إذا ختمَ أحدُكم فليَقُل: اللّهم آنِس وَحشتي في قبري".

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"تم میں جب کوئی شخص قرآن ختم کرے تو وہ یہ پڑھے: "اللّهم انس وَحشَتِي في قَبرِي". اے اللہ! قبر میں میری وحشت اور تنہائی کو انسیت کا سامان بنادے۔

واضح رہے کہ حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے تخریج کی ہے، اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "تاریخِ نَیسَابُور"[1] میں تخریج کیا ہے۔

روایت پر کلام:

زیر بحث روایت کو علامہ عبد الرؤف مُناوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے سند میں موجود جویباری کذاب کی وجہ سے من گھڑت کہا ہے، ذیل میں ان محدثینِ کرام کے اقوال تفصیل سے لکھے جائیں گے۔

۱-علامہ عبد الرؤف مُناوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ عبد الرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ "فیض القدیر"[2] میں لکھتے ہیں:

"...إنّ فيه ليث بن محمد، قال الذَهبي في الضعفاء: قال ابن أبي شيبة: متروك، وسالم الخَيّاط، قال يحيى: ليس بشيئ".

"......اس روایت کی سند میں لیث بن محمد ہے، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "الضُّعَفَاء" میں لکھتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے لیث کو "متروک" (کلمۂ جرح) کہا ہے، اور (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ) سالم خیاط کے بارے میں کہتے ہیں کہ سالم کو یحییٰ نے "لیس بشيء" (کلمۂ جرح) کہا ہے۔

---

[1] انظر المُدَاوِي: حرف الهمزة: ١/ ٣١٠، رقم: ٢٨٢، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ١٩٩٦م.

[2] فيض القدير: ١/ ٣٣٣، رقم: ٥٧١، دار المعرفة-بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩١هـ.

ایک اہم وضاحت:

واضح رہے کہ علامہ عبدالرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ سند پر کلام کرتے ہوئے، متکلم فیہ راوی لیث بن محمد اور سالم بن عبداللہ الخیاط کو موضوع بنایا ہے، لیکن اسی سند میں احمد بن عبداللہ الجُوَیبارِی کذّاب بھی موجود ہے (ان کے بارے میں تفصیل آگے آئے گی) اس لئے اس حدیث کی سند پر کلام کرتے ہوئے جویباری کو موضوع بنانا، روایت کے مقام کو سمجھنے کے لئے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ (عنقریب آئے گا) علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو من گھڑت کہنے میں جویباری رحمۃ اللہ علیہ کو مدار بنایا ہے، واللہ اعلم۔

۲- حافظ ابنِ عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ "تنزیه الشریعة" [1] میں رقمطراز ہیں: "(حا) من حديث أبي أمامة رضي الله عنه وفيه الجُوَيبَارِي". حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے اور اس میں "جُوَیبارِی" ہے۔

ایک اہم نکتے کی وضاحت:

واضح رہے کہ احمد بن عبداللہ الہروی نام کے دو راوی ہیں:

۱- أبو الوليد أحمد بن عبد الله بن أيوب الحنفي الهروى

یہ "ثقہ" راوی ہے۔

۲- أحمد بن عبد الله بن خالد الهروى الجُوَيبَارى

یہ مشہور کذّاب راوی ہے، زیرِ بحث سند میں یہی راوی موجود ہے، یہاں یہ وضاحت اسی لئے کی گئی ہے کہ ان مشترک ناموں کی وجہ سے، صحیح مصداق سمجھنے میں غلطی نہ ہو جائے، واللہ اعلم۔

---

[1] تنزيه الشريعة: الفصل الثالث، ۱/ ۲۹۹، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ.

۳-علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [۱] میں لکھتے ہیں: "في إسناده وَضَّاع". اس حدیث کی سند میں ایک روایت گھڑنے والا راوی ہے۔

۴-علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ "تذکرة الموضوعات" [۲] میں رقمطراز ہیں: "فيه أحمد بن عبدالله الجُوَيْبَارِي، أحدُ المشهورين بالكِذْب". اس حدیث میں احمد بن عبداللہ جویباری ہے، جو شہرت یافتہ جھوٹوں میں سے ہے۔

روایت پر کلام کا خلاصہ:

ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث احمد بن عبداللہ بن خالد الجُوَیْبَاری کذّاب کی وجہ سے موضوع ہے۔

احمد بن عبداللہ بن خالد الجُوَیْبَاری کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال:

ائمہ حدیث نے زیر بحث، موضوع روایت میں احمد بن عبداللہ بن خالد الجُوَیْبَاری کو کذّاب قرار دیا ہے، جویباری کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال "میزان الاعتدال" [۳] سے ملاحظہ ہوں:

"قال ابن عدي: كان يَضَعُ الحديث لابن كرّام على مايُرِيْدُه... وقال ابن حبّان: هو أبو علي الجويباري، دجّالٌ من الدَجَاجِلَة... وقال النسائي والدّارقُطْنِي: كذّاب، قلتُ: الجويباري مِمّن يُضْرَبُ المَثَلُ بكِذْبِه... قال البيهقي: فإنّي أعْرِفُه حقّ المعرفة بِوَضْعِ الحديث

---

[۱] الفوائد المجموعة: باب فضائل القرآن: ص: ۳۱۰، رقم: ۳۳، ت: عبد الرحمن بن يحيى، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

[۲] تذكرة الموضوعات: باب فضل القرآن...، ۷۷، کتب خانہ مجیدیہ ملتان پاکستان۔

[۳] ميزان الاعتدال: ۱/۱۰۶، رقم: ۴۲۱، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة۔بيروت۔

علی رسول اللہ ﷺ، فقد وَضَعَ علیه أکثرَ مِنْ ألف حدیث".

ابن عدِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احمد جو یباری، ابن کرّام [یعنی محمد بن کرّام بن عراق السجستانی، یہ شخص فرقۂ امامیہ کے امام ہیں، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام" ان کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ شخص شیخ، گمراہ، اور فرقۂ مجسمہ سے تعلق رکھنے والا ہے] کے لیے اُس کی چاہت کے مطابق، روایتیں گھڑتا تھا......اور ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ابو علی، جو یباری ہے، جو دجالوں میں سے بڑا دجال ہے...... امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور دار قُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے جو یباری کو کذّاب کہا ہے۔ میں (یعنی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ جو یباری ان لوگوں میں سے ہے، جن کا جھوٹ ضرب المثل ہے...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں خوب اچھی طرح اس کی معرفت رکھتا ہوں کہ جو یباری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیثیں گھڑتا تھا؛ کیونکہ جو یباری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ہزار سے زائد حدیثیں گھڑی ہیں۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، "الضعفاء والمتروکین"[1] میں شیخ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: "...ولعلّهما قد وَضَعَا علی رسول الله ﷺ وعلی الصحابة رضی الله عنهم والتابعین رحمهم الله مائة ألف حدیث...".

"......شاید کہ جو یباری اور محمد بن تمیم سعدی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہ پر ایک لاکھ حدیثیں گھڑی ہیں......"۔

روایت کا فنّی حکم:

گزشتہ توضیحات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ روایت خود

---

[1] الضعفاء والمتروکین: من إسمه محمد، ۳/ ۹۵، رقم: ۳۱۷۰، ت: عبد الله القاضي، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة ۱۴۰۶ھ.

ساختہ اور من گھڑت ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی جانب اس دعا (اللّٰهم آنِسْ وَحْشَتِي فِي قَبْرِي) کا انتساب ہرگز جائز نہیں ہے، البتہ اگر آپ ﷺ کی جانب نسبت کیے بغیر یہ دعا پڑھی جائے تو یہ اپنی جگہ درست ہے، واللہ اعلم۔

جیسا کہ شروع میں کہا گیا تھا کہ زیرِ بحث دعا ''حدیث'' کی حیثیت سے دو اجزاء پر مشتمل ہے، ان اجزاء میں پہلے جزء کی تحقیق اور فنی حکم یہاں تک مکمل ہوا، اب ذیل میں جزءِ ثانی کی تحقیق اور فنی حکم لکھا جائے گا۔

دعا کا دوسرا جزء:

''إن النبيّ ﷺ كان يَدْعُو عند خَتْمِ القرآن: ''اللّٰهم ارحَمْني بالقرآن العظيم، واجْعَلْه لي إماماً ونوراً وهُدى ورَحْمَةً، اللّٰهم ذكِّرْني منه ما نَسِيتُ، وعَلِّمْنِي منه ما جَهِلْتُ، وارْزُقْنِي تِلَاوَتَه آناءَ الليلَ وَآناءَ النَّهار، واجْعَلْه لي حُجَّةً يارَبَّ العَالَمِين''۔

ترجمہ: آپ ﷺ ختم قرآن کے وقت یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ! قرآن کے وسیلے سے مجھ پر رحم فرما اور قرآن کو میرے لئے امام، نور، ہدایت اور رحمت بنا دیجئے۔ اس قرآن کا جو حصہ میں بھول چکا ہوں، وہ مجھے یاد دلا دیں اور قرآن کے جس حصے سے میں جاہل ہوں، مجھے وہ سکھا دیں، اور شب وروز مجھے اس کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائیں اور اے رب العالمین! قرآن کو میرے لئے حجت بنا دیں''۔

اُس دعا کا ذکر روایت میں موجود ہے۔

روایت کی تحقیق تین اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- روایت کا مصدر اصلی

۲- روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳-روایت کا فنی حکم

روایت کا مصدر:

شیخ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "إحياء علوم الدين" [1] میں لکھتے ہیں:

"فإذا فرَغ قال ما كان يقُولُه صلوات الله وسلامه عليه عند ختْمِ القرآن:

"اللّهم ارحمْني بالقرآن، واجْعَلْه لي إماماً ونُوراً وهُدى ورَحْمَةً، اللّهم ذَكِّرني منه ما نَسِيتُ، وعَلِّمْنِي منه ما جَهِلْتُ، وارْزُقْنِي تِلَاوَتَه آناءَ الليلَ وَأطْرَافَ النّهار، واجْعَلْه لي حُجَّةً يا رَبَّ العَالَمِين".

تلاوتِ قرآن کرنے والا جب قراءتِ قرآن سے فارغ ہو جائے، تو وہ دعا مانگے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے ختم پر مانگا کرتے تھے (یعنی): "اے اللہ! قرآن کے وسیلے سے مجھ پر رحم فرما اور قرآن کو میرے لیے امام، نور، ہدایت اور رحمت بنا دیجئے۔ اس قرآن کا جو حصّہ میں بھول چکا ہوں، وہ مجھے یاد دلا دیں اور قرآن کے جس حصے سے میں جاہل ہوں وہ مجھے سکھا دیں، اور شب و روز مجھے اس کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائیں اور اے رب العالمین! قرآن کو میرے لیے حجت بنا دیں"۔

اہم وضاحت:

ذیل میں "الإحياء" کی مذکورہ عبارت میں موجود دو لفظوں "القرآن" اور "أطراف النهار" کے بارے میں مختصر کلام لکھا جائے گا۔

ا......واضح رہے کہ ہمارے پاس "الإحياء" کے موجودہ نسخے میں یہ دعا اسی طرح موجود ہے، (اللّهم ارحمْني بالقرآن، واجْعَلْه لي إماما...) یعنی دعا میں لفظ "القرآن" (صفتِ العظیم کے بغیر) لکھا ہے، اسی طرح علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے

[1] إتحاف السّادة المتقين: كتاب آداب تلاوة القرآن، الباب الثاني: ٥/٦٣، دار الكتب العلمية-بيروت.

"البرهان في علوم القرآن" میں، علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات الشافعية الكبرى" میں، علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے "المغني عن حمل الأسفار" میں اور حافظ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے "النشر في القراءات العشر" میں، ان سب محدثین کرام نے صرف "القرآن" (العظیم کے بغیر) لکھا ہے، البتہ مصاحف قرآنیہ کے آخر میں جو یہی دعا لکھی جاتی ہے، اس میں لفظ "القرآن العظيم" (صفت العظیم کے ساتھ) لکھا گیا ہے، اسی طرح "إحياء علوم الدين" کی شرح "إتحاف السادة المتقين" میں بھی لفظ "القرآن العظيم" (صفتِ العظیم کے ساتھ) لکھا گیا ہے، ممکن ہے کہ "إحياء علوم الدين" کے بعض نسخوں میں یہ لفظ "القرآن العظيم" (صفتِ العظیم کے ساتھ) لکھا گیا ہے، اور مصاحف قرآنیہ میں بھی لفظِ "القرآن العظيم" (صفتِ العظیم کے ساتھ) ہونے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بعض کتب میں یہ لفظ "القرآن" صفتِ "العظیم" کے ساتھ لکھا ہے، بہرحال اس بارے میں ہم کسی حتمی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے ہیں کہ یہ اختلاف نسخ ہے یا تصحیف (لفظ کا بدل جانا) ہے؛ کیونکہ اس بارے میں حتمی رائے مصادرِ اصلیہ (وہ کتابیں جن کے مؤلفین اپنی سند سے احادیث تخریج کرتے ہیں) کی جانب مراجعت کے بعد ہی ممکن ہوتی ہے، اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی تخریج میں دو مصادرِ اصلیہ لکھے ہیں:

۱- ابو منصور مظفر بن حسین ارجانی رحمۃ اللہ علیہ کی "فضائل القرآن"

۲- ابو بکر بن ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کی "شمائل"

اور یہ دونوں کتابیں بندہ کو اب تک نہیں مل سکی ہے، ممکن ہے کہ ان مصادر کی جانب مراجعت سے کوئی حتمی فیصلہ قائم ہو سکے، البتہ علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ، ان محدثین کرام کی

عبارتوں میں لفظ ''القرآن''، صفت ''العظیم'' کے بغیر لکھا گیا ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ لفظ ''القرآن''، صفت ''العظیم'' کے بغیر لکھا جائے، واللہ اعلم۔

۲......ایک دوسری اہم بات یہ بھی ہے، کہ حسبِ سابق قرآنی صحائف اور ''إتحاف السّادة المتّقين'' میں لفظ ''آناء الليل و آناء النهار'' لکھا ہے، جبکہ علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتوں میں یہ لفظ ''آناء الليل و أطراف النهار'' لکھا ہے، اور علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ''آناء الليل'' لکھا ہے، واللہ اعلم۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

زیرِ بحث روایت پر علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے کلام کیا ہے، ذیل میں ان محدثین کرام کی عبارتیں، اور آخر میں ان کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

۱- علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۰۶ھ) لکھتے ہیں:

''رواه أبو منصور المُظَفّر بن الحسين الأرجاني في فضائل القرآن، وأبوبكر بن الضحاك في الشمائل، كلاهما من طريق أبي ذر الهَرَوِي من رواية داود بن قيس معضلاً''.[1]

اس روایت کو ابو منصور مظفر بن حسین ارجانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فضائل القرآن'' اور ابوبکر بن ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے ''شمائل'' میں تخریج کیا ہے، اور یہ دونوں سندیں ابوذر ہروی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے، داؤد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے معضلاً (جس سند میں دو راوی پے در پے ساقط ہو گئے ہوں) تخریج کی گئی ہیں۔

---

[1] المغني عن حمل الأسفار: ۱/۲۲۶، ت: أبو محمد أشرف بن عبد المقصود، مكتبة دار الطبرية۔ الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۵ھ.

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت:

حافظ عراقی کی اس عبارت سے چار اُمور حاصل ہوتے ہیں:

۱- اس حدیث کی تخریج دو محدثین نے کی ہے:

- ابو منصور مظفر بن حسین اَرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فضائل القرآن'' میں

- اور ابو بکر بن ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے ''شمائل'' میں

۲- ان دونوں محدثین کی سندیں اَبوذر ہَرَوی پر مشترک ہوجاتی ہیں۔

۳- داؤد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ (تبع تابعی) اس روایت کو نقل کرنے والے ہیں، اور داؤد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ تک سند متصل ہے، پھر داؤد کے بعد تابعی اور صحابی کے نام سند میں مذکور نہیں ہیں، اسی کو روایت کا ''معضل'' ہونا کہا گیا ہے۔

۴- سند میں حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف دو راویوں، یعنی ابوذر ہَرَوی رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ کسی راوی کا نام ذکر نہیں کیا، ذیل میں ابوذر ہَرَوی رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر احوال لکھے جائیں گے:

ابوذر ہَرَوی:

ابوذر ہَرَوی عبد بن اَحمد بن محمد کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''سِیَر أعلام النُبلاء''[۱] میں لکھتے ہیں:

''موصوف حافظ، امام، مجود، علامہ، شیخ الحرم...... بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ میری پیدائش ۳۵۵ھ یا ۳۵۶ھ کو ہوئی ہے، ابوذر ہَرَوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ابوذر ہَرَوی ثقہ، ضابط اور دیندار تھے، جن کا انتقال ۴۳۴ھ میں ہوا ہے''۔

---

[۱] سیر أعلام النبلاء: ۱۷/ ۵۵۴، رقم: ۳۷۰، ت: شعیب الأرنؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ- بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۲ھ.

داؤد بن قیس:

ابو سلیمان داؤد بن قیس الدباغ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "التقریب" [1] میں لکھتے ہیں:

"ثِقَةٌ، فاضلٌ" اور آپ کا انتقال خلیفہ ابو جعفر کے زمانے میں ہوا ہے۔

داؤد بن قیس کے مزید احوال امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں بھی آئیں گے۔

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا حاصل:

پہلے بھی یہ بات کہی جا چکی ہے کہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ (موصوف کا کلام عنقریب آئے گا) نے اس روایت کی تخریج میں دو مصادرِ اصلیہ لکھے ہیں:

۱-ابو منصور مظفر بن حسین ارجانی رحمۃ اللہ علیہ کی "فضائل القرآن"۔

۲-ابو بکر بن ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کی "شمائل"۔

اور یہ دونوں کتابیں بندہ کو اب تک نہیں مل سکی ہیں، اس لیے میں مکمل سند پر مطلع نہیں ہوں، البتہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی سند میں ابوذر ہَرَوی اور داؤد بن قیس کے نام لکھے ہیں، یقیناً یہ محدثین کرام مکمل سند اور اس میں موجود راویوں کے حالات سے واقف ہیں، جن میں دو راویوں ابوذر ہَرَوی رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں "توثیقی اَقوال" آپ کے سامنے آچکے ہیں، اس لئے مذکورہ روایت کے بارے میں ہم حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے یہی کہتے ہیں کہ یہ روایت "معضل" ہے جو ضعیف کی ایک قسم ہے، اور اس کا فضائل میں بیان کرنا جائز ہے۔

بہر حال حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی توضیحات میں اس روایت کا فنی حکم بھی سامنے آچکا ہے، البتہ حافظ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال ذیل میں لکھے جائیں گے۔

---

[1] التقریب: ۱۹۹، رقم: ۱۸۰۸، ت: شیخ محمد عوامة، دار الرشید-سوریا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ.

۲- حافظ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۳۳ھ) "النشر في القراءات العشر" [1] میں حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے موافق کلام نقل کر کے لکھتے ہیں:

"... حديث مُعْضَلٌ؛ لأنَّ داود بن قَيْس هذا هو الفرّاء الدبّاغ المدني مِنْ تابعي التابعين، يَرْوِي عن نافع بن جبير بن مطعم وإبراهيم بن عبدالله بن حنين، رَوَى عنه يحيى بن سعيد القطان وعبدالله بن مسلمة القعنبي، وكان ثقةً صالحاً عابداً مِنْ أَقْرَان مالك بن أنس، خَرَّجَ له مسلم في صحيحه، وهذا الحديث لا أَعْلَمُ وَرَدَ عن النَّبي ﷺ في خَتْمِ القرآن حديث غيره...".

"...... یہ معضل (جس سند میں دو راوی پے در پے ساقط ہو گئے ہوں) حدیث ہے، کیونکہ داؤد بن قیس فراء، دبّاغ، مدنی، تبع تابعین میں سے ہے، داؤد بن قیس، نافع بن جبیر بن مطعم اور ابراہیم بن عبداللہ بن حنین سے روایت نقل کرتے ہیں، اور یحییٰ بن سعید القطان اور عبداللہ بن مسلمہ قعنبی، یہ دونوں داؤد بن قیس سے احادیث روایت کرتے ہیں، داؤد بن قیس ثقہ، صالح، عابد، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اَقران (ساتھیوں) میں تھے، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں داؤد بن قیس کی ایک روایت تخریج کی ہے، اور مجھے معلوم نہیں کہ ختمِ قرآن کے بارے میں اس حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث بھی آپ ﷺ سے منقول ہے......"۔

۳- علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ "البرهان في علوم القرآن" [2] میں لکھتے ہیں:

---

[1] النشر في القراءات العشر: الأمور المتعلقة بالختم، ۲/۴۶۴، ت: علي محمد الصباغ، دار الكتب العلمية-بيروت.

[2] البرهان في علوم القرآن: ۱/۴۷۵، ت: محمد أبو الفضل إبراهيم، دار التراث-القاهرة.

"رَوَى البَيْهَقِي في دلائل النُبُوّة وغيره أنّ النَبيّ ﷺ كان يَدْعُو عِنْدَ خَتْمِ القرآن: اللّهم ارحَمْني بالقرآن، واجْعَلْه لي أماناً ونوراً وهدىً ورحمةً، اللّهم ذَكِّرْني منه مانَسِيتُ، وعَلِّمْني منه ما جَهِلْتُ، وارْزُقْني تِلاوَتَه آناءَ الليل، واجْعَلْه لي حُجّةً يا رَبَّ العالمين". رواه في شُعَب الإيمان بأطولَ مِنْ ذلک، فلْيُنْظر فيه".

"امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل النبوة" وغیرہ میں یہ روایت تخریج کی ہے: آپ ﷺ ختم قرآن کے وقت یہ دعا مانگا کرتے تھے: "اے اللہ! قرآن کے وسیلے سے مجھ پر رحم فرما اور قرآن کو میرے لیے امان، نور، ہدایت اور رحمت بنا دیجئے، اس قرآن کا جو حصّہ میں بھول چکا ہوں، وہ مجھے یاد دلا دیں اور قرآن کے جس حصے سے میں جاہل ہوں، وہ مجھے سکھا دیں، اور مجھے شب میں اس کی تلاوت کی توفیق عطا فرما دیں، اور اے رب العالمین! قرآن کو میرے لئے حجت بنا دیں"۔

(علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث تفصیل سے "شعب الإيمان" میں تخریج کی ہے، اس میں دیکھ لیا جائے۔

اہم وضاحت:

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں دو امور بیان کیے گئے ہیں:

۱-زیرِ بحث روایت "دلائل النُبُوّة" میں موجود ہے۔

۲-اور "شعب الإيمان" میں یہ روایت تفصیل سے موجود ہے۔

ذیل میں ان دونوں امور پر مختصر تبصرہ ہوگا، اور "شعب الإيمان" میں موجود ختمِ قرآن کی مفصل دعا کا فنی حکم بھی لکھا جائے گا۔

"دلائل النبوة" اور "شعب الإيمان" کی روایت:

واضح رہے کہ بندہ کو "دَلائلُ النُبُوّة" میں تو یہ روایت نہیں ملی، البتہ "شعب

الإیمان" [1] میں ختمِ قرآن کی دعا تفصیل سے موجود ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"كان عليّ بن حسين يَذْكُرُ عن النبيّ ﷺ أنه كان إذا خَتَمَ القرآن بِمَحَامِدِه ...". آپ ﷺ جب قرآن ختم فرما لیتے تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے......"۔

مگر ملحوظِ خاطر رہے کہ "شعب الإیمان" کی اس حدیث میں زیرِ بحث روایت کے الفاظ نہیں ہیں، اس لیے "شعب الإیمان" کی اس حدیث کو زیرِ بحث روایت کی تائید میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

"شعب الإیمان" کی روایت کا فنی مقام:

دوسری بات یہ بھی ہے کہ "شعب الإیمان" کی اس روایت میں ایک راوی "عمرو بن شِمر الجُعفی الکوفی" ہے، عمرو بن شِمر پر تبصرہ سے قبل ایک "تصحیف" (تبدیلی) کی وضاحت ضروری ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ "شعب الإیمان" کے بعض نسخوں میں، اس حدیث کی سند میں "عمرو بن شِمر کی جگہ، عمرو بن سَمُرہ" لکھا ہے، قرائنِ قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح عمرو بن شِمر ہے، اور عمرو بن سَمُرہ تصحیف (تبدیلی) ہے کیونکہ سند میں مذکور راوی "جابر جعفی" سے عمرو نامی روایت نقل کرنے والا ہے، اور عمرو بن شِمر کے شیوخ میں تو جابر جعفی کا نام موجود ہے، لیکن عمرو بن سمرہ کے شیوخ میں جابر جعفی کا نام نہیں ہے، واللہ اعلم۔

بہر حال ذیل میں عمرو بن شِمر کے بارے میں ائمہ کے اقوال لکھے جائیں گے، تاکہ "شعب الإیمان" کی مذکورہ روایت کا فنی مقام سمجھنا آسان ہو۔

عمرو بن شِمر کے بارے میں ائمہ کے اقوال:

عمرو بن شِمر کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال "میزان الاعتدال" [2] سے ملاحظہ ہو:

---

[1] شعب الإيمان: ۳/ ۴۳۰، رقم: ۱۹۱۵، ت: الدكتور عبدالعلي، مكتبة الرشد- الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

[2] ميزان الاعتدال ۲۶۸/۳، رقم: ۶۳۸۴، تحقيق: علي محمد البجاوي، ناشر: دار المعرفة- بيروت.

"یحیی بن مَعین نے عمرو بن شمِر کو "لیس بشییء" (کلمۂ جرح)، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "منکر الحدیث" (کلمۂ جرح)، جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ نے "زائغ کذّاب" (کج رو، جھوٹا)، نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور دار قُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے "متروک الحدیث" (شدید جرح) کہا ہے، اور ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ رافضی صحابہ رضی اللہ عنہم کو سبّ و شتم کرتا تھا، اور ثقہ راویوں پر حدیثیں گھڑتا تھا"۔

ائمہ رجال کے اقوال سے واضح ہے کہ "شعب الإیمان" کی یہ روایت، "عمرو بن شمِر الجُعفی" کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہے، اور ضعفِ شدید کی وجہ سے فضائل میں بھی اسے بیان نہیں کر سکتے۔

۴- علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات الشافعیة الکبری" [1] میں زیرِ بحث روایت کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے میں اُن احادیث کے تحت ذکر کیا ہے، جن کی سند علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں ملی۔

روایت پر کلام کا خلاصہ:

حاصل کلام یہ ہے کہ علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو "مُعضَل" (جس سند میں دو یا دو سے زائد راوی پے در پے ساقط ہو گئے ہوں) کہا ہے، اور داؤد بن قیس (تبع تابعی) اسے نقل کرنے والے ہیں، حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید کسی راوی پر کلام ذکر نہیں کیا، علامہ ابن الجزَرِی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے موافق کلام کیا ہے، اور حدیث کے راوی داؤد بن قیس کا محاسن (خوبیوں) پر مشتمل ترجمہ بھی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو بحوالہ "دلائل النبوة للبیهقي" اور "شُعب الإیمان للبیهقي" نقل کیا ہے (ان روایتوں کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے)۔

---

[1] طبقات الشافعیة الکبری: الطبقة الخامسة، ۳/ ۴۸۲، ت: مصطفی عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۰ھ.

علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اس حدیث کو اُن روایتوں میں ذکر کیا ہے، جس کی سند اُن کو نہیں ملی، لیکن یہ بات روایت کے ثبوت کے لئے یہاں مانع نہیں بن سکتی، کیونکہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الجزری رحمہما اللہ نے اس حدیث کو "معضل" کہا ہے، یعنی حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الجزری رحمہما اللہ اس روایت کی سند اور فنی مقام دونوں سے واقف ہیں، چنانچہ اس واقفیت سے علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تلافی ہو جاتی ہے۔

روایت کا فنّی مقام:

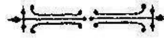
بہر حال ائمہ کرام کے ان نصوص پر اعتماد کرتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ یہ روایت "معضلاً" داؤد بن قیس الفرّاء رحمۃ اللہ علیہ (تبع تابعی) سے مروی ہے، اور معضل (جس سند میں دو راوی پے در پے ساقط ہو گئے ہوں) ضعیف کی ایک قسم ہے، اس لیے فضائل کے باب میں اسے بیان کرنا جائز ہے۔

البتہ یہ واضح رہے کہ اس ماثور دعا کے الفاظ میں معمولی اختلاف بھی ہے، جس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول الفاظ پر اعتماد کیا جائے، اور وہ دعا یہ ہے، حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دعا ان الفاظ سے نقل کی ہے:

"اللّهم ارحَمْني بالقرآن، واجْعَلْه لي إماماً ونوراً وهُدىً ورَحْمةً، اللّهم ذكِّرني منه ما نَسِيْتُ، وعَلِّمْني منه ما جَهِلْتُ، وارْزُقْني تِلَاوَته آناءَ الليلَ وَأطْرَافَ النَّهار، واجْعَلْه لي حُجَّةً يا رَبَّ العالَمين".

تلاوتِ قرآن کرنے والا جب قراءتِ قرآن سے فارغ ہو جائے، تو وہ دعا مانگے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے ختم پر مانگا کرتے تھے (یعنی): "اے اللہ! قرآن کے وسیلے سے مجھ پر رحم فرما اور قرآن کو میرے لئے امام، نور،

ہدایت اور رحمت بنا دیجئے۔ اس قرآن کا جو حصّہ میں بھول چکا ہوں، وہ مجھے یاد دلا دیں اور قرآن کے جس حصے سے میں جاہل ہوں، مجھے وہ سکھا دیں، اور شب و روز مجھے اس کی تلاوت کی توفیق عطا فرما دیں اور اے رب العالمین! قرآن کو میرے لئے حجت بنا دیں"۔



روایت نمبر: ⑰

روایت: ”کنتُ کنزاً مخفیًا لا أعرفُ...“۔ ”میں ایسا چھپا ہوا خزانہ تھا کہ جسے کوئی پہچانتا نہیں تھا...“۔

حکم: بے اصل، آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے۔

خیر القرون سے آج تک اسلافِ امت حدیث کو میزانِ اسناد میں تولتے رہے ہیں، اور اسناد کے بغیر روایتوں کو قابلِ اعتنا نہیں سمجھتے، چنانچہ علامہ قاضی حسن بن عبد الرحمن رَامَھُرمُزی رحمۃ اللہ علیہ ”المُحدِّثُ الفاصِلُ بَینَ الرَّاوِي وَالوَاعِي“ [1] میں لکھتے ہیں:

”كُلّ حديثٍ ليس فيه حَدَّثَنا وأَخبَرَنا، فهو خَلٌّ وبَقْلٌ“.

جس حدیث میں حدثنا اور اخبرنا (یعنی سند) نہیں ہو، تو وہ بے قیمت ہے۔

اور صرف یہی نہیں کہ محدثینِ کرام بلا سند روایتوں کو خاطر میں نہیں لاتے، بلکہ اسے انتہائی مضر سمجھتے ہیں، لہٰذا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مثلُ الذي يَطلُبُ الحديثَ بلا إسنادٍ، كمثل حاطِبِ لَيلٍ، يَحمِلُ حُزمَةَ حَطبٍ، وفيه أَفعَى وهو لا يَدرِي“. [2]

جو شخص بلا سند حدیث کی جستجو میں ہو، اس کی مثال رات کو لکڑیاں چننے والے اس شخص کی سی ہے، جو لکڑیوں کا گٹھڑ اٹھاتا ہے، اور اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں سانپ ہے۔

بہر حال محدثینِ عظام رحمۃ اللہ علیہ کے اسی منہجِ فکر کے پیشِ نظر، ذیل میں ایک بے سند

---

[1] المحدّث الفاصل بين الراوي والواعي: باب القول في التحديث و الإخبار، ص:۵۱۷، الدكتور محمد عجّاج الخطيب، دار الفكر-بيروت، الطبعة الثالثة ۱۴۰۴ھ.

[2] الإسناد من الدين: ص:۲۰، تاليف عبد الفتّاح أبو غُدّة، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ.

روایت کی تحقیق پیش کی جائے گی، جو ہمارے عرف میں انتہائی مشہور ہے، اور اسے آپ ﷺ کے انتساب سے ذکر کیا جاتا ہے، حالانکہ روایت کے بے سند ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ اس سے احتراز کیا جاتا، اور ائمہ متبوعین کے اقوال معلوم کر کے ان کا اتباع کیا جاتا، فإلی اللّٰہ المشتکی۔

عنوانِ روایت:

"كنتُ كنزاً مَخفِيًّا لاأعْرَفُ، فأَحبَبْتُ أنْ أعْرَفَ، فخَلَقْتُ خَلْقاً فعَرَّفْتُهم بِيْ فعَرَفُوني".

ترجمہ: میں ایسا چھپا ہوا خزانہ تھا کہ جسے کوئی پہچانتا نہیں تھا، (لہذا) میں نے یہ چاہا کہ مجھے پہچانا جائے، تو میں نے ایک مخلوق پیدا کی، پھر اسے اپنی معرفت کروائی، چنانچہ انھیں میری معرفت حاصل ہوگئی۔

بعض روایتوں میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "فعَرَفْتُ إليهم فبِي عرَفُوني".

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

حدیث کی تحقیق بنیادی طور پر دو اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- روایت پر ائمہ حدیث کا کلام اور اس کا خلاصہ

۲- روایت کا فنی حکم

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ احمد بن عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبد الفتّاح ابو غدّہ رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثینِ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت کو "بے اصل" قرار دیا ہے، ذیل میں ان تمام ائمہ کے اقوال اور آخر میں ان اقوال کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

۱- حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "النُبُوات" [1] میں لکھتے ہیں:

"وسَألَنِي هذا عمّا يَحتَجُّون به مِنَ الحديث، مثل الحديث المذكور في العَقْل، وأنّ أوّلَ ماخَلَقَ الله تعالىٰ العَقْل، ومثل حديث كُنْتُ كنزاً لاأُعْرَفُ فأحْبَبْتُ أن أعْرَفَ، وغير ذلک، فكَتَبْتُ له جَوَاباً مَبْسُوطاً، وذكَرْتُ أنّ هذه الأحاديث موضوعةٌ، وأبو حامد وهولاء لايَعْتَمِدُون على هذا، وقد نَقَلُوه إمّامِنْ رَسَائل إخْوَان الصَّفا أومِنْ كلام أبي حيان التَّوحِيدِي أومِنْ نحو ذلک".

مجھ سے اس شخص (ایک اجنبی سائل) نے اُن لوگوں کی مستدل حدیثوں کے متعلق پوچھا، جیسے عقل کی مذکورہ حدیث، اور یہ حدیث کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو وجود بخشا، اور یہ حدیث کہ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے اس بات کو پسند کیا کہ مجھے پہچانا جائے، اور ان کے علاوہ احادیث کے بارے میں سوالات کیے، ان سوالات کے جواب میں، میں نے اسے تفصیلی خط لکھا، اور اسے آگاہ کیا کہ یہ حدیثیں من گھڑت ہیں، ابو حامد رحمۃ اللہ علیہ اور یہ (اہلِ حق) لوگ ان احادیث پر اعتماد نہیں کرتے، اور ان (اہلِ باطل) لوگوں نے یہ روایتیں رسائلِ اِخوان الصفا [فرقہ اسماعیلیہ باطنیہ کی ایک جماعت]، یا ابو حیان توحیدی [ایک زندیق فلسفی، معتزلی]، یا ان جیسے کسی شخص سے نقل کی ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر "مَجْمُوعُ الفَتَاوَی" [2] میں رقم طراز ہیں:

---

[1] النُبُوات: ۱/ ۲۰۲، ت: الدكتور عبد العزيز بن صالح، المجلس العلمي في الجامعة الإسلامية، المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۴۳۰ھ۔

[2] مجموع الفتاوى: سئل شيخ الإسلام عن صحة الحديث...، ۱۸/ ۷، ت: عامر الجذار و أنوار الباز، دار الوفاء -مصر، الطبعة الثالثة ۱۴۲۷ھ.

"هذا ليس مِنْ كلام النَّبِيِّ ﷺ، ولا أعْرِفُ له إسناداً صحيحاً ولا ضعيفاً".

یہ آپ ﷺ کا کلام نہیں ہے، اور اس کی کوئی صحیح یا ضعیف سند میری معرفت میں نہیں ہے۔

۲-علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ بدر الدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ "التذْكِرة في الأحاديث المُشْتَهِرَة" [1] میں رقمطراز ہیں:

"قال بعضُ الحُفّاظ: ليس هذا مِنْ كلام النبي ﷺ، ولا يُعْرَفُ له إسنادٌ صحيحٌ ولا ضعيفٌ".

بعض حفاظ فرماتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کا کلام نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کسی صحیح یا ضعیف سند کی معرفت (پہچان) ہے۔

۳-حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة" [2] میں تحریر فرماتے ہیں:

قال ابن تيمية: إنّه ليس مِنْ كلام النبي ﷺ، ولا يُعْرَفُ له سندٌ صحيحٌ ولا ضعيفٌ، وتَبِعَه الزَّرْكَشِي وشيخُنا".

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کا کلام نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کسی صحیح یا ضعیف سند کی معرفت (پہچان) ہے، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت کی ہے۔

---

[1] التذكرة في الأحاديث المشتهرة: في الزهد، ۱۳۶، ت: مصطفى عبد القادر عطاء، دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة ۱۴۰۶ھ.

[2] المقاصد الحسنة: حرف الكاف، ۳۷۷، رقم: ۸۳۶، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ.

۴-علامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الدُرَرُ المُنتَثِرة في الأحاديث المُشْهِرَة" [1] میں بیان کرتے ہیں:

"لاأصلَ له". اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

البتہ حافظ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے "ذَيل الأحاديث الموضوعة" [2] میں لکھا ہے:

"قال ابن تيمية: موضوعٌ، وهو كماقال".

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ من گھڑت روایت ہے (علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) اور یہ حدیث ایسی ہی ہے، جیسے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، یعنی من گھڑت ہے۔

۵-علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "تنزيه الشريعة" [3] میں لکھا ہے:

"قال ابن تَيمِية: موضوعٌ".

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ من گھڑت ہے۔

۶-علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

اسی طرح علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ "تَذْكِرة الموضوعات" [4] میں تصریح فرماتے ہیں:

"قال ابن تَيمِية: ليس مِنَ الحديث ولا يُعرَفُ له سندٌ صحيحٌ ولا ضَعيفٌ، وتَبِعَه الزَّرْكَشِي وشيخُنا، وفي الذيل، قال ابن تيمية: موضوعٌ وهو كماقال".

---

[1] الدرر المنتثرة: ۲۰۳، رقم: ۳۲۸، محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ.

[2] انظر السلسة الضعيفه: رقم: ۶۵۲۳، مكتبة المعارف-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ.

[3] تنزيه الشريعة: الفصل الثالث، ۱/۱۴۸، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ.

[4] تذكرة الموضوعات: كتاب التوحيد، ص: ۱۱، كتب خانه مجيديه ملتان-پاكستان.

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی صحیح یا ضعیف سند معروف ہے، نیز علامہ زَرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کی ہے، اور ''ذیل'' (علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف) میں ہے: ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث من گھڑت ہے (علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) اور یہ حدیث ایسی ہی ہے (یعنی من گھڑت)۔

۷-علامہ احمد بن عبدالکریم الغزّی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ احمد بن عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ ''الجدُّ الحثِیث'' [1] میں لکھتے ہیں:

''هو مشهورٌ عندَ الصوفية، واعْتَقَدُوه، وبَنَوا عليه أصولَهم، وأنكره ابنُ تَيْمِيَة والزَّرْكَشِيُّ وابنُ حجر والسيوطيُّ وغيرُهم''.

یہ حدیث صوفیہ کے نزدیک مشہور ومعروف ہے، اور وہ اس حدیث کا اعتقاد رکھتے ہیں، اور اس پر اپنے اصولوں کی بنیاد رکھتے ہیں، حالانکہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، اور سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس حدیث کا انکار کیا ہے۔

۸-ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ''المَصْنُوع في معرِفة الحديث الموضوع'' [2] میں رقم طراز ہیں:

''نَصَّ الحُفَّاظ كابن تَيْمِيَة والزَّرْكَشِي والسَّخَاوِي على أنّه لاأصلَ له''.

حفاظ حدیث جیسے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، زَرکشی رحمۃ اللہ علیہ، اور سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اصل نہیں ہے۔

---

[1] الجد الحثیث: ۱۷۵، رقم: ۳۶۲، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم-بیروت.

[2] المصنوع: ۱۴۱، رقم: ۲۳۲، ت: الشیخ عبدالفتّاح أبو غُدّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی، کراچی-پاکستان.

البتہ "مرقاۃ المفاتیح"[1] میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو لفظاً غیر صحیح اور معنیً صحیح کہا ہے، ملاحظہ ہو:

"وهذا المعنى يُصَحِّحُ معنى ما يُنقَلُ حديثاً ولم يَصِحَّ لفظاً: كنتُ كنزًا مَخْفِيًّا فأَحْبَبْتُ أن أُعْرَفَ، فخَلَقْتُ الخلقَ لأنْ أُعْرَفَ، ولذا قال ابن عباس رضي الله عنهما في قوله تعالى: ﴿وما خَلَقْتُ الجِنَّ والإنْسَ إلاّ لِيَعْبُدُونِ﴾ [سورة الذّاريات: ٥٦] أي لِيَعْرِفُونِ...".

"(ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) یہ معنی (ماقبل کے ایک امر کی طرف اشارہ ہے) اس حدیث کے معنی کو صحیح قرار دینے والا ہے، جو بطور حدیث منقول ہے، لیکن لفظاً صحیح نہیں ہے (یعنی): "میں چھپا ہوا خزانہ تھا، لہذا میں نے چاہا کہ مجھے پہچانا جائے، پھر میں نے ایک مخلوق اپنی پہچان کے لئے پیدا کی"۔ اسی بناء پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وما خَلَقْتُ الجِنَّ والإنْسَ إلاّ لِيَعْبُدُونِ﴾ ترجمہ: میں نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس آیت میں آپ رضی اللہ عنہ نے "لِيَعْبُدُونِ" (تاکہ وہ میری عبادت کرے) کی تفسیر "لِيَعْرِفُونِ" (تاکہ وہ مجھے پہچانیں) سے کی ہے......"۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت شریفہ ﴿وما خَلَقْتُ الجِنَّ والإنْسَ إلاّ لِيَعْبُدُونِ﴾ ترجمہ: میں نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ میں لفظِ "لِيَعْبُدُونِ" (تاکہ وہ میری عبادت کریں) کی تفسیر "لِيَعْرِفُونِ" (تاکہ وہ مجھے پہچانیں) سے کی ہے، اس تفسیر کے مطابق آیت شریفہ کا یہ معنی ہوگا: میں نے جن وانس کو اپنی معرفت (پہچان) کے لیے پیدا کیا ہے، اور یہی

---

[1] مرقاۃ المفاتیح: کتاب الإیمان، باب الإیمان بالقدر، ۱/ ۲۴۲، مکتبۃ رشیدیۃ، سرکی روڈ۔ کوئٹہ (پاکستان).

مضمون زیرِ بحث حدیث کا ہے: "کنتُ کنزاً مَخفِیًّا لا أعرَفُ، فأحبَبتُ أن أعرَفَ، فخلَقتُ خلقاً فعرَّفتُهم بي فعرَفُوني". ترجمہ: "میں ایسا چھپا ہوا خزانہ تھا کہ جس کو کوئی پہچانتا نہیں تھا، (لہذا) میں نے یہ چاہا کہ مجھے پہچانا جائے تو میں نے ایک مخلوق پیدا کی، پھر اسے اپنی معرفت کروائی، چنانچہ انھیں میری معرفت حاصل ہوگئی"۔ اس لیے یہ حدیث اگرچہ لفظاً ثابت نہیں ہے، لیکن معنی کے اعتبار سے ثابت ہے۔

ایک اہم فائدہ:

واضح رہے کہ اس حدیث کے معنی ثابت ہونے کا یہ فائدہ ہوگا کہ اس مضمون کو بیان کیا جاسکتا ہے، اور اس سے مختلف اصلاحی فوائد وغیرہ اخذ کیے جاسکتے ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ کی جانب انتساب کے لیے بہرحال معتبر سند کا ہونا اپنی جگہ مسلّم ہے، چنانچہ ثابت ہوا کہ کسی روایت کے معنی کا ثبوت، اسے "حدیثِ رسول اللہ ﷺ" کہلانے کے لیے ہرگز کافی نہیں ہے، ورنہ ایسی سینکڑوں من گھڑت روایتیں پیش کی جاسکتی ہیں، جن کا مضمون قرآن وسنت سے ثابت ہے، اور ان موضوع روایتوں کے معنی کا ثبوت انھیں حدیث رسول اللہ ﷺ نہیں بناتا بلکہ وہ من گھڑت ہی کہلاتی ہیں، (تفصیل کے لیے "کشف الخفاء" دیکھیں) اور ان من گھڑت روایتوں کے معنی پر مشتمل نصوص اپنی جگہ معتبر، ثابت اور قابلِ بیان رہتی ہیں، واللہ اعلم۔

۹- علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ اسماعیل العجلونی "کَشفُ الخفاء ومزیل الإلباس" [1] میں تحریر فرماتے ہیں:

"قال ابن تیمیة: لیس مِن کلام النبي ﷺ، ولا یُعرَفُ له سندٌ صحیحٌ ولا ضعیفٌ، وتَبِعَه الزرکشي والحافظ ابن حجر في اللآلي والسیوطي وغیرهم، وقال القاري: لکن معناه صحیحٌ مستفادٌ مِن قوله تعالیٰ: ﴿وما خلقتُ الجنَّ والإنسَ إلا لِیَعبُدُون﴾ أي: لِیَعرِفُوني کما فسَّره

[1] کشف الخفاء: حرف الکاف، ۱۵۵، رقم: ۲۰۱۶، ت: د۔ عبد الحمید الهنداوي، المکتبة العصریة -بیروت، الطبعة ۱۴۲۷ھ.

ابن عباس رضي الله عنهما. . وهو واقع كثيراً في كلام الصوفية، واعْتَمَدُوا وبَنَوا عليه أصولاً لهم".

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے، اور اس حدیث کی کوئی صحیح یا ضعیف سند کی معرفت (پہچان) نہیں ہے، امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت کی ہے، اور اسی طرح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي" میں اور سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت (پیروی) کی ہے، اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنیٰ صحیح ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وما خلقتُ الجنَّ والإنسَ إلا لِيَعْبُدُون﴾ أي لِيَعْرِفُون سے ماخوذ ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما لِيَعْبُدُون کی تفسیر "لِيَعْرِفُون" سے کی ہے...... صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہ حدیث بہت زیادہ رائج ہے، اور صوفیا اس پر اعتماد کرتے ہیں، اور انھوں نے اس پر اپنے اصولوں کی بنیاد رکھی ہے۔

۱۰- علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شہاب الدین آلوسی رحمۃ اللہ علیہ "روح المعاني" [1] میں رقمطراز ہیں:

"وتَعَقَّبه الحُفَّاظ فقال ابن تيمية: إنه ليس مِنْ كلام النبي ﷺ ولا يُعْرَفُ له سندٌ صحيحٌ ولا ضعيفٌ، وكذا قال الزَرْكَشِي والحافظ ابن حجر وغيرهما، ومَنْ يَرْوِيه مِنَ الصُّوفية مُعْتَرِفٌ بِعَدَمِ ثُبُوتِه نقلاً لكن يقول: إنّه ثابتٌ كَشْفاً، وقد نَصّ على ذلک الشيخ الأكبر قُدِّسَ سِرُّه في الباب المذكور، والتَصْحِيحُ الكَشْفِيُّ شِنْشِنَةٌ [2] لهم. . . ".

---

[1] روح المعاني: ۲۱/۲۷، دار احياء التراث العربي-بيروت.

[2] قال العلامة إبن الأثير في "النِهَايَة في غريب الأثر":

الشِنْشِنَةُ: السَجِيَّةُ والطَبِيعَة وقيل: القِطْعَةُ والمُضْغَةُ مِنَ اللَحْمِ، وهو مَثَلٌ. وأوّلُ مَنْ قاله أبو أَخْزَم الطَائي، وذلک أنّ أخْزَمَ كان عَاقًّا لأبيه، فمَاتَ وتَرَکَ بَنِيْنَ عَقُّوا جَدَّهم وضَرَبُوه وأدْمَوْه، فقَالَ:

إنَّ بَنِيَّ زَمَّلُونِي بالدَّمِ   شِنْشِنَةٌ أَعْرِفُها مِنْ أَخْزَمِ

(النهايه لابن الأثير: ۳/ ۲۹۶، باب الشين مع النون، ت: أبو عبد الله عبد السلام علّوش، مكتبة الرشد- الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ.)

حفاظ حدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا تعاقب (یعنی اس پر کلام) کیا ہے، چنانچہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے، اور اس حدیث کی کوئی صحیح یا ضعیف سند کی معرفت (پہچان) نہیں ہے، امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی یہی بات کی ہے، اور بعض صوفیا نقلاً (یعنی سند کے اعتبار سے) تو اس حدیث کے ثابت نہ ہونے کا اعتراف کرتے ہیں، لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حدیث کشفاً ثابت ہے، اور شیخ اکبر قدس سرہ نے مذکور باب میں یہ بات صاف لفظوں میں کہی ہے اور "تصحیح کشفی" (مکاشفہ سے کسی حدیث کو صحیح کہنا) ان صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کی ایک طبیعت ہے......"۔

۱۱- شیخ عبدالفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

شیخ عبدالفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ "المَصْنُوع"[1] میں زیر بحث روایت کے تحت، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لانے کے بعد لکھتے ہیں:

"ويُشِيرُ الإمام الآلوسي رَحِمَه الله تعالى بهذا إلى أنّه لا عِبْرَةَ بالتَّصْحِيح الكَشْفِيِّ عندَ المُحَدِّثين، وهو كذلك . . ."۔

"امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس کلام سے اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ محدثین کے نزدیک کشف کے ذریعے کسی حدیث کو صحیح قرار دینے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے......"۔

ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ احمد بن عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ اور

---

[1] المصنوع: ۱۴۲، رقم: ۲۳۳، ت: الشیخ عبدالفتاح أبو غُدّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی، کراچی- پاکستان۔

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثینِ کرام کے نزدیک یہ روایت "بے اصل" ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کلام ثابت نہیں ہے، بلکہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے صاف منقول ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے؛ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کا انتساب جائز نہیں ہے، اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک قول کے مطابق حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت کی ہے، البتہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ اگر چہ یہ روایت لفظوں کے اعتبار سے ثابت نہیں ہے، لیکن معنی کے اعتبار سے ثابت ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول سابقہ ائمہ کے اقوال کے منافی نہیں ہے، کیونکہ روایت سے معنیً ثبوت سے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہونا لازم نہیں آتا، جیسا کہ ماقبل میں تفصیل گذر چکی ہے، اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا اسے کشف سے صحیح قرار دینا محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہے، اور حدیث کی تصحیح اور تضعیف میں محدثینِ کرام ہی قابلِ اقتدا اور مرجع ہیں، اس کی تفصیل بھی ماقبل میں گذر چکی ہے، واللہ اعلم۔

روایت کا فنی حکم:

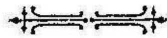
ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی سابقہ تصریحات میں یہ بات تکرار سے نقل ہوتی رہی ہے کہ یہ روایت بے اصل ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ایسا کلام ہی منسوب ہو سکتا ہے، جو پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہو، بصورت دیگر روایت قابل التفات و بیان نہیں رہتی، چنانچہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ "المَصْنُوع في مَعْرِفة الحديث الموضوع للعلاّمة علي القاري"[1] کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"... وإذا كان الحديث لا إسنادَ له، فلا قيمةَ له ولا يُلْتَفَتُ إليه، إذ الإعتمادُ في نقل كلامِ سيّدِنا رسولِ الله ﷺ إلينا، إنّما هو على الإسناد الصحيح الثابت أو مايقع موقعه، وماليس كذلک فلا قيمةَ له".

[1] المصنوع: شذرات في بيان بعض الاصطلاحات، ص: ۱۸، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

”......اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت اور غیر قابل التفات ہے، کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ کے کلام کو نقل کرنے میں اعتماد صرف اسی سند پر ہو سکتا ہے، جو صحیح ثابت شدہ ہو، یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ روایت ”بے اَصل“ ہے، اور آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے؛ اس لیے اسے آپ ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔



روایت نمبر: (۱۸)

روایت: جمعہ کا حج، حج اکبر ہے۔

حکم: بے اصل، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے۔

محدثینِ کرام ہر زمانے میں ''اسنادِ حدیث'' کی اہمیت اور اس پر استقامت کو بیان کرتے رہیں ہیں، یہی وہ محفوظ منہج ہے جس کی بدولت اُمت مسلمہ، یہود ونصاری سے ممتاز اور فضل الٰہی کی مستحق رہی ہے، اور اس نعمت کی نا قدری اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے، چنانچہ قاضی ابو بکر ابن العربی المعافری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''واللہ أکْرَمَ هذه الأمّة بالإسناد، لم يُعْطِه لأحدٍ غيرها، فاحْذَرُوا أن تَسْلُكُوا مَسْلَكَ اليَهُودِ و النَّصارَى، فتَحَدِّثُوا بغير إسناد، فتكُونُوا سَالِبِين نِعمَةَ اللہ عن أنفسِكم، مُطرِّقِين للتُّهْمَة إليكم، خَافِضِين لِمَنْزِلَتِكم، ومُشْتَرِكِين مع قومٍ لَعَنَهم اللہ وغَضِبَ عليهم، ورَاكِبِين لِسُنَنِهم''.[1]

''اللہ تعالیٰ نے ''اسناد'' سے اِس امّت کا اعزاز فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس امت کے علاوہ کسی اور پر یہ نوازش نہیں کی ہے؛ چنانچہ تم یہود ونصاری کے راستوں کو اختیار مت کروں کہ بلا سند ہی حدیثیں بیان کرتے رہو، ورنہ تم اپنے آپ سے اللہ کی نعمت کو خود ہی سلب کرنے، دوسروں کو تہمت کا موقع دینے والے، اپنا مقام خود گھٹانے والے بن جاؤ گے، اور ایسی قوم کے ساتھ شریک اور ان کے طور طریقے اختیار کرنیوالے بن جاؤ گے جن پر اللہ کی لعنت اور غضب نازل ہوا ہے''۔

---

[1] الإسناد من الدين: ص: ۲۹، تاليف عبد الفتاح أبو غُدَّة، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ.

اسی فریضے کے پیشِ نظر ذیل میں ایک ایسی روایت بیان کی جائے گی جو ائمہ حدیث کے نزدیک بے سند ہے، اس لیے آپ ﷺ کے انتساب سے اس روایت کو بیان کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ بالاتفاق رسول اللہ ﷺ کی طرف صرف ایسے امور منسوب کیے جاسکتے ہیں، جو معتبر سند سے ثابت ہوں، لیکن ہمارے تساہل کا یہ عالم ہے کہ یہ روایت زبان زد عام ہے، فإلی اللہ المشتکی۔

تحقیقِ روایت:

"أفضَلُ الأيّام يومُ عَرفَة وَافَقَ يومَ الجُمُعَة، وهو أفْضَلُ مِنْ سبعين حَجَّةً في غير يوم الجُمُعَة".

ترجمہ: وہ یوم عرفہ جو جمعہ کے روز ہو، تمام دنوں میں سب سے افضل ہے، اور اس دن کا حج جمعہ کے علاوہ کے ستر حج سے افضل ہے۔

بعض روایتوں میں یہ الفاظ ملتے ہیں:

"إنّ يومَ عَرفَة إذا وَافَقَ يومَ الجُمُعَة كان الحَجُّ أكبَرَ".

ترجمہ: یوم عرفہ جب جمعہ کے دن ہو، تو وہ حج، حج اکبر ہے۔

ہمارے پاک و ہند میں یہ روایت تقریباً انھیں لفظوں سے عام ہے۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

حدیث کی تحقیق دو بنیادی اجزاء پر مشتمل ہے:

۱۔ حدیث کی مصادرِ اصلیہ سے تخریج

۲۔ روایت پر ائمہ حدیث کا کلام اور اس کا فنی حکم

مصادرِ اصلیہ سے تخریج:

علامہ ابن الاثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۰۶ھ) "جامع الأصول" [1] میں

---

[1] جامع الأصول: ۱۰/۱۶۸، رقم: ۱۸۵۲، ت: محمد حامد الفقي، إحياء التراث العربي- بيروت، الطبعة الرابعة ۱۴۰۴ھ.

لکھتے ہیں:

"(ط)طلحة بن عبيدالله بن كَرِيز:أنّ رسولَ الله ﷺ قال:أفضلُ الأيام يوم عَرَفةَ وَافقَ يومَ الجمعة، وهو أفضلُ مِنْ سبعين حجّة في غير يوم جمعة، وأفضلُ الدعاء دعاءُ يومِ عرفةَ، وأفضلُ ماقلتُ أنا والنبيّون مِنْ قَبْلِي: لااله إلّا الله وحده لاشريك له. أخْرَجَ المُوَطّأُ مِنْ قوله: أفضلُ ماقلتُ، والحديث بطُوله أخْرَجه رَزِين".

طلحہ بن عبید اللہ بن کَرِیز فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ یوم عرفہ جو جمعہ کے روز ہو، تمام دنوں میں سب سے افضل ہے، اس دن کا حج جمعہ کے علاوہ کے ستر حج سے افضل ہے، اور افضل دعا، یوم عرفہ کی دعا ہے، اور میں اور مجھ سے قبل انبیا کا سب سے افضل قول "لا إله إلا الله وحده لا شريك له" ہے۔

(علامہ ابن الأثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) اس حدیث کا جزء "أفضلُ ماقلتُ" (سے آخر تک) موطا امام مالک میں منقول ہے، البتہ مکمل حدیث کی تخریج رَزِین رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔

واضح رہے کہ "جامع الأصول" کے بعض نسخوں (دار البیان - دمشق، ۹/۲۶۴) میں "أخرجه رزين" کی جگہ "ذکره رزين" ہے، واللہ اعلم۔

علامہ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وضاحت اور موطا امام مالک کی روایت:

علامہ ابن الأثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس مکمل حدیث کی تخریج حافظ رَزِین رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، البتہ "مُوطأ مالک" میں لفظ "أفضل الدعاء" سے آخر تک کا مضمون تو مذکور ہے، لیکن زیرِ بحث مضمون یعنی "أفضل الأيام يوم عرفة..." موجود نہیں، "موطأ إمام مالک"[1] کی روایت ملاحظہ ہو:

---

[1] موطأ مالک: ۱/۲۹۵، رقم: ۲۶۷، ت: الدکتور بشار عواد، دار الغرب الإسلامی، بیروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۷ھ۔

”وحدّثني عن مالک، عن زياد بن أبي زياد، عن طلحة بن عبيد الله بن كريز أنّ رسول الله ﷺ قال: أفضلُ الدعاء دعاء يوم عرَفَة، وأفضلُ ماقلتُ أنا والنبيُّون مِن قَبْلِي: لا إله إلّا الله وحده لا شريکَ له“.

طلحہ بن عبید اللہ بن کَرِیز سے منقول ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”افضل دعا، یوم عرفہ کی دعا ہے، اور میرے اور مجھ سے قبل انبیاء کے اقوال میں افضل ”لا إله إلّا الله وحده لا شريکَ له“ ہے“۔

”التَجرِید للصِّحَاح والسُّنَن“ کا مختصر تعارف:

ماقبل میں علامہ ابن الاثیر الجَزَرِی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام سامنے آچکا ہے کہ زیرِ بحث مکمل روایت حافظ رَزِین رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کی ہے، دراصل حافظ رَزِین بن معاویہ عبدری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۳۵ھ) نے ”التَجرِید للصِّحَاح والسُّنَن“ کے نام سے ایک کتاب اَسانید ذکر کیے بغیر، ابواب پر مرتب کی ہے، اس کتاب میں صحیحین، موطأ مالک رحمۃ اللہ علیہ، سنن ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، سنن اَبی داوٗد رحمۃ اللہ علیہ اور سنن نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث جمع کی گئی ہیں، چنانچہ علامہ ابن الاثیر جَزَرِی رحمۃ اللہ علیہ نے ”جامع الأصول“ [1] میں ”التَجرِید للصِّحَاح والسُّنَن“ کا تعارف ان لفظوں میں کیا ہے:

”وتلاهم آخراً أبو الحسن رَزِين بن معاوية العبدري السرقسطي، فجمع بين كتب البخاري ومسلم والموطأ لمالک وجامع أبي عيسى الترمذي وسنن أبي داود السِجِسْتَانِي وسنن عبدالرحمن النسائي، رحمة الله عليهم، ورَتَّبَ كتابَه على الأبواب دون المسانيد“.

”التَجرِید للصِّحَاح والسُّنَن“ کے اس مختصر تعارف سے حافظ ابن الاثیر الجَزَرِی رحمۃ اللہ علیہ کے سابقہ کلام کی مزید وضاحت بھی ہوگئی کہ حافظ رَزِین رحمۃ اللہ علیہ کے منہج کے

[1] جامع الأصول: الفصل الثالث، ۱/ ۱۹، ت: محمد حامد الفقي، إحياء التراث العربي-بيروت، الطبعة الرابعة ۱۴۰۴ھ.

مطابق "التجرید" کی زیرِ بحث روایت بھی سند سے خالی ہے۔

روایت پر کلام:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زُرقانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبد الروف المناوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین کرام نے اس روایت کو "بے اصل" قرار دیا ہے، ذیل میں محدثین عظام کے اقوال اور آخر میں ان کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

۱-علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ "زَادُ المَعَاد" [1] میں لکھتے ہیں:

"وأما ما استَفَاضَ على أَلْسِنَة العَوَام بأَنَّها تَعْدِلُ ثنتين وسبعين حَجَّةً، فبَاطِلٌ لاأصلَ له عن رسول الله ﷺ،ولا عن أحدٍ مِنَ الصَّحابَة والتَّابِعِين، والله أعلم".

یہ جو زبان زدعام ہے کہ (اگر عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ حج) بہتّر حج کے برابر ہے، یہ باطل ہے، رسول اللہ ﷺ سے اس کی کوئی اصل ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی اصل ثابت ہے، واللہ اعلم۔

۲-حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباري" [2] میں رقم طراز ہیں:

"وأما ماذَكَرَه رَزِين في جامعه مرفوعاً:خيرُ يومٍ طَلَعَتْ فيه الشَّمْسُ يومُ عَرَفَة وافق يومَ الجُمُعَة، وهو أفضلُ مِنْ سبعين حَجَّة في غيرها، فهو حديثٌ لاأعْرِفُ حالَه، لأنَّه لم يَذْكُرْ صَحَابِيَّه ولا مَنْ أخْرَجَه، بل

---

[1] زاد المعاد: ۱/ ۶۵، ت:شعیب الأرنؤوط وعبدالقادر الأرنؤوط، مؤسّسة الرسالة-بيروت، الطبعة السابعة وعشرون ۱۴۱۵ھ.

[2] فتح الباري:باب اليوم أكْمَلْتُ لكم...۸/ ۲۷۰، رقم:۴۶۰۶، دار المعرفة-بيروت.

أُدْرِجَه في حديث الموطأ الذي ذكره مُرْسَلاً عن طلحة بن عبد الله بن كَرِيز، وليست الزِيادة المذكورةُ في شيءٍ مِنَ المُوطّات، فإنْ كان له أصلٌ احتمل أن يُراد بالسبعين التَحْدِيدُ أو المُبَالَغة، وعلى كُلٍ مِنْهما فتَثبتُ المَزِيّة بذلك، والله أعلم".

رَزِین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "جامع" میں یہ روایت مرفوعاً ذکر کی ہے کہ یوم عرفہ جو جمعہ کے دن ہو، ان تمام دنوں سے بہتر ہے، جن پر سورج طلوع ہوتا ہے، اور یہ حج دوسرے حج سے ستّر درجے افضل ہے۔ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) اس روایت کی مجھے معرفت نہیں ہے، کیونکہ امام رَزِین رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں نہ تو صحابی کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی یہ لکھا ہے کہ اس روایت کی تخریج کس نے کی ہے، البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت (یعنی افضل دعا، یوم عرفہ کی دعا ہے، اور میرے اور مجھ سے قبل انبیا کے اقوال میں افضل "لا إله إلا الله وحده لاشريك له" ہے) کو طلحہ بن عبید اللہ بن کَرِیز سے مرسلاً تخریج کیا ہے، لیکن مذکورہ اضافہ (یعنی یوم عرفہ جو جمعہ کے دن ہو، ان تمام دنوں سے بہتر ہے، جن پر سورج طلوع ہوتا ہے) موطات کے نسخوں میں سے کسی نسخے میں موجود نہیں ہے، پھر اگر اس کی اصل ہو بھی، تو اس میں اس کا احتمال ہے کہ سبعین (ستر) سے مراد تحدید (حد بندی) یا مبالغہ ہو، چنانچہ دونوں معنیٰ (تحدید یا مبالغہ) کی صورت میں فضیلت ثابت ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں دو امور قابلِ ضبط (تحریر) ہیں:

۱- امام رَزِین رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت بلا سند تخریج کی ہے، اور میں اس روایت کی "اصل" سے واقف نہیں ہوں۔

۲-روایت کا یہ جزء، (یوم عرفہ جو جمعہ [illegible] بہتر ہے، جن پر سورج طلوع ہوتا ہے) موطات میں سے [illegible] البتہ [illegible] امام مالک میں صرف یہ روایت موجود ہے:

”افضل دعا، یوم عرفہ کی دعا ہے، اور میرے اور مجھ سے [illegible] افضل لا إله إلّا الله وحده لا شريك له ہے“۔

تقریباً یہی کلام علامہ ابن الاثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ کا ماقبل میں گذر چکا [illegible]

۳-علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ زُرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شَرْحُ الزُرْقَاني على موطأ مالک“ [1] میں اور علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”فیض القدیر“ [2] میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر تقریر اور متابعت (پیروی) فرمائی ہے۔

۴-علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ”رَدُّ المُحتار“ [3] میں لکھتے ہیں:

”رواه رزِين بن معاوية في تَجْرِيد الصِّحَاح اه. لكن نَقَلَ المُنَاوِي عن بعض الحُفَّاظ أنّ هذا الحديث باطلٌ لاأصل له. نعم ذَكَرَ الغزاليُ فى الإحياء: قال بعضُ السَّلَف: إذا وافق يومُ عرفة يومَ الجمعة غفر لكُلِّ أهل عَرَفَة“.

رَزِین بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”تجرید الصحاح“ میں اس کی تخریج کی ہے...... لیکن مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض حفاظ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث باطل، بے اصل ہے، البتہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ”إحياء“ میں ذکر کیا ہے کہ بعض سلف کا

---

[1] شرح الزُرْقَاني على موطأ الإمام مالک: ۳۸۷/۱، ماجاء فی الدعاء، المطبعة الخيرية بمصر، الطبعة ۱۳۱۰ھ.

[2] فیض القدیر: ۴۹۵/۳، رقم: ۴۰۹۶، دار المعرفة - بیروت، الطبعة الثانية ۱۳۹۱ھ.

[3] رَدُّ المُحتار: مطلب في فضل وقفة يوم الجمعة، ۴۷/۴، دار عالم الكتب-الرياض، الطبعة

ارشاد ہے: جب یومِ عرفہ، جمعہ کے دن ہو تو سب عرفہ والوں کی بخشش ہو جاتی ہے۔

۵- علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ محمد عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ "تُحفَةُ الأَحوَذِي"[1] میں لکھتے ہیں:

"تنبیه: قد اشتُهِرَ بين العوام أنّ يومَ عرفة إذا وَافَقَ يومَ الجُمُعَة كان الحَجُّ حَجاً أكبر لا أصلَ له..."۔

تنبیہ: زبان زد عام ہے کہ یوم عرفہ جب جمعہ کے دن ہو، تو وہ حج، حج اکبر ہے، یہ بے اصل بات ہے......"۔

ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنّی حکم:

محدثینِ کرام کے اقوال آپ کے سامنے آچکے ہیں، ان اقوال میں حافظ ابن قَیِّمِ الجوزیّہ رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں اس روایت کو باطل کہا ہے، اسی طرح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زُرقانی رحمۃ اللہ علیہ، عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثینِ کرام نے یہ ہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ روایت بے اصل ہے اور سنداً ثابت نہیں ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام منسوب کیا جا سکتا ہے، جو کسی معتبر سند سے ثابت ہو، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اس روایت کو بیان کرنا جائز نہیں ہے، محدثینِ کرام کے اس فنی مسلمہ قاعدے کو شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے "المَصنُوع في مَعرِفة الحديث الموضوع للعلاّمه علي القاري"[2] کے مقدمہ میں ان لفظوں میں ذکر کیا ہے:

"...وإذا كان الحديثُ لا إسنادَ له، فلا قيمةَ له ولا يُلتَفتُ إليه، إذ

---

[1] تحفة الأحوذي: ۳۱/۴، رقم: ۹۲۵، ت: عبدالوهاب عبداللطيف، دار الفكر-بيروت.

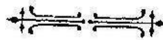
[2] المصنوع: شذرات في بيان بعض الاصطلاحات، ص: ۱۸، ت: الشيخ عبدالفتّاح أبو غُدَّة، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی.

الإعتمادُ في نقل كلامِ سيّدِنا رسول الله ﷺ إنما هو على الإسناد الصحيح الثابت أو مايقع موقعه، وماليس [illegible]"۔

"......اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت اور غیر قابلِ التفات ہے؛ کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ کے کلام کو نقل [illegible] میں اعتماد صرف اسی سند پر ہوسکتا ہے، جو صحیح ثابت شدہ ہو، یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے۔

اہم فائدہ:

واضح رہے کہ سابقہ تحقیق اس حیثیت سے تھی کہ یہ روایت ان خاص الفاظ سے ثابت نہیں ہے، البتہ یہ الگ بات ہے کہ جمعہ کی فضیلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ یوم عرفہ کی فضیلت میں مزید اضافہ فرمادیں، اور یہ قرینِ قیاس بھی ہے، واللہ اعلم۔



روایت نمبر: (۱۹)

روایت: ''دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں''۔

حکم: یہ روایت ان الفاظ سے آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے؛ اس لیے بیان نہیں کر سکتے، البتہ اس مضمون کی دوسری روایت آپ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح آنحضرت ﷺ کے ہر گوشۂ حیات کو محفوظ رکھا ہے، اسی طرح آپ ﷺ کے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال وافعال کو ہر رطب ویابس سے صاف رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول وفعل بھی شریعت کا حصہ ہے، لیکن یہاں ایک انتہائی نازک اور حساس پہلو یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال، آپ ﷺ کے ارشادات سے ممتاز رہیں، تاکہ مسائل کے استنباط اور دیگر شرعی امور میں التباس واقع نہ ہو، چنانچہ محدثینِ کرام اور فقہائے عظام نے ان نصوصِ شریعت کو ہمیشہ خلط ہونے سے محفوظ رکھا ہے۔ اسی طرح اقوال سلف بھی اسلامی تاریخ کا ایک مستند اور قابلِ فخر ذخیرہ ہے، انہیں بھی علمائے امت نے امتیازی شان کے ساتھ زینت بخشی ہے، چنانچہ جہاں کہیں بھی ارشاداتِ صحابہ رضی اللہ عنہم یا اقوالِ سلف کو آپ ﷺ کے فرامین کے ساتھ خلط کیا گیا ہے، محدثینِ کرام نے ان روایات کا تعاقب فرمایا ہے، کتب مشتہرات (زبان زد عام روایات پر مشتمل کتب) میں علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کی ان خدمات کا بخوبی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

اسی فریضے کے پیشِ نظر ذیل میں ایک ایسی ہی مشہور روایت پیش کی جائے گی، جس کے الفاظ آپ سے ثابت نہیں ہیں، ایسی روایت کا حکم محدثین کرام کے نزدیک یہ ہے کہ اسے آپ کی جانب منسوب نہیں کیا جائے؛ کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف

ایسا کلام ہی منسوب ہوسکتا ہے، جو معتبر سند سے ثابت ہو، البتہ اس روایت کے معنی پر مشتمل دیگر مرفوع (آپ ﷺ کا قول) اور موقوف (صحابی کا قول) روایات ثابت ہیں (تفصیل آگے آئے گی)۔

دورانِ تحقیق لفظِ مرفوع اور لفظِ موقوف کثرت سے استعمال ہوگا، اس لئے ذیل میں ان اصطلاحات کی عام فہم تعریف لکھی جائے گی۔

حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ اپنے ''مقدّمة'' میں[1] حدیثِ مرفوع اور حدیثِ موقوف کی تعریف ان لفظوں سے کی ہے۔

''وهو ما أضِيْفَ إلى رسولِ الله ﷺ خاصّةً''.

جو بات (قول، فعل، تقریر) خاص آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کی جائے، وہ مرفوع ہے۔

''وهو ما يُرْوَى عن الصحابة رضي الله عنهم مِنْ أفعالِهم وأقوالِهم ونحوِها...''.

اور صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول اقوال اور افعال وغیرہ، موقوف کہلاتے ہیں......''۔

عنوانِ روایت:

''الدُّنيا جِيْفَةٌ وطُلاّبُها كِلاَبٌ''.

ترجمہ: دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

اس حدیث کی تفصیلی تحقیق سے قبل، اِس کا خلاصہ ذہن نشین کرلیں؛ تاکہ ہر مرحلے کو سمجھنا آسان رہے۔

۱- یہ روایت انہیں الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

---

[1] مقدمة ابن الصلاح: النوع السادس...، ص: ۱۱٦، ت: الدكتور عبد اللطيف والشيخ ماهر ياسين، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

۲-اس روایت سے ملتے جلتے الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں۔

۳-اس روایت کے الفاظ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، لیکن اس مضمون پر مشتمل دوسری روایات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معتبر سند کے ساتھ منقول ہیں۔

تحقیق کے مختلف مراحل:

پہلے ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موقوف (صحابی کا قول) روایت اور اس کا فنی حکم ذکر کریں گے۔

پھر روایت کے مضمون پر مشتمل مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) روایات لکھی جائیں گی۔

آخر میں زیرِ بحث روایت "الدُّنیا جِیفَة وطُلاَبُها کِلاَبٌ" کے بارے میں علما کے اقوال لکھے جائیں گے، جن میں صاف لفظوں میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ روایت ان لفظوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، چنانچہ اس روایت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی موقوف (صحابی کا قول) روایت:

حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "حلیة الأولیاء" [1] میں رقمطراز ہیں:

"حدثنا أبو یعلی الحُسین بن محمد الزبیري، ثنا محمد بن المسیب، ثنا عبداللّٰه بن خُبَیق، سَمِعْتُ یوسف بن أسباط یقول: الدُّنیا دَارُ نعیم الظَّالِمین. وقال عَلِيّ بن أبي طالب رضي اللّٰه عنه: الدُّنیا جِیفَةٌ فَمَنْ أرَادَها فَلْیَصْبِرْ علی مُخَالَطَةِ الكِلاَبِ".

ترجمہ: "عبداللہ بن خُبیق فرماتے ہیں کہ میں نے یوسف بن اسباط کو فرماتے ہوئے سنا: یہ دنیا ظالم لوگوں کی نعمتوں کا ٹھکانہ ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ دنیا مردار ہے، چنانچہ جو شخص اس کا

[1] حلیة الأولیاء: ۲۳۸/۸، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة ۱۴۰۹ھ.

خواہش مند ہو، وہ کتوں سے جھگڑنے کو برداشت کرے۔"

یہ روایت حافظ ابن الاثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "أسد الغابة" [1] میں تخریج کی ہے، "حلية الأولياء" اور "أسد الغابة لابن الأثير" کی یہ دونوں سندیں یوسف بن اسباط پر مشترک ہوجاتی ہیں۔

ایک اہم وضاحت:

واضح رہے کہ "حلية الأولياء" کی مذکورہ سند میں یوسف بن اسباط سے نقل کرنے والے راوی کا نام عبداللہ بن خُبیق ہے، البتہ "أسد الغابة" کی سند میں یوسف بن اسباط سے نقل کرنے والے راوی کا نام عبداللہ بن خُبیق کی جگہ، عبداللہ بن حنیف لکھا گیا ہے، اور "سِیَر أعلام النبلاء" اور "تاريخ الإسلام" میں، یوسف بن اسباط سے روایت نقل کرنے والوں میں عبداللہ بن خُبَیق کا نام مذکور ہے، اس لئے قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہ نام عبداللہ بن خُبَیق ہے، جو عبداللہ بن حنیف سے مصحَّف یعنی تبدیل ہوا ہے، واللہ اعلم۔

رُواتِ سند پر ائمہ رجال کا کلام:

مذکورہ سند میں کل چار راوی ہیں، ذیل میں ہر ایک کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال ذکر کیے جائیں گے، اور آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس موقوف روایت کا فنی حکم بھی لکھا جائے گا:

۱-أبو يعلى الحسين بن محمد الزبيري:

موصوف کا ترجمہ مجھے نہیں مل سکا، البتہ "أسد الغابة" [2] کی سند میں ابواسحاق ابراھیم بن محمد المزکی نے ابویعلی حسین کی متابعت کی ہے، یعنی "أبو إسحاق إبراهيم" نے ابویعلی کے شیخ "محمد بن المسيب" سے یہی روایت نقل کی ہے، ابواسحاق ابراھیم

---

[1] أسد الغابة: زهد علي رضي الله عنه وعدله، ۹۶/۴، ت: الشيخ علي محمد المعوض والشيخ أحمد الموجود، دار الكتب العلمية-بيروت.

[2] أسد الغابة: زهد علي رضي الله عنه وعدله، ۹۶/۴، الشيخ علي محمد المعوض والشيخ أحمد الموجود، دار الكتب العلمية-بيروت.

بن محمد المزی کے بارے میں حافظ ذہبی "سِیَر أعلام النُبلاء" [1] میں لکھتے ہیں:

"الإمام، المُحدِّثُ، القُدْوَة... شَیخُ بَلَدِه ومُحدِّثه". (اپنے شہر کے شیخ اور محدث)

پھر بعد میں ابویعلیٰ الزبیری کا ترجمہ "تاریخ الإسلام" (۸/۴۰۰، ت: بشار عواد، دار الغرب الإسلامي-بیروت) میں بلا جرح وتعدیل مل گیا۔

۲-محمد بن المسیب بن إسحاق بن عبدالله:

موصوف کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام" [2] میں لکھتے ہیں:

"الحافظ الجَوّال الزاهد... قال أبو عبدالله الحاكم: كان مِنَ العباد المجتهدين....".

"......ابوعبداللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محمد بن مسیب عبادت گذار مجتہدین میں سے تھا......"۔

۳-عبدالله بن خُبَیق الأنطاكي الزاهد:

موصوف کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام" [3] میں لکھتے ہیں:

"صاحبُ یوسف بن أسباط، له كلام حَسَنٌ في التَّصَوُّف والمُعَامَلَة... وقد رَوَى عن یوسف، عن الثوري، عن المُنْكَدِر، عن جابر رَفَعَه قال: مُداراةُ النّاسِ صَدَقَةٌ. قال الطَّبَراني: لم یروه عن الثوری إلاّ یوسف، تفرّد به ابنُ خُبَیق".

عبداللہ بن خُبیق، یوسف بن اَسباط کے (روایت نقل کرنے والے) ساتھی ہیں، عبداللہ بن خُبیق کا تصوف اور معاملات میں اچھا کلام ہے۔

اس کے بعد حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے موصوف کی ایک

---

[1] سِیَر أعلام النبلاء: ۱۶/ ۱۶۳، ت: شعیب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة-بیروت، الطبعة الثانیه ۱۴۰۴ھ.

[2] تاریخ الإسلام: ۷/ ۲۴۵، رقم: ۱۰۸۶۴، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۵ء.

[3] تاریخ الإسلام: ۸/ ۶۵۱، رقم: ۷۸۴۴، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۵ء.

مرفوع روایت نقل کی، جس میں عبداللہ بن خبیق اور ان کے شیخ یوسف بن اَسباط دونوں متفرد (یعنی نقلِ روایت میں تنہا) ہیں، جب کہ انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "لوگوں سے نرمی سے پیش آنا صدقہ ہے"۔

"الجرح والتعدیل" [1] میں ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ولم أكْتُبْ عنه، كَتَبَ إلَيَّ أبي بِجُزْءٍ مِنْ حَدِيثه".

میں نے عبداللہ بن خبیق کی احادیث نہیں لکھیں، حالاں کہ میرے والد (ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ) نے ابن خبیق کی روایتوں کا ایک جزء (مجموعہ) میری طرف بھیجا تھا۔

۴- یوسف بن أسباط الشیبانی الزاہد الواعظ:

موصوف کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال" [2] میں لکھتے ہیں:

"وَثَّقَه يحيى بن مَعِين، وقال أبو حاتم: لا يُحْتَجُّ به، وقال البُخارِي: كان قد دَفَنَ كُتُبَه، فكان لا يجيء بِحَديث كما ينبغي".

یحیی بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ نے یوسف بن اَسباط کی توثیق کی ہے، ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "یوسف" سے احتجاج درست نہیں ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "یوسف بن اَسباط" نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھی، چنانچہ وہ حدیث کو مناسب طریقے پر پیش نہیں کر سکتا تھا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان" [3] لکھتے ہیں:

"... قال [ابن عدي]: ويوسف عندي مِنْ أهل الصِّدْقِ، إلا أنّه لما عُدِمَ كُتُبه، كان يَحْمِلُ على حِفْظِه، فيَغْلطُ ويَشْتَبَهُ عليه، ولا يَتَعَمَّدُ

[1] الجرح والتعدیل: باب العین، ۵/ ۵۳، رقم: ۲۵۵۰، ت: مصطفی عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۲ھ۔

[2] میزان الاعتدال: ۴/۴۶۲، رقم: ۹۸۵۶، تحقیق: علي محمد البجاوي، ناشر: دار المعرفة-بیروت۔

[3] لسان المیزان: ۸/۵۴۸، رقم: ۸۶۷۹، الشیخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، دار البشائر الإسلامیة، الطبعة الأولی ۱۴۲۳ھ۔

الكِذبَ، وذَكَرَه ابنُ حِبّان في الطبقة الثالثة مِنَ "الثقات"...".

"......ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "یوسف" میرے نزدیک "اہل صدق" میں سے ہیں، البتہ جب ان کے پاس اپنی کتابیں نہ رہیں تو وہ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرتے تھے، جس کی وجہ سے حدیث میں غلطیاں ہونے لگیں، اور انھیں احادیث میں اشتباہ بھی ہو جاتا تھا، البتہ ایسا نہیں تھا کہ وہ جان بوجھ کو جھوٹ بولتے تھے، (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں) اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے "یوسف بن اَسباط" کو ثقات کے تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے....."۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت کا فنی حکم:

آپ سند کے تمام راویوں کے حالات تفصیل سے ملاحظہ فرما چکے ہیں، ان راویوں میں کوئی ایسا راوی نہیں جس کی وجہ سے یہ کہا جائے کہ یہ روایت درجۂ اعتبار سے ساقط ہے، چنانچہ اس روایت کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کر کے بیان کرنا درست ہے۔

زیرِ بحث روایت کے مضمون پر مشتمل مرفوع روایات:

اگرچہ علمائے کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ "الدنيا جِيفَةٌ وطُلَّابُها كِلَابٌ". یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے (اس کی تفصیل عنقریب آئے گی)، اس لیے ان الفاظ سے یہ روایت بیان کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اس مضمون پر مشتمل مرفوع روایات (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وغیرہ) ثابت ہیں، ذیل میں ایسی دو مرفوع روایات اور ان کا فنی حکم لکھا جائے گا۔

پہلی مرفوع روایت:

امام ابوبکر البزّار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مسند" [1] میں تخریج کی ہے:

---

[1] البحر الزخار: ۱۳/ ۸۹، رقم: ۶۴۴۴، ت: محفوظ الرحمن زين الله، مكتبة العلوم والحكم- المدينة المنورة، الطبعة ۱۴۲۴ھ.

"وبإسناده [حدثنا محمد بن الحسن، نا هاني بن المتوكل: نا عبد الله بن سليمان، عن إسحاق، عن أنس رضي الله عنه] رفعه قال: "ينادي مناد: دَعُوا الدُّنْيَا لأَهْلِهَا، دَعُوا الدُّنْيَا لأَهْلِهَا، دَعُوا الدُّنْيَا لأَهْلِهَا ثلاثًا من أَخَذَ مِنَ الدُّنْيَا أَكْثَرَ مِمَّا يَكْفِيهِ، أخذ جيفة وهو لا يشعر". وهذه الأحاديثُ لانَعْلَمُ تُرْوَى عن النبي ﷺ، إلا من هذا الوجه عن أنس...".

حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ایک منادی کہتا ہے: دنیا کو دنیا داروں کے لیے چھوڑ دو، دنیا کو دنیا داروں کے لیے چھوڑ دو، دنیا کو دنیا داروں کے لیے چھوڑ دو۔ یعنی تین دفعہ یہ ارشاد فرمایا۔ جو شخص کفایت سے زیادہ دنیا لے تو وہ مردار لینے والا ہے اور اس کو اس کا شعور نہیں ہوتا۔

(امام ابوبکر البزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اور آپ ﷺ کی یہ احادیث، جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، ہماری معلومات کے مطابق صرف اسی سند سے منقول ہیں......"۔

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ "مَجمَعُ الزوائد"[1] میں مذکورہ روایت نقل کرکے لکھتے ہیں:

"رواه البَزّار وقال: لا يُرْوَى عن النَّبِيِّ ﷺ إلا مِنْ هذا الوجه. وفيه هانيء بن المتوكل وهو ضعيف".

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی تخریج کی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے یہ روایت صرف اسی طریق سے مروی ہے اور اس میں "هانی بن متوکل" ضعیف راوی ہے۔

---

[1] مجمع الزوائد: باب ترک الدنیا لأهلها، ۱۰/۳۴۶، رقم: ۱۷۸۵۹، ت: الشیخ عبد اللہ الدرویش، دار الفکر-بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۵ھ.

مسند بزّار کی روایت کا فنی حکم:

اس روایت میں حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق، "ھانی بن متوکل" ضعیف راوی ہے، اور ضعیف روایات جمہور علما کے نزدیک فضائل کے باب میں بیان کی جاسکتی ہیں، بشرطیکہ روایت ضعفِ شدید سے خالی ہو، چنانچہ یہ مرفوع روایت بیان کرنا درست ہے۔

دوسری مرفوع روایت:

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی ایک دوسری مرفوع روایت بھی مروی ہے، چنانچہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الدُرَرُ المُنتثِرَة" [1] میں پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سابقہ موقوف روایت علامہ ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی ہے، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کی یہ مرفوع روایت تحریر فرمائی ہے:

"وأخرج الدَّيلمي عن عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰه عنه مرفوعاً: وأوحى اللّٰه تعالى إلى داود: ياداودُ! مَثَلُ الدُّنيا كمثل جِيفَةٍ، اجْتَمَعَتْ عليها الكِلاَبُ يَجُرُّونها، أفَتُحِبُّ أن تَكُونَ كَلْباً مثلهم تَجُرُّ معهم".

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داوٗد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے داوٗد! دنیا کی مثال اس مردار کی طرح ہے، جس پر کتے جمع ہو کر اس کو نوچ رہے ہوں، کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم بھی ان جیسے کتّے بن کر اسے نوچو؟!

دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کا فنی حکم:

"مسند الفردوس" مہیا نہ ہونے کی وجہ سے بندہ اب تک اس روایت پر مطلع نہیں

---

[1] الدرر المنتثرة: ۱۴۹، رقم: ۲۲۹، محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۰۸ھ۔

ہوسکا، البتہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الدرر المنتثرة" میں یہ روایت نقل کر کے سکوت فرمایا ہے، واللہ اعلم۔

یہاں تک زیرِ بحث روایت (الدنیا جیفة وطلابها کلاب) کے موقوف طریق اور اس کے مضمون پر مشتمل مرفوع روایتوں اور ان کے فنی احکام کو بیان کیا گیا ہے، ذیل میں مذکورہ روایت کے الفاظ کے بارے میں فنی تحقیق لکھی جاتی ہے۔

عنوانِ روایت

"الدنيا جيفة وطلابها كِلابٌ".

اس روایت کی تحقیق دو بنیادی اجزا پر مشتمل ہے:

۱۔روایت کے بارے میں ائمہ کا کلام

۲۔ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم

روایت پر کلام:

علامہ صَغانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نجم الدین الغزّی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ احمد بن عبدالکریم العامری رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ اسماعیل العجلونی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین کرام نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ روایت ان لفظوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

۱-علامہ نجم الدین الغزّی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ نجم الدین الغزّی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۶۱ھ) "إتقانُ مايحسُن مِنَ الأخبارِ الوَارِدَةِ على الألسُنِ" [1] میں لکھتے ہیں: "...... (الدنيا جِيفَةٌ وَطُلابُها كِلابٌ) ليس هذا اللَّفظ في المَرْفُوع".

"...... (دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں) یہ الفاظ مرفوعاً

[1] إتقان مايحسن: ۲۰۸، رقم: ۷۸۹، ت: الدكتور يحيى مراد، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۴ھ.

(آپ ﷺ کا قول) ثابت نہیں ہیں"۔

۲-علامہ احمد بن عبد الکریم العامری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ احمد بن عبد الکریم العامری رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۴۳ھ) "الجدُ الحثیث في بیان ما لیس بحدیث" [1] میں لکھتے ہیں:

"لیس بهذا اللَّفظِ في المَرْفُوع، نعم، جاء عن علي رضي الله عنه: الدنيا جِيفَةٌ، فَمَنْ أرادها فلْيَصْبِرْ على مُخالَطَةِ الكِلاَبِ، وفي الحديث: دَعُوا الدُّنيا لأهلِها، دَعُوا الدُّنيا لأهلها، وفي الحديث: مَنْ أخَذَ مِنَ الدُّنيا فوقَ مايَكْفِيه، أخذ جِيفَةً وهو لا يَشْعُرُ".

یہ الفاظ مرفوعاً ثابت نہیں ہیں، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ "دنیا مردار ہے، لہذا جو شخص اس دنیا کا خواہش مند ہو، وہ کتوں سے جھگڑنے کو برداشت کرے۔" اور ایک اور حدیث میں آتا ہے: "دنیا کو دنیا داروں کے لیے چھوڑ دو، دنیا کو دنیاداروں کے لیے چھوڑ دو"، اور ایک دوسری حدیث میں ہے: "جو شخص دنیا سے اپنی کفایت سے زائد لے گا، تو وہ مردار کو لینے والا ہے، حالاں کہ اسے اس کا شعور نہیں"۔

علامہ احمد بن عبد الکریم العامری رحمۃ اللہ علیہ نے جن روایتوں کا ذکر کیا ہے، یہ روایتیں "الدنيا جِيفَةٌ وَطُلاَّبُها كِلاَب" کے مضمون پر مشتمل موقوف (صحابی رضی اللہ عنہ کا قول) اور مرفوع (آپ ﷺ کا قول) احادیث ہیں، ان کی تفصیل اور فنی حکم ماقبل میں گزر چکا ہے، دوبارہ مراجعت فرمالیں۔

۳-حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ اسماعیل عجلونی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۶۲ھ) "كَشْفُ الخَفاء" [2] میں لکھتے ہیں:

---

[1] الجد الحثیث: ۱۰۰، رقم: ۱۶۵، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم-بیروت.

[2] کشف الخفاء: حرف الدال، ۱/۴۶۸، رقم: ۱۳۱۳، ت: د. عبد الحمید هنداوي، المکتبة العصریة-بیروت، الطبعة ۱۴۲۷هـ.

”الدنيا جِيفَةٌ، وطُلاَّبُهَا كِلاَبٌ“، قال الصغاني: موضوعٌ، أقول: وإنْ كان معناه صحيحا لكِنّه ليس بحديث“.

”دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں“۔ علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے، میں (حافظ اسماعیل عجلونی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں: اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے، لیکن یہ حدیث نہیں ہے۔

اس کے بعد حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ نجم الدین غزی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث پر کلام نقل کیا، جسے ہم ماقبل میں لکھ چکے ہیں، آخر میں حافظ اسماعیل عَجلَونی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے مضمون پر مشتمل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار ذکر کیے، ملاحظہ ہو:

ومن يأمن الدنيا فاني طعِمتُها　　وسيق إلينا عذبُها و عَذَابُها
فما هي إلا جيفة مستحيلة　　عليها كلاب همهن اجتذابها
فان تجتنبها كنت سلماً لأهلها　　وان تجتذبها نازعتک كلابها

ترجمہ: اور دنیا میں کون مامون رہا ہے، میں نے اس دنیا کو اس حالت میں چکھا ہے کہ اس کی خوش گوار اور تکلیف دہ چیزیں ہمیں پہنچتی رہی ہیں۔
یہ دنیا ایک مردار جانور کی مانند ہے، جس پر کتے اکھٹے ہو کر اسے نوچنے کی فکر میں ہوں۔
چنانچہ اگر تو اس دنیا سے کنارہ کش رہے گا، تو ان دنیا داروں سے سلامتی پا لے گا، اور اگر تو بھی اسے نوچنا چاہے گا تو یہ کتے تجھ سے جھگڑا کریں گے۔

ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

علامہ صَغَانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نجم الدین غزّی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ احمد بن عبدالکریم عامری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ اسماعیل عَجلَونی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین کرام نے روایت: ”الدنيا جيفة وطُلاَّبُهَا كِلاَبٌ“. (دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں) کے

بارے میں یہ تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ سے ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت ثابت نہیں ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی طرف صرف ایسا کلام ہی منسوب ہوسکتا ہے، جو پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہو، بصورت دیگر روایت قابل التفات و بیان نہیں رہتی، چنانچہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ "المصنوع في معرفة الحديث الموضوع للعلامه علي القاري" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"...وإذا كان الحديث لا إسناد له، فلا قيمةَ له ولا يُلْتَفَتُ إليه، إذ الإعتماد في نقل كلام سيدنا رسول الله ﷺ إلينا، إنّما هو على الإسناد الصحيح الثابت أو مايقع موقعه، وما ليس كذلك فلا قيمة له". [1]

"......اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت اور غیر قابل التفات ہے، کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ کے کلام کو نقل کرنے میں اعتماد صرف اسی سند پر ہوسکتا ہے، جو صحیح ثابت شدہ ہو، یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے۔

تمام روایات کا حاصل:

"الدنيا جيفة وطُلاّبُها كِلاَبٌ". ترجمہ: دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔ اس روایت کی تحقیق تفصیل سے بیان کی جا چکی ہے، یہاں آخر میں اس مکمل بحث و تحقیق کے نتائج ملاحظہ ہوں:

۱- یہ روایت انہیں الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے؛ اس لیے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

۲- اس روایت سے ملتے جلتے الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں، روایت یہ ہے:

---

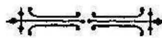
[1] المصنوع: شذرات في بيان بعض الإصطلاحات، ص: ۱۸، ت: الشيخ عبدالفتاح أبو غُدّة، ایچ۔ایم۔ سعید کمپنی کراچی۔

الدُنیا جِیفَۃٌ فَمَنْ أَرَادَھا فلْیَصْبِرْ علی مُخالَطَۃِ الکلاب"۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ دنیا مردار ہے، لہذا جو شخص اس کا خواہش مند ہو، وہ کتوں سے جھگڑنے کو برداشت کرے۔

۳- اس روایت کے الفاظ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لیکن اس مضمون پر مشتمل روایات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معتبر سند کے ساتھ ثابت ہیں، چنانچہ "مسند بزار" کی روایت یہ ہے:

"عن أنس رضی اللہ عنہ رَفَعَه قال: یُنادِي مُنادٍ: دَعُوا الدُّنیا لأَھْلِھا، دَعُوا الدُّنیا لأَھْلِھا، دَعُوا الدُّنیا لأھلِھا- ثلاثاً- مَنْ أَخَذَ مِنَ الدُّنیا أَکْثَرَ مِمَّا یکْفیه أَخَذَ جِیفَۃً وھو لا یَشْعُرُ"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ایک منادی کہتا ہے: دنیا کو دنیاداروں کے لیے چھوڑ دو، دنیا کو دنیاداروں کے لیے چھوڑ دو، دنیا کو دنیاداروں کے لیے چھوڑ دو- یعنی تین دفعہ یہ ارشاد فرمایا- جو شخص کفایت سے زیادہ دنیا لے تو وہ مردار لینے والا ہے اور اس کو اس کا شعور نہیں ہوتا۔



روایت نمبر: (٢٠)

روایت: ''جو شخص ''لا إله إلا الله'' کہے اور اسے کھینچ کر پڑھے (یعنی لمبا کرے) تو اس شخص کے چار ہزار گناہ کبیرہ ختم (یعنی معاف) ہو جاتے ہیں''۔

حکم: من گھڑت

محدثینِ کرام ہر زمانے میں احادیث کو خس و خاشاک سے صاف کرتے رہے ہیں، ظاہر ہے ان کی یہ کاوشیں ساری امت پر احسان ہیں؛ کیوں کہ ان محدثینِ عظام نے لوگوں کے سامنے شریعت کو صاف اور نکھرے انداز میں پیش کر دیا ہے، لیکن ہمارے اس دور کا المیہ یہ ہے کہ جب ایک عامی شخص کے سامنے کسی زبان زد عام من گھڑت حدیث کا اظہار کیا جاتا ہے تو اسے یہ وہم ہونے لگتا ہے اس معنی اور مضمون کی بہت سی حدیثیں ثابت ہیں؛ لہذا اسے بیان کرنے میں بھی حرج نہیں ہونا چاہیے، گویا کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہر نیکی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کیا جا سکتا ہے، اسی طرح ہر برائی کی نفی کا انتساب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر سکتے ہیں، اور بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کو پھیلانے اور شر کو ختم کرنے والے ہیں، لیکن بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ایسا قول ہی منسوب ہو سکتا ہے، جو معتبر سند سے ثابت ہو، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب جھوٹی خبر منسوب کرنے پر سخت وعید ہے، چنانچہ ''الجامع الصحيح للبخاري'' میں ہے: ''مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ''.[1] ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔

---

[1] الجامع الصحيح للبخاري: باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم ١/٣٣، رقم الحديث: ١٠٧، ت: محمد زهير بن الناصر، دار طوق النجاة-بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ.

خاتم المحدثین امام عبد العزیز فرہاروی ﷫ نے "کوثر النبي وزُلال حَوْضِه الرَّوِي" [1] میں عوام کے انہیں سطحی وساوس کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

"كثيراً ما يَضَعُ الكذّابون ترغيباً في طاعةٍ، ونهياً عن معصيةٍ، فيرد المُحدِّثُ في حديثهم، فيظنُّ العامّة أنّ هذا إنكارٌ للطاعة والمعصية، فإذا قلنا: صلاة الأسابيع موضوعةٌ، وحديث: "مَنْ شَرِبَ البنج فعليه كذا". موضوعٌ، قال السامعُ: أفتى فلانٌ بأنّه لا ثوابَ للصلاة النافلة وأنّ البَنْجَ مباحٌ".

جھوٹے راوی اکثر نیکی میں رغبت دلانے اور برائی سے روکنے کے لیے حدیثیں گھڑ لیتے ہیں، پھر جب محدث اُن کی حدیثوں میں حرف گیری کرتا ہے تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو نیکی اور بدی کا انکار ہے، چنانچہ جب ہم نے لوگوں سے کہا کہ "صلاة الأسابيع" (یعنی خاص نوافل، جن کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ہے) من گھڑت ہے اور حدیث: "جو بھنگ پیے گا اس کو اتنا اتنا گناہ ہوگا"۔ یہ بھی موضوع ہے، اس پر ایک سننے والا کہنے لگا کہ فلاں نے فتوی دیا ہے کہ نفل نمازوں پر کوئی ثواب نہیں ملتا اور بھنگ پینا بلاشبہ جائز ہے۔

بہر حال عوامی حلقوں میں اس اہم فریضے کو خوب رائج کرنے کی ضرورت ہے کہ آپ ﷺ کی جانب کسی بات کو منسوب کرنے میں خوب احتیاط سے کام لینا چاہیے، اور من گھڑت، باطل حدیثوں سے سختی سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اسی مقصود کے پیشِ نظر، ذیل میں ایک ایسی ہی روایت بیان کی جائے گی جو باطل ہونے کے باوجود زبان زدِ عام ہے۔

عنوانِ روایت:

"مَنْ قال لا إله إلاّ الله ومدّها هدمت له ذنوب أربعة آلاف كبيرة".

---

[1] كوثر النبيِّ وزُلالُ حَوْضِهِ الرَّوِيّ: ص: ۱۰۵، المخطوط، نسخه العلامة عبد الله الولهاري (۱۲۸۳ھ).

ترجمہ: جو شخص "لا إله إلّا الله" کہے اور اسے کھینچ کر پڑھے (یعنی لمبا کرے) تو اس شخص کے چار ہزار گناہ کبیرہ ختم (یعنی معاف) ہو جاتے ہیں۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

روایت کی تحقیق چار اجزا پر مشتمل ہے:

۱-مصادر اصلیّہ سے تخریج

۲-روایت پر ائمہ حدیث کا کلام اور اس کا خلاصہ

۳-متکلم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ کے اقوال

۴-روایت کا فنی حکم

حدیث اور اس کے مصادر:

حافظ محب الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمود رحمۃ اللہ علیہ (جو ابن نجّار کے نام سے مشہور ہیں) نے زیرِ بحث روایت کی تخریج کی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان"[۱] میں نُعیم بن تمّام کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

"نُعيم بن تمّام عن أنس رضي الله عنه، وعنه الحسَن بن إسماعيل اليَماني، له حديث أخرجه ابن النّجّار في "الذيل" في ترجمة أبي القاسم عبدالله بن عمر بن محمّد الكَلْوَذاني المعروف بابن دَايَة، من رواية عن يونس بن طاهر بن محمّد، عن عبدالرحمن بن محمّد بن حامد، عن محمد بن عبدالوارث بن الحارث بن عبدالله بن عبدالملک الأنصاري الزاهد، عن الحسن.

ولفظ المتْن: "مَنْ قال لااله إلّا الله ومَدّها هدمت له أربعة آلاف كبيرة".

---

[۱] لسان الميزان: ۲۸۸/۸، رقم: ۸۱۶۳، ت: الشيخ عبدالفتاح أبوغُدّة، دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

هذا حديثٌ باطلٌ . . . ".

ترجمہ: حضرت انس بن مالک آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہے اور اسے کھینچ کر پڑھے (یعنی لمبا کرے) تو اس شخص کے چار ہزار گناہ کبیرہ ختم ہو جاتے ہیں"۔ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ حدیث باطل ہے......"۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

۱- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان" میں لکھتے ہیں:

"هذا حديث باطلٌ، أظنّه يَغْنَم بن سالم . . . تُصحِّفَ اسمه واسم أبيه . . . ".[1]

ترجمہ: یہ حدیث باطل ہے اور میرا گمان ہے کہ یہ نام (یعنی نُعَیم بن تمّام) دراصل یَغْنَم بن سالم ہے...... نُعیم بن تمّام کا اپنا اور والد کا نام مُصحَّف (تبدیل) ہو گیا ہے......"۔

۲- علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[2] میں رقم طراز ہیں:

"(مي) من حديث أنس وفيه نُعَيم بن سالم (قُلتُ) قال الحافظ ابن حجر في اللّسان: أخرَجَه ابن النَّجار في الذيل إلّا أنه قال: نُعَيم بِنُون فَعَيْن مُهمَلَة ابن تَمَام، وأظُنّه يَغْنَم بن سالم، تُصحِّفَ اسمه واسم أبيه والحديث باطلٌ انتهى، والله تعالى أعلم".

---

[1] لسان الميزان: ۲۸۸/۸، رقم: ۸۱۶۳، ت: الشيخ عبد الفتاح أبو غُدّة، دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

[2] تنزيه الشريعة: كتاب الذكر والدعاء، الفصل الثالث، ۲/ ۳۲۵، رقم: ۲۰، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ.

دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اپنی سند مطابق یہ روایت تخریج کی ہے، جس میں نُعیم بن سالم ہے، میں کہتا ہوں (یعنی ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان" میں لکھتے ہیں: ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ نے "ذَیل" میں اس کی تخریج کی ہے، مگر ابن نجار نے نُعَیم (نون اور عین کے ساتھ) بن تمّام کہا ہے، اور میرا گمان ہے کہ نُعیم بن سالم اور اُن کے والد کے نام میں تصحیف (تبدیلی) ہوئی ہے (اور صحیح نام یَغْنَم بن سالم ہے)، اور یہ حدیث باطل ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام مکمل ہوا، واللہ اعلم۔

ایک اہم وضاحت:

واضح رہے کہ حافظ ابن نجّار رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب "تاریخِ بغداد" پر ذیل (تتمّہ، ضمیمہ) لکھا ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ روایت حافظ ابنِ نجّار رحمۃ اللہ علیہ نے اس ذیل میں تخریج کی ہے، لیکن تلاش کے باوجود مجھے یہ روایت "ذیل تاریخ بغداد" میں نہیں ملی؛ اس لیے میں نے ثانوی مصدر یعنی "لسان المیزان" سے روایت ذکر کی ہے، واللہ اعلم۔

۳- علامہ ابن الجَزَرِی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شمس الدین ابوالخیر ابن الجَزَرِی رحمۃ اللہ علیہ (۸۳۳ھ) "النشر في القراءات العشر" [1] میں زیرِ بحث روایت کے ساتھ ایک دوسری حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں:

"وكلاهما ضَعِيفَان، ولكنهما في فضائل الأعمال".

اگرچہ یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں، مگر فضائل اعمال میں ہیں (یعنی انہیں بیان کرنا جائز ہے)۔

حافظ ابن الجَزَرِی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تفصیل آگے آئے گی۔

---

[1] النشر في القراءات العشر: مدّ التعظيم، ۱/۳۴۵، ت: علی محمد الضبّاع، المطبعة التجارية الكبرى، دار الكتب العلمية۔ بيروت.

۴-علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ "تذکرۃ الموضوعات"[1] میں لکھتے ہیں:

"فيه نُعَيم كذّاب".

اس حدیث میں نُعَیم کذّاب ہے۔

ائمہ رجال کے اقوال کا خلاصہ:

ائمہ رجال کے اقوال آپ کے سامنے آچکے ہیں، اِن نصوص میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں اس روایت کو باطل کہا ہے، نیز علامہ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حافظ صاحب کی موافقت کی ہے، البتہ علامہ ابن الجَزَرِی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو محض ضعیف کہا ہے (جسے فضائل میں بیان کیا جا سکتا ہے)، لیکن واضح رہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، ان تینوں محدثین کے مقابلے میں علامہ ابن الجَزَرِی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مرجوح ہے، بلکہ تسامح (بھول چوک) پر مبنی ہے؛ کیوں کہ جمہور علما کے نزدیک، ضعیف حدیث پر فضائل کے باب میں عمل کرنا جائز ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس جوازِ عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ حدیث ضعیف، ضعفِ شدید سے خالی ہو، چنانچہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "القول البدیع"[2] میں فرماتے ہیں:

"سَمِعْتُ شيخَنا ابن حجر أي العسقلاني المصري مراراً -وكَتَبَه لي بِخَطِّه- يقول: شرط العمل بالحديث الضعيف ثلاثة: الأول متفق عليه، وهو أن يكون الضعف غير شديد، فيخرج من انفرد من الكذابين والمتَّهمين ومن فحش غلطه...".

"میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے کئی دفعہ سنا ہے- حافظ ابن

---

[1] تذکرۃ الموضوعات: ۱/۵۵، کتب خانہ مجیدیہ ملتان-پاکستان۔

[2] القول البدیع: خاتمۃ، ۴۹۶، ت: محمد عوامۃ، دار الیسر-المدینۃ المنورۃ، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۲۸ھ۔

حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بذاتِ خود یہ شرائط لکھ کر بھی دیں- کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضُعف، شدید نہ ہو؛ لہٰذا اس شرط سے وہ کذابین، متہمین اور فاحش الغلط نکل گئے، جو نقلِ روایت میں منفرد ہوں......"۔

اور زیرِ بحث روایت کی سند میں ایک راوی یَغْنَم بن سالم ہے، جن کے بارے میں ائمہ حدیث نے شدید جرح کی ہے (تفصیل آگے آئے گی) اور یَغْنَم اس روایت کے نقل کرنے میں متفرد ہے، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو باطل اور ساقط الاعتبار کہا ہے۔

علامہ ابن الجزَرِی رحمۃ اللہ علیہ کا اس روایت کو ضعیف اور قابلِ بیان کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ علامہ ابن الجزَرِی رحمۃ اللہ علیہ نے سند میں مذکور راوی نُعیم بن تمّام کو یَغْنَم بن سالم کے علاوہ کوئی اور راوی سمجھا ہو، اس لئے سند کو محض ضعیف فرما دیا (جو فضائل میں بیان کی جا سکتی ہے)، حالاں کہ یہاں اس راوی کے نام "نُعَیم بن تمّام" میں تبدیلی اور تصحیف ہو گئی ہے، اور لفظ "نُعَیم بن سالم" درحقیقت "یَغْنَم بن سالم" ہے، جو شدید مجروح راوی ہے، ایسے راوی کی حدیث فضائل میں بھی بیان نہیں کی جا سکتی۔

یہاں تک زیرِ بحث روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال اور اس کا فنی حکم آپ کے سامنے آ چکا ہے، اور ان اقوال میں "یَغْنَم بن سالم" کو کلام کا مدار بنایا گیا ہے، ذیل میں "یَغْنَم بن سالم" کے بارے میں ائمہ رجال کے تفصیلی اقوال لکھے جائیں گے، تاکہ روایت کا فنی حکم سمجھنے میں مزید آسانی ہو جائے۔

یَغْنَم بن سالم بن قَنْبَر مولی علي رضی اللہ عنہ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام) کے بارے میں اقوال:

"لسان المیزان"[1] میں ہے:

---

[1] لسان المیزان: ۸/ ۵۴۴، رقم: ۸۶۶۰، ت: الشیخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، دار البشائر الإسلامية۔ بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۳ھ.

”...أتي بعجائب، وبَقِيَ إلى زمان مالك... قال أبو حاتم: ضعيف، وقال ابن حِبّان: كان يَضَعُ على أنس بن مالك، وقال ابن يونس: حدّث عن أنس فكُذِّب، وقال ابن عدي: عامة أحاديثه غير محفوظة، وقال الطحاوي: حدثنا يونس بن عبدالأعلى قال: قدم علينا يغنم بن سالم مصر فجئته، فسمعتُه يقول: تزوَّجتُ امرأةً من الجِنّ، فلم أرجع إليه“.

”......یغنم بن سالم عجائب (عجیب وغریب روایتیں) بیان کرتا تھا، وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے تک زندہ رہا......ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف کہا ہے اور ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر احادیث گھڑتا تھا، ابن یونس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یغنم بن سالم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرتا تھا، پھر اسے جھوٹا کہا جانے لگا، ابن عَدِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی اکثر احادیث ”غیر محفوظ“ ہیں، امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”یونس بن عبدالاعلی“ نے ہمیں بتایا ہے کہ ”یغنم بن سالم“ ہمارے پاس مصر آیا، میں جب ان کے پاس گیا تو میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے ایک جِنّی سے نکاح کیا ہے، یہ سُن کر میں اُن کے پاس دوبارہ نہیں گیا۔

حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یغنم بن سالم کو ”مُنکَر الحدیث“ (کلمہ جرح) کہا ہے۔[1]

حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ ”میزان الاعتدال“ میں لکھتے ہیں: ”...أحدُ المشهورين بالكذب“۔[2]

---

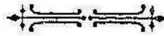
[1] الضعفاء الكبير: يغنم بن سالم بن قيس، ٤/ ٤٦٦، رقم الترجمة: ٢١٠١، ت: د. عبدالمعطي، دار الكتب العلمية-بيروت.

[2] ميزان الاعتدال: غلام، غنيم، ٣/ ٣٣٧، تحقيق: علي محمد البجاوي، ناشر: دار المعرفة-بيروت.

یغنم بن سالم مشہور جھوٹوں میں سے ہے۔

روایت کا فنی مقام:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، ان محدثین رحمۃ اللہ علیہ نے یغنم بن سالم کی وجہ سے اس روایت کو باطل، من گھڑت کہا ہے، اور یغنم کے علاوہ کوئی دوسرا اس روایت کو نقل کرنے والا نہیں ہے؛ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انتساب کر کے اسے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔



روایت نمبر: (۲۱)

روایت: ''مسجد میں باتیں کرنا، نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے، جس طرح چوپایہ گھاس کھاتا ہے''۔ اور بعض مقامات پر یہ روایت ان الفاظ سے منقول ہے: ''مسجد میں جائز گفتگو بھی نیکیوں کو ایسے کھا جاتی ہے، جس طرح آگ لکڑیوں کو''۔

حکم: حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے۔ ذیل میں ایک عربی روایت بھی لکھی جائے گی۔

ہر خبر سچی یا جھوٹی ہونے کا احتمال رکھتی ہے، جس طرح بعض اوقات عام خبروں میں بھی سچائی ثابت کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت پیش آتی ہے، اسی طرح خبر رسول اللہ ﷺ میں بھی ردّ وقبول کے لیے ایک خاص دلیل اور معیار کی ضرورت ہے، جسے محدثین کی اصطلاح میں ''اسناد'' کہا جاتا ہے۔

شریعتِ اسلامی میں ''اسناد'' کا استعمال اس قدر عام رہا ہے کہ اہل علم دائرۂ حدیث کے علاوہ ادب، شعر، نثر، فقہ، تاریخ، لغت، قصص، حتی کہ ظرافت پر مشتمل حکایات میں بھی ''اسناد'' کا اہتمام فرماتے رہے ہیں، اس اسلامی نظام صدق وسچائی کو شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''هذا (السَّنَدُ) يَمتَدُّ وَيَتَّسِعُ ويَتَّصِلُ بِكُلِّ عِلْمٍ نُقِلَ إليهم، فما نُقِلَ مِنْ تَفْسِيرٍ لآياتِ القرآنِ كان بِسَنَدٍ، وما نُقِلَ مِنْ حديثٍ نَبَوِيٍّ كان بِسَنَدٍ، وما نُقِلَ مِنْ تفسيرٍ للحديثِ كان بِسَنَدٍ أيضاً، وما نُقِلَ مِنْ أَدَبٍ، أو شِعْرٍ، أو نَثْرٍ، أو فِقْهٍ، أو تاريخٍ، أو لغةٍ، كان بِسَنَدٍ أيضاً، بل أَشَدُّ مِنْ هذا،

والأقل مِنَ المُسَلِّيَاتِ أو المُضحِكَاتِ كأخبَارِ الحَمْقَى والمُغَفَّلِين، أو أخبار الأذكياء والنَابِهين، نُقِلَ بِسَنَدٍ أيضاً". [۱]

"اس سند میں وسعت اور گنجائش بڑھتی رہی، حتی کہ ہماری جانب منقول تمام علوم میں سندیں شامل ہوگئیں، چنانچہ قرآن کی منقولہ تفسیر سند کے ساتھ ہے، ہر منقول حدیث سند کے ساتھ ہے، حدیث کی منقول تفسیر سند کے ساتھ ہے، حتی کہ منقولہ ادب، شعر، نثر، فقہ، تاریخ، لغت، یہ تمام علوم سند کے ساتھ ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر تسلی خیز، اور ظرافت کی باتیں جیسے احمق اور بے وقوف لوگوں کے قصے، ذہین اور زیرک لوگوں کے واقعات، یہ سب بھی سند کے ساتھ ہیں"۔

بہرحال! دیگر علوم کے مقابلے میں احادیث کا معاملہ انتہائی نزاکت پر مبنی ہے، جس میں سند ہی کی بنیاد پر ردّ وقبول کا فیصلہ ہوتا ہے؛ تاکہ شریعتِ اسلامیہ کو رطب ویابس سے بچایا جاسکے، اور اگر کسی روایت کی سند نہ ہو، تو وہ روایت قابلِ التفات ہی نہیں رہتی، چنانچہ شیخ عبدالفتّاح ابوغدّہ "المصنوع في معرفة الحديث الموضوع للعلامة علي القاري" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"...وإذا كان الحديث لا إسناد له، فلا قيمةَ له ولا يُلتَفَتُ إليه، إذ الإعتماد في نقل كلام سيّدنا رسول الله ﷺ إلينا، إنّما هو على الإسناد الصحيح الثابت أو مايقع موقعَه، وماليس كذلك فلا قيمةَ له". [۲]

"......اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت اور غیر قابل التفات ہے، کیوں کہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ کے کلام کو نقل کرنے

---

[۱] الإسناد من الدين وصفحة مشرفة: ص: ۹۲، تاليف الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ.

[۲] المصنوع: شذرات في بيان بعض الاصطلاحات، ص: ۱۸، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی.

میں اعتماد صرف اسی سند پر ہو سکتا ہے، جو کہ ثابت شدہ ہو، یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے"۔

اسی فریضے کے پیشِ نظر ذیل میں ایک مشہور ہے کہ روایت کی تحقیق ذکر کی جائے گی، جس کے بارے میں محدثینِ کرام نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ یہ قول آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے؛ اس لیے یہ روایت رسول اللہ ﷺ کی بات ہے کہ وہ بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

عنوانِ روایت:

حدیث: "الحَدِيثُ في المَسْجِدِ يأكُلُ الحسَنَاتِ كما تأكُلُ البَهِيمَةُ الحَشِيشَ".

ترجمہ: مسجد میں باتیں کرنا، نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے، جس طرح چوپایہ گھاس کھاتا ہے۔

اور بعض مقامات پر یہ روایت ان الفاظ سے منقول ہے:

حدیث: "الكلام المُبَاحُ في المَسْجِدِ يأكُلُ الحَسَنَاتِ كما تأكُلُ النَّارُ الحَطَبَ".

ترجمہ: مسجد میں جائز گفتگو بھی نیکیوں کو ایسے کھا جاتی ہے، جس طرح آگ لکڑیوں کو۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

روایت کی تحقیق تین اجزا پر مشتمل ہے:

۱۔ روایت کا مصدر

۲۔ روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳۔ ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم

روایت کا مصدر:

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "إحياء علوم الدين" [1] میں لکھتے ہیں:

"ويروى في الأثر أو الخبر: "الحديثُ في المَسْجِدِ يأكُلُ الحسنَاتِ كما تأكُلُ البَهِيمَةُ الحَشِيشَ".

ترجمہ: بعض صحابہ رضی اللہ عنہم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مسجد میں باتیں، نیکیوں کو ایسے کھا جاتی ہیں، جس طرح چوپایہ گھاس کھاتا ہے۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مرتضیٰ زَبِیدی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبد الفتّاح ابوغُدّہ رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے زیرِ بحث روایت پر کلام کیا ہے، ذیل میں ان ائمہ کرام کے اقوال اور آخر میں ان اقوال کا خلاصہ پیش کیا جائے گا۔

۱- علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ "المُغْنِي عن حَمْلِ الأسْفار" [2] میں لکھتے ہیں:

"لم أقِفْ له على أصْلٍ".

میں اس کی اصل پر واقف نہیں ہوا۔

علامہ مرتضیٰ زَبِیدی رحمۃ اللہ علیہ نے "إتحاف السّادة المُتّقِين" [3] میں حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفا کیا ہے۔

---

[1] إتحاف السّادة المُتّقِين: كتاب أسرار الصلاة ومهماتها. الباب الأول، ۳/۵۰، دار الكتب العلمية-بيروت.

[2] المغني عن حمل الأسفار: ۱/۱۰۷، رقم: ۴۱۰، ت: أبو محمد أشرف، مكتبة دار طبرية-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۵ھ.

[3] اتحاف السّادة المُتّقِين: كتاب أسرار الصلاة ومهماتها، الباب الأول، ۳/۵۰، دا الكتب العلمية-بيروت.

۲-ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری "المَصنُوع" [1] میں لکھتے ہیں:

"لم يُوجَد، كذا في "المختصر".

یہ روایت موجود نہیں، مختصر (یعنی امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف) میں بھی نہیں ہے۔

۳-شیخ عبدالفَتّاح ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

شیخ عبدالفَتّاح ابوغدّۃ رحمۃ اللہ علیہ نے "المَصنُوع" [2] کے حاشیہ میں علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"فهو كِذْبٌ لا أصلَ له".

یہ جھوٹ، بے اصل روایت ہے۔

۴-حافظ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [3] میں رقم طراز ہیں:

"قال الفِيرُوزْبَادِي: لم يُوجَدْ".

فیروزآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ روایت موجود نہیں۔

۵-علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو "طَبَقات الشّافِعِيَة الكُبرَى" [4] میں "إحياء" کی ان احادیث کے تحت ذکر کیا ہے، جس کی سند انہیں نہیں ملی ہے۔

---

[1] المصنوع: ۹۲، رقم: ۱۰۹، ت: الشيخ عبد الفَتّاح أبو غدّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی-کراچی۔

[2] المصنوع: ۹۲، رقم: ۱۰۹، ت: الشيخ عبد الفَتّاح أبو غدّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی-کراچی۔

[3] الفوائد المجموعة: كتاب الصلوة، ۲۵، رقم: ۳۳، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

[4] طبقات الشافعية الكبرى: الطبقة الخامسة، ۳/ ۴۷۸، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔

۶-علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ محمد بن طاہر پٹنی "تذکِرۃ الموضوعات"[1] میں رقم طراز ہیں:

"في المختصر... لم يُوجَد".

مختصر (امام سُیوطی کی تصنیف) میں ہے..... یہ روایت موجود نہیں۔

ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبد الفتّاح ابو غُدّہ رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین کے نزدیک یہ روایت کسی سند سے ثابت نہیں ہے، بلکہ علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صاف "موضوع" کہا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف معتبر سند ہی سے بات منسوب کی جاسکتی ہے، اس لیے اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا جائز نہیں ہے، واللہ اعلم۔

تتمّہ:

سابقہ روایت کے معنی پر مشتمل ایک اور روایت زبان زَد عام ہے؛ اس لیے ذیل میں اسے ذکر کرنے کے بعد اس کا فنی مقام لکھا جائے گا:

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد العبدری الفاسی الشہیر بابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے (۷۳۷ھ) "المَدْخَل"[2] میں مذکورہ ذیل روایت بلا سند لکھی ہے، روایت یہ ہے:

"ورُوِي عنه أيضاً عليه الصلاة والسلام أنّه قال: إذا أتى الرَّجُلُ المسجدَ فأكثر مِنَ الكلامِ، تقولُ له الملائكةُ: أسكُتْ يا وَلِيَّ الله!

---

[1] تذكرة الموضوعات: فضل المسجد...، ص: ۳۶، کتب خانہ مجیدیہ۔ملتان، پاکستان۔

[2] المدخل: ۲/۲۲۷، دار الفكر-بيروت، الطبعة ۱۴۰۱ھ.

فإنْ زاد، تقولُ: أسكتْ، يا بَغِيضَ اللّٰه! فإن زاد، تقول: أسْكتْ، عليك لعنة اللّٰه".

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جب آدمی خطبہ میں آتا ہے پھر بہت باتیں کرنے لگتا ہے، تو فرشتے اسے کہتے ہیں: اے اللہ کے ولی! خاموش ہو جا، اگر وہ پھر بھی باتوں میں لگا رہے تو فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ کے ناخوش بندے! چپ کر جا، اگر وہ پھر بھی باتیں کرتا رہے تو فرشتے کہتے ہیں اے تجھ پر اللہ کی لعنت ہو، چپ ہو جا"۔

علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی کتاب "المدخل" کا مختصر تعارف:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کا تعارف "الدُرَرُ الکَامِنَة"[1] میں ان لفظوں سے کیا ہے:

"محمد بن محمد بن محمد ابن الحاج ابوعبد اللہ العبدری الفاسی رحمۃ اللہ علیہ، مصر میں رہتے تھے، اپنے شہر میں سماعتِ حدیث کی، پھر مصر کے مختلف شہروں میں علم حاصل کیا، اس کے بعد حج کیا، اور حافظ تقی الدین عبید الاسعردی رحمۃ اللہ علیہ سے "موطأ" کی سماعت اور پھر اس کی تدریس بھی کی، اس کے بعد شیخ ابومحمد بن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور برکات سے خوب فیض یاب ہوئے، آپ نے "المدخل" نامی ایک مجموعہ تیار کیا، جو بہت سے فوائد پر مشتمل ہے، اس میں ایسی بہت سی بدعات اور معیوب امور پر تنبیہ کی گئی ہے، جن کے لوگ مرتکب ہیں اور ان افعال میں سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور ان امور میں اکثر قابل انکار ہیں، البتہ بعض افعال قابلِ تحمل (گنجائش) ہیں، آپ کا انتقال ۷۳۷ھ میں ہوا ہے"۔

---

[1] الدرر الكامنة: حرف الميم، ۴/ ۱۴۴، ت: الشيخ عبد الوارث محمد علي، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ.

''المدخل'' کی روایت کا فنی حکم:

یہ روایت علامہ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے ''إتحاف السَّادة المُتَّقِين'' میں[1] علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی ہے، لیکن حافظ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ کی ما... روایت کی سند اور اس پر کلام ذکر نہیں کیا، بہر حال یہ روایت بھی ہماری جستجو کے مطابق سند کی متقضی ہے، اور تا حال کسی معتبر سند سے اس کا ثبوت نہیں مل سکا ہے؛ اس لیے اس روایت کو بھی بیان کرنا درست نہیں ہے؛ کیونکہ معتبر سند کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کوئی بات منسوب کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے۔



---

[1] إتحاف السَّادة المُتَّقِين: كتاب أسرار الصلاة، الباب الخامس، ۲/ ۴۵۲، دار الكتب العلمية۔ بيروت۔

روایت نمبر: (۲۲)

روایت: ۱- ”میرے آسمان اور زمین مجھے نہیں ماسکے، البتہ میرے مومن بندے کا دل، مجھے اپنے میں مالیتا ہے“۔ ۲- ”دل رب کا گھر ہے“۔

حکم: یہ دونوں روایتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، البتہ اسرائیلی روایت کی حیثیت سے ثابت ہے؛ اس لئے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کر سکتے ہیں، نیز ان روایتوں سے ملتا جلتا ایک مضمون آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

ہمارے معاشرے میں اسرائیلی روایات (بنی اسرائیل سے منقول روایات) کا ایک بڑا ذخیرہ زبان زدعام ہے، جن کے بارے میں دو امور اصولی طور پر انتہائی اہمیت کے حامل ہیں:

۱- اسرائیلی روایات کو ہماری شریعت کی روشنی میں پرکھا جائے گا، ان میں صرف وہ روایات قابلِ بیان ہوں گی، جو ہماری شریعت کے موافق ہوں یا کم از کم وہ روایات، شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہوں؛ لہذا اگر کوئی اسرائیلی روایت، ہماری شریعت کے مضامین کے خلاف ہوگی، تو اسے بیان کرنے سے احتراز کیا جائے گا، اس اصولی قاعدے کو حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”فإنّها على ثلاثة أقسام:

أحدها ما عَلِمْنا صِحّته مِمّا بأيدينا مِمّا يَشْهَدُ له بِالصِّدْقِ، فذاك صحيحٌ.

الثاني: مَا عَلِمْنا كِذْبَه بِما عندَنا مِمّا يُخَالِفُه.

والثالث: ماهو مَسْكوتٌ عنه، لا مِنْ هذا القَبيلِ ولا مِنْ هذا القَبيلِ، فلا نُؤمِنُ به ولا نُكَذِّبُه، وتَجُوزُ حِكَايَتُه لِمَا تَقَدَّمَ“. [1]

---

[1] تفسير ابن كثير: مقدمة، ۱/۳۱، ت: سامي بن محمد سلامة، دار طيبة-الرياض، الطبعة الثانية ۱۴۲۰ھ.

''اسرائیلیات کی تین قسمیں ہیں:
پہلی قسم ان اسرائیلیات کی ہے، جن کی صحت ہمیں معلوم ہے، کیوں کہ ہمارے پاس موجودہ نصوص ان کے حق میں صداقت اور سچائی کی شہادت دیتے ہیں۔
دوسری قسم وہ اسرائیلیات ہیں، جن کا جھوٹ ہونا ہمیں معلوم ہو، بایں صورت کہ ہمارے پاس موجودہ نصوص ان کی مخالفت کرنے والے ہیں۔
تیسری قسم وہ اسرائیلیات ہیں، جن کے بارے میں سکوت ہے، ان کا تعلق نہ پہلی قسم سے ہے، نہ دوسری قسم سے ہے، ہم ان پر نہ ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی تکذیب کرتے ہیں، سابقہ تفصیل کی بنا پر ان اسرائیلیات کو بیان کرنا جائز ہے۔''

۲- اسرائیلیات کے حوالے سے دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان اسرائیلی روایتوں کو بعض اوقات آنحضرت ﷺ کی جانب منسوب کر دیا جاتا ہے، حالاں کہ آپ ﷺ کی جانب صرف وہی روایت منسوب کی جاسکتی ہے، جو کسی معتبر سند سے ثابت ہو؛ اس لیے روایات کو اس قسم کے اختلاط سے محفوظ رکھنا انتہائی اہم ہے، ذیل میں اسی فریضے کے پیشِ نظر دو ایسی اسرائیلی روایتیں ذکر کی جائیں گی، جن کے بارے میں ائمہ حدیث نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ یہ روایتیں آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس کا مقتضی یہ تھا کہ ان روایتوں کو آپ ﷺ کی جانب منسوب کیے بغیر بیان کیا جاتا، لیکن عام طور پر انہیں آپ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے؛ اس لیے ان روایتوں کو مرفوعاً (یعنی آپ ﷺ کے انتساب سے) بیان کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ انہیں صرف اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرنا چاہیے۔

عنوانِ تحقیق:

ذیل میں دو احادیث کی تحقیق لکھی جائے گی۔

۱- ''ما وَسِعَنِي سَمَائِي ولا أَرْضِي، ولكن وَسِعَنِي قَلْبُ عَبْدِي

المُؤمِن".

ترجمہ: میرے آسمان اور زمین مجھے نہیں سما سکے، البتہ میرے مومن بندے کا دل، مجھے اپنے میں سمالیتا ہے۔

۲-"القَلْبُ بَيْتُ الرَّبِ".

ترجمہ: دل رب کا گھر ہے۔

دونوں روایتوں کی تحقیق کا اجمالی خاکہ:

دونوں روایتوں کی تحقیق دو اجزا پر مشتمل ہے:

۱-ائمہ حدیث کا کلام

۲-ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم

پہلی روایت:"ماوَسِعَنِي سَمَائِي ولا أَرْضِي، ولكن وَسِعَنِي قَلْبُ عَبْدِي المُؤمِن".

ترجمہ: میرے آسمان اور زمین مجھے نہیں سما سکے، البتہ میرے مومن بندے کا دل، مجھے اپنے میں سمالیتا ہے۔

روایت پر کلام:

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن عراق، ان سب محدثین کرام نے وضاحت کی ہے کہ زیرِ بحث روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ اسرائیلی روایت ہے، ذیل میں ان محدثینِ کرام کے اقوال لکھے جائیں گے۔

۱-علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "مجموع الفتاوی"[1] میں لکھتے ہیں:

"هذا ما ذكروه في الإسرائيليات، ليس له إسنادٌ معروفٌ عن النبيّ صلى الله عليه وسلم،

[1] مجموع الفتاوی: ۱۸/ ۷، ت: عامر الجزائر وأنور الباز، دار الوفاء المنصورة، الطبعة الثالثة ۱۴۲۶ھ.

ومعناه وَسِعَ قَلْبُه مَحَبَّتِي ومَعْرِفَتِي".

محدثینِ کرام نے یہ روایت اسرائیلیات میں ذکر کی ہے، اس روایت کی آپ ﷺ سے کوئی معروف سند نہیں ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ مومن بندے کا دل میری محبت اور میری معرفت کا احاطہ کر لیتا ہے۔

۲- حافظ زَرکَشی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ زَرکَشی رحمۃ اللہ علیہ "التذكِرة في الأحاديث المُشْتَهَرَة" [1] میں لکھتے ہیں:

"قال بعضُ الحُفّاظ: هذا مذكورٌ في الإسرائيليات، وليس له إسنادٌ معروفٌ عن النبيِّ ﷺ".

بعض حفاظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت اسرائیلیات میں مذکور ہے اور اس کی کوئی سند آپ ﷺ سے معروف نہیں ہے۔

۳- حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحَسَنَة" [2] میں رقم طراز ہیں:

"ذكره الغزالي في الإحياء بلفظ... وقال مخرجه العراقي: لم أرَ له أصلاً، وكذا قال ابن تَيْمِية: هومذكورٌ في الإسرائيليات وليس له إسنادٌ معروفٌ عن النبيِّ ﷺ".

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "إحياء" میں یہ روایت ان الفاظ سے تخریج کی ہے...... اور احادیثِ "إحياء" کی تخریج کرنے والے، یعنی علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی کوئی اصل نہیں دیکھی، اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ یہ روایت اسرائیلیات میں مذکور ہے، اور

[1] التذكرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۳۵، ت: مصطفى عبدالقادر عطا، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة ۱۴۰۶ھ.

[2] المقاصد الحسنة: حرف الميم، ۴۲۹، رقم: ۹۸۸، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ.

اس کی کوئی سند آپ ﷺ سے معروف نہیں ہے۔

۴-علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الدُرَرُ المُنتَشِرَة"[1] میں رقم طراز ہیں:

"لاأصلَ له، قلتُ: أخرج الإمام أحمد في الزهد عن وهب بن منبه: إن الله فتَحَ السَّموات لِحزقيل، حتى نَظَرَ إلى العَرْش، فقال حزقيل: سبحانک ماأعْظَمَک يا رَبّ! فقال الله: إن السَّموات والأرض ضَعُفْنَ عن أنْ يَسَعَنِي، ووَسِعَنِي قَلْب عَبْدِي المؤمن".

اس کی کوئی اصل نہیں ہے، میں (امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں" امام احمد رحمۃ اللہ علیہ" نے "الزھد" میں وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو حزقیل کے لیے کھول دیا حتی کہ حزقیل کو عرش نظر آنے لگا، حزقیل نے کہا: اے میرے رب! تیرے لیے پاکی ہے، تو کس قدر عظمت والا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بلا شبہ آسمان اور زمین مجھے سمانے سے کمزور پڑھ گئے، لیکن مومن کے دل نے مجھے سمالیا۔

۵-ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "المَصْنُوع"[2] میں، علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1] الدرر المنتشرة: ۲۱۷، رقم: ۳۶۱، محمد عبدالقادر عطا، دار الکتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ۔

علامہ سُیوطیؒ نے "الزھد لأحمد بن حنبل" کے جس طریق کو بیان کیا ہے، اس کی مکمل سند یہ ہے:

"حدثنا عبدالله، حدثني أبي، أخبرنا إبراهيم بن خالد، حدثني عُمَر بن عُبَيد أنّه سَمِعَ وَهْبَ بن مُنَبّه يقول: إنّ الله عزوجل فَتَحَ السَّموات لِحزقيل حتى نظَرَ إلى العَرْش أو كما قال، فقال حزقيل: سبحانک ماأعْظَمَک يارَبّ! فقال الله: إنّ السّموات والأرض لم تُطِقْ أنْ تَحْمِلَنِي، وضِقْنَ مِنْ أنْ تَسَعَنِي، وَوَسِعَنِي قَلْبُ المؤمن الوَادِع اللين". (الزهد لأحمد بن حنبل: زهد يوسف، ۱/ ۱۰۳، دار الکتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى، ۱۴۰۳ھ).

[2] المصنوع: ۱۶۴، رقم: ۲۹۳، ت: الشيخ عبدالفتّاح أبو غُدّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی- کراچی۔

"تذکرۃ الموضوعات" [1] میں اور حافظ ابن عرّاق نے "تنزیہ الشریعۃ" [2] میں، ان سب محدثین نے حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس روایت کو موضوع کہا ہے۔

ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین کرام نے وضاحت کی ہے کہ یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اس لیے یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا جائز نہیں ہے، صرف اسرائیلیات کے حوالے سے بیان کی جاسکتی ہے۔

دوسری روایت: "القَلْبُ بيتُ الرَّبِ".

ترجمہ: دل رب کا گھر ہے۔

روایت پر کلام:

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین کرام نے اس روایت پر کلام کیا ہے، ذیل میں ان محدثینِ کرام کے اقوال اور آخر میں اس روایت کا فنی حکم لکھا جائے گا۔

۱- حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے سابقہ روایت (ما وَسِعَني سَمائِي ولا أرْضِي...) اور اس پر کلام کے بعد یہ روایت لکھی ہے، پھر لکھتے ہیں:

---

[1] تذکرۃ الموضوعات: ص: ۳۰، کتب خانہ مجیدیہ ملتان-پاکستان۔

[2] تنزیہ الشریعۃ: الفصل الثالث، ۱/۱۴۸، رقم: ۴۵، ت: عبد الوھاب عبد اللطیف و عبد اللہ محمد الصدیق، دار الکتب العلمیۃ-بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۱ھ۔

"هذا مِنْ جِنْسِ الأَوَّلِ، فإنَّ القَلْبَ بيتُ الإيمان بالله تعالى ومَعْرِفَتِهِ ومَحَبَّتِهِ".[1]

یہ بھی پہلی روایت (ما وسعنی ......) کی جنس سے ہے، کیوں کہ مومن کا دل، اللہ پر ایمان اور اس کی معرفت ومحبت کا گھر ہے۔

۲-علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ بدر الدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ بھی سابقہ روایت پر کلام کے بعد اس روایت پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"هذا الكلام مِنْ جِنْسِ الأَوَّلِ، فإنَّ القَلْبَ بَيْتُ الإيمان وَمَعْرِفَتِهِ، وليس هذا مِنْ كلام النبي ﷺ".[2]

یہ کلام پہلے کلام (ما وسعنی ......) کی جنس سے ہے، کیوں کہ دل ایمان و معرفت کا گھر ہے اور یہ حضور ﷺ کا ارشاد نہیں ہے۔

۳-حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة"[3] میں لکھتے ہیں:

"ليس له أصلٌ في المرفوع، والقَلْبُ بَيْتُ الإيمان ومَعْرِفَتِهِ وَمَحَبَّتِهِ".

اس روایت کی کوئی اصل مرفوع روایت میں نہیں ہے، اور مومن کا دل، اللہ پر ایمان اور اس کی معرفت اور محبت کا گھر ہے۔

---

[1] مجموع الفتاوى: ۱۸/۷، ت: عامر الجزائر و أنور الباز، دار الوفاء المنصورة، الطبعة الثالثة ۱۴۲۶ھ۔

[2] التذكرة في الأحاديث المشتهرة: ۱/۱۳۵، ت: مصطفى عبدالقادر عطا، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة ۱۴۰۶ھ۔

[3] المقاصد الحسنة: حرف القاف، ۳۵۵، رقم: ۷۷۴، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية ۔بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ۔

۴-امام حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الدُرَرُ المُنتَثِرة" [1] میں لکھتے ہیں:

"لا أصلَ له". اس کی اصل نہیں۔

۵-ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حسب سابق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "المَصنُوع" [2] میں، علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذکِرۃ الموضوعات" [3] میں اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزیه الشریعة" [4] میں، ان سب محدثین نے حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس روایت کو موضوع کہا ہے۔

ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

امام ابن تَیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین کرام نے وضاحت کی ہے کہ یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے؛ اس لیے یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا جائز نہیں ہے، البتہ صرف اسرائیلیات کے حوالے سے بیان کی جاسکتی ہے۔

اہم فائدہ: مذکورہ روایتوں کے ہم معنی ایک دوسری روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمدہ سند کے ساتھ ثابت ہے، چنانچہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ "المغني عن حمل الأسفار" (رقم: ۲۵۹۸) میں فرماتے ہیں:

---

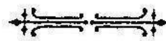
[1] الدرر المنتثرة: ۱۹۸، رقم: ۳۱۳، محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ.

[2] المصنوع: ۱۳۱، رقم: ۲۱۷، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدَّة، ايچ-ايم-سعيد کمپنی- کراچی.

[3] تذکرة الموضوعات: ص: ۳۰، کتب خانه مجيديه ملتان پاکستان.

[4] تنزيه الشريعة: الفصل الثالث، ۱۴۸/۱، رقم: ۴۵، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف و عبد الله محمد الصديق، دار الکتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ.

"...وللطبراني من حديث أبي عنبة الخولاني يرفعه إلى النبي ﷺ: إن لله آنية من أهل الأرض، وآنية ربكم قلوب عباده الصالحين..."، وفيه بقية بن الوليد وهو مدلّس، لكنه صرّح فيه بالتحديث". ابوعنبہ خولانی ﷺ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ زمین والوں میں اللہ تعالیٰ کے برتن ہیں، اور تمہارے رب کے برتن اس کے نیک بندوں کے دل ہیں....."۔



روایت نمبر: (۴۳)

عنوانِ تحقیق: کھانے سے قبل دعا: "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَكَةِ اللّٰه".

تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اس دعا میں لفظ "علی" ثابت نہیں ہے، اس لیے اسے لفظ "علی" کے بغیر پڑھنا چاہیے، نیز دعا کا حوالہ دینے میں تسامح ہوتی ہے، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ نے اورادِ مسنونہ پر مشتمل مختلف کتابیں دیکھی ہوں گی، تقریباً ہر کتاب میں کھانے سے قبل یہ ہی مسنون دُعا لکھی جاتی ہے: "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَكَةِ اللّٰه". در اصل یہ مسنون دعا، ایک مفصل حدیث میں مذکور ہے، البتہ بعض کتابوں میں اس دُعا کے حوالے سے دو اہم تسامحات (بھول چوک) موجود ہیں:

۱- دعا کا حوالہ دینے میں تسامح

۲- کلماتِ دعا میں تسامح

ذیل میں انہیں تسامحات کے حوالے سے تحقیق ذکر کی جائے گی۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

دعا کی تحقیق پانچ بنیادی اجزا پر مشتمل ہے:

۱- دعا کے مصادر اور ان کا خلاصہ

۲- تسامح کا بیان

۳- درست حوالے اور صحیح دعا کی تعیین

۴- ایک اہم تنبیہ (اس میں ایک ممکنہ احتمال کا رد ہے)

۵- تتمہ (اس میں ایک اعتراض کا جواب ہے)

دعا کے مصادر:

ہماری جستجو کے مطابق اس دعا "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَكَةِ اللّٰه" کا اوّلین مصدر

"سِلَاحُ المُؤمِن فِي الدُّعَاءِ وَالذِّكر" [1] ہے، یہ کتاب أبو الفتح محمد بن محمد بن علی بن همام الشافعي المعروف بابن الإمام (۷۴۵ھ/۱۳۴۵ء) کی تالیف ہے، جس میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ اختصاراً نقل کیا ہے:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ شدید بھوک کی حالت میں اپنے چند رفقا کے ساتھ ابو الہَیثَم مالک بن تَیِّہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کھانا تناول فرمانے تشریف لے گئے، کھانا کھانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: "إذا أصَبْتُمْ مِثْلَ هذا وَضَرَبْتُم بِأيْدِيكم [2] فقُولُوا بِسْمِ اللّٰه وعلى بركة اللّٰه...". "جب تمہیں ایسی نعمتیں کھانے کو مل جائے، اور تم کھانے کے لیے ہاتھ بڑھاؤ تو یہ کہو: اللہ کے نام اور (اس کی) برکت کے ساتھ کھانا کھاتا ہوں....." اس روایت کے آخر میں "مستدرک حاکم" کا حوالہ دیا گیا ہے۔

اس عبارت میں مذکور چار چیزیں قابل ضبط (تحریر) ہیں:

۱- یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدید بھوک کی حالت میں، ابو الہَیثَم مالک بن تَیِّہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔

۳- دعا کے الفاظ یہ ہیں: "بسم اللّٰه وعلى بركة اللّٰه".

۴- اس روایت کی تخریج حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے "مستدرک" میں کی ہے۔

اسی طرح امام ابو زید ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۸۶ھ/۸۷۵ھ) نے "تفسیرِ ثعالبي" [3] میں "سِلَاحُ المؤمن" کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

---

[1] سلاح المؤمن: "ما جاء في التَّسمِيَة عِندَ الأكلِ والشُّربِ"، ۲۹۳، رقم: ۷۲۱، ت: محي الدين ديب مستو، دار ابن كثير-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۴ھ.

[2] وضرب بيده إلى كذا: أهوى. كذا في لِسان العَرَب: ضرب، ۱/ ۶۳۳، ت: عامر أحمد حيدر، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۳ء.

[3] الجواهر الحسان (تفسير الثعالبي): سورة التكاثر: ۵/ ۶۲۳، ت: الدكتور عبد الفتاح أبو سنة، إحياء التراث العربي-بيروت.

حافظ ابو الخیر ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ/ ۸۳۳ھ) نے "الحِصن الحصِین" [1] میں یہ دعا "بِسْمِ اللّٰهِ وعَلَى بَرَكَةِ اللّٰه" کے لفظوں سے نقل کی ہے، اس میں بھی راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، اور یہی مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے لیے ابوالہیثم رضی اللہ عنہ انصاری کے گھر تشریف لے گئے تھے۔

ہمارے پاک و ہند کے علما میں علامہ قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ (توفی ۱۳۶۷ھ) نے "تفسیرِ مظہری" [2] میں "مستدرک حاکم" کے حوالے سے اس واقعے اور دعا کو نقل کیا ہے، اس میں بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند رفقا کے ساتھ ابوالہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے تھے، اور اس روایت میں بھی دعا کے الفاظ یہ ہیں: "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَى بَرَكَةِ اللّٰه".

خلاصہ:

حاصل یہ ہے کہ ان تمام کتابوں میں مذکورہ دعا اور قصہ، بحوالہ "مستدرک حاکم" ہی ذکر کیا گیا ہے، جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، اور دعا کے الفاظ بھی یہ ہیں: "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَى بَرَكَةِ اللّٰه".

تسامح کا بیان:

اب ہم "مستدرک حاکم" میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جائزہ لیں، تو معلوم ہوگا کہ یہ سارا قصہ تو بعینہ موجود ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند رفقا کے ساتھ ابوالہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان تشریف لے گئے تھے، لیکن اس روایت میں زیرِ بحث دعا "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَى بَرَكَةِ اللّٰه" کا ذکر ہی نہیں ہے، یہی حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (قصہ ابوالہیثم رضی اللہ عنہ) مستدرک حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ درج ذیل کتب میں بھی مذکور ہے، لیکن کہیں بھی اس دعا کا ذکر نہیں ہے۔

۱- المعجم الكبير: ۸/ ۲۴۰، رقم: ۱۵۹۱۰، ت: أبو محمد

---

[1] حِصن حَصِين: ص: ۱۶۱، حواشي مولانا محمد إدريس، الناشر: گابا سنز اردو بازار، کراچی.

[2] تفسير مظهري: سورة التكاثر: ۱۰/ ۳۳۶، دار إحياء التراث العربي-بيروت.

الأسيوطي، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۸ھ.

۲- شرح مُشكِل الآثار: ۱/ ۲۰۹، رقم: ۲۴۰، شعيب الأرنؤوط، مؤسَسَة الرسالة-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۵ھ.

۳- معرفة الصحابة لأبي نعيم :أبو الهيثم مالك بن التيهان، رقم: ۳۴۹۵: ۱/ ۳۰۴۸، ت: عادل بن يوسف، دار الوطن الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ.

۴- شعب الإيمان: ۶/ ۳۳۰، رقم: ۴۲۸۳، ت: مختار أحمد الندوي، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شروع میں ذکر کردہ کتابوں میں مذکورہ دعا کا حوالہ درست نہیں ہے، اور عنقریب آئے گا کہ دعا کے الفاظ میں لفظ "علی" یعنی "بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ" کہنا بھی درست نہیں ہے۔

درست حوالے اور صحیح دعا کی تعیین:

درحقیقت یہ واقعہ متعدد دفعہ پیش آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی حالت میں مختلف صحابہ کے گھروں میں تشریف لے گئے ہیں، سابقہ حوالوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالہیثم مالک بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تھے، اسی طرح "مستدرک حاکم" [۱]، "المعجم الأوسط" [۲] اور "شعب الإيمان" [۳] کی ایک دوسری روایت جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان تشریف لے گئے تھے،

[۱] مستدرک حاکم: كتاب الأطعمة: ۴/ ۱۴۶، رقم: ۷۱۷۸، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۲ھ.

[۲] المعجم الأوسط: ۲/ ۲۶۶، رقم: ۲۲۴۷، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمين-القاهرة، الطبعة ۱۴۱۵ھ.

[۳] شعب الإيمان: ۶/ ۳۳۰، رقم: ۴۲۸۳، ت: مختار أحمد الندوي، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا:

"خُبْزٌ ولَحْمٌ وتَمْرٌ وبُسْرٌ ورُطَبٌ، إذا أصَبْتُم مِثْلَ هذا فضَرَبْتُم بأيدِيكم، فكُلُوا بِسْمِ اللهِ وبَرَكَةِ اللهِ". هذا حديثٌ صَحِيحٌ ولَمْ يُخرِجَاه. (كذا في المُسْتَدرَك)".

"روٹی، گوشت، ادھ کچری اور پکی ہوئی کھجوریں، جب ایسی نعمتیں پاؤ، اور پھر کھانے کے لئے ہاتھ بڑھاؤ تو اللہ کے نام اور (اس کی) برکت کے ساتھ کھاؤ"۔

(حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) یہ حدیث صحیح ہے، اور حضرات شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

واضح رہے کہ اس روایت میں دعا کے الفاظ یہ ہیں: "بسم اللہ و برکۃ اللہ"، یعنی لفظ "علی" کے بغیر۔

نتائج:

اِن تمام نصوص سے دو اہم نتائج اخذ ہوتے ہیں، جن کی طرف شروع میں اشارہ کیا گیا تھا:

۱- صحیح یہ ہے کہ زیرِ بحث دعا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے) منقول ہے، جسے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "مستدرک" میں تخریج کیا ہے، اور اس دعا کی نسبت حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (قصہ ابی الہیثم رضی اللہ عنہ) کی طرف کرنا تسامح پر مبنی ہے۔

۲- دعا کے صحیح کلمات یہ ہیں: "بِسْمِ اللهِ وَبَرَكَةِ اللهِ". چنانچہ اس دعا میں لفظِ "علی" کی زیادتی کرنا، یعنی "بِسْمِ اللهِ وَعَلَى بَرَكَةِ اللهِ" کہنا درست نہیں ہے۔

"علی برکۃ اللہ" کے ثبوت کی ایک توجیہ اور اس کا جائزہ:

ہمارے بعض معاصرین علماء کرام نے "کلماتِ دعا" کے بارے میں یہ بات بھی فرمائی ہے کہ ممکن ہے "مستدرک حاکم" کے بعض نسخوں میں یہ دعا لفظ "علی"

کے ساتھ ہو، یعنی "بسم اللہ وعلی برکة اللہ"، چنانچہ بعد کی ان کتابوں میں یہ دعا لفظ "علی" کے ساتھ ہے، ان مؤلفین نے "مستدرک حاکم" کے انہیں نسخوں سے یہ دعا نقل کی ہوگی۔

یہ احتمال چند قوی قرائن کی وجہ سے قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتا، قرائن یہ ہیں:

۱- ہماری جستجو کے مطابق "مستدرک حاکم" کے موجودہ مطبوعہ اول نسخوں میں، یہ دعا لفظِ "علی" کے بغیر ہے، یعنی "بسم اللہ وبرکة اللہ"۔ جیسے:

۱-دار الكتب العلمية- بيروت.

۲-دار الحرمين-القاهرة، ت: مقبل بن هادی.

۳- دائرة المعارف العثمانية. یہ نسخہ دار المعرفة- بیروت سے یوسف عبد الرحمن مرعشلی کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوا ہے۔

۲-جیسا کہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (۳۲۱ھ/ ۴۰۵ھ) نے "مستدرک حاکم" میں، حدیثِ ابن عباس کے تحت، یہ دعا لفظِ "علی" کے بغیر، یعنی "بسم اللہ وبرکة اللہ" تخریج کی ہے، اسی طرح حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ سے قبل امام سلیمان بن احمد طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ (۲۶۰ھ/ ۳۶۰ھ) نے یہی حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہ تخریج کی ہے، جس میں یہ دعا لفظِ "علی" کے بغیر، "بسم اللہ وبرکة اللہ" لکھی ہے، نیز حاکم نَیشابُورِی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امام احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (۳۸۴ھ/۴۵۸ھ) نے "شعب الإيمان" میں یہی حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہ تخریج کی ہے، جس میں یہ دعا لفظِ "علی" کے بغیر، "بسم اللہ وبرکة اللہ" لکھی ہے، لہذا یہ کہنا کہ ممکن ہے، "مستدرک حاکم" کے بعض نسخوں میں یہ دعا لفظ "علی" کے ساتھ ہو، یعنی "بسم اللہ وعلی برکة اللہ"، اور بعد کے مؤلفین نے "مستدرک حاکم" کے انہیں نسخوں سے یہ دعا نقل کی ہو، یہ احتمال ان قرائن کی موجودگی میں بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ "مستدرک حاکم" کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث میں بھی

یہ دعا لفظِ "علی" کے بغیر منقول ہے؛ اس لیے صحیح بات یہی کہ "المعجم الأوسط" اور "شعب الإیمان" کی طرح، "مستدرک حاکم" میں بھی یہ دعا لفظِ "علی" کے بغیر، "بسم اللّٰہ وبرکۃ اللّٰہ" ہے، البتہ یہ ممکن ہے، کہ "مستدرک" کے حوالے سے ابتداءً کسی کتاب میں یہ دعا تسامحاً (بھول چوک سے) لفظِ "علی" کے ساتھ، یعنی "بسم اللّٰہ وعلی برکۃ اللّٰہ" منقول ہوئی ہے (ہماری جستجو کے مطابق اس دعا یعنی "بسم اللّٰہ وعلی برکۃ اللّٰہ" کا قدیم ترین مصدر "سلاح المؤمن" ہے) پھر بعد والے مؤلفین اسی پر اعتماد کرتے ہوئے اسے نقل کرتے رہے، اور اس طرح یہ تسامح رائج ہوگئی ہو، واللہ اعلم۔

تتمہ:

بعض افراد نے اس دعا کے بارے میں ایک شبہ کا اظہار کیا ہے کہ "مستدرک حاکم" کی عبارت "فَكُلُوا بِسْمِ اللّٰهِ وَبَرَكَةِ اللّٰهِ" کا مدعی ہرگز یہ نہیں ہے کہ "بِسْمِ اللّٰهِ وَبَرَكَةِ اللّٰهِ" کھانا کھانے کی مسنون دعا ہے، یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم ایک دوسرے سے کہتے ہیں: "آؤ، بسم اللّٰہ!" اسی طرح کھانا تیار ہو تو کہتے ہیں: "بسم اللہ کیجیے!" نیز یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ پورے ذخیرۂ احادیث میں کہیں بھی یہ موجود نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہو کہ کھانے سے قبل، دُعا کے یہ الفاظ ہیں، اور امام نسائی رحمہ اللہ اور حافظ ابن السنی رحمہ اللہ کی "عمل الیوم واللیلۃ"، اور امام نووی رحمہ اللہ کی "الأذکار"، ان کتابوں میں اس دعا کا نام ونشان تک نہیں۔

اس شبہ کا حاصل، تین امور ہیں:

۱- آپ ﷺ نے کھانے سے قبل اس دعا کا حکم نہیں فرمایا۔

۲- اوراد کی معتبر کتب میں یہ دعا موجود نہیں ہے۔

۳- جن روایات میں "فَكُلُوا بِسْمِ اللّٰهِ وَبَرَكَةِ اللّٰهِ" جیسے الفاظ آئے ہیں، وہاں یہ دعا تعلیم فرمانا مقصود نہیں، بلکہ یہ جملہ بالکل ہمارے اس محاورے کی طرح

ہے: بسم اللہ کیجیے! یعنی کھانا کھائیے۔

ذیل میں ہر اشکال کا جواب لکھا جائے گا:

پہلے شبہ کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ صاحبِ اشکال کے سامنے "مستدرک" کی عبارت تھی، یعنی "إذا أصبتُم مِثْلَ هذا فضربتُم بأيديكم فقُولوا بِسْمِ اللهِ وَبَرَكَةِ اللهِ". اس وجہ سے اشکال پیدا ہوا کہ آپ ﷺ نے کھانے سے قبل اس دعا کا حکم نہیں فرمایا، حالانکہ "المعجم الأوسط" کی روایت میں صاف تاکیدی الفاظ "فَقُولُوا" (یعنی تم یہ کہو) سے اس دعا کے پڑھنے کا حکم ہے، چنانچہ "المعجم الأوسط"[1] میں ہے:

"إذا أصَبْتُم مِثْلَ هذا وضَرَبْتُم بأيدِيكم، فقُولُوا: بِسْمِ اللهِ وَبَرَكَةِ اللهِ، فإذا شَبِعْتُم، فقولوا: الحمد لله الذي أشْبَعَنا وأرْوانا وأنْعَمَ علَينا وأفْضَل، فإنَّ هذا كَفَافٌ[2] بهٰذا".

ترجمہ: جب تم یہ (نعمتیں) پاؤ اور کھانے کے لئے ہاتھ بڑھاؤ تو یہ کہو: میں اللہ کے نام اور اس کی برکت سے کھانا شروع کرتا ہوں، پھر جب تم سیر ہو جاؤ، تو یہ کہو: تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہے، جس نے ہمیں سیر کیا اور سیراب کیا اور ہم پر یہ فضل و انعام فرمایا، بلاشبہ ان دعاؤں کا پڑھنا ان نعمتوں کی مثل شکر گذاری بن جائے گی"۔

اب اس عبارت میں کھانے سے قبل صاف لفظوں میں "بِسْمِ اللهِ وَبَرَكَةِ اللهِ" پڑھنے کا حکم ہے، اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد اس دعا کے سنت کہلانے کے لیے کافی ہے، چنانچہ یہ کہنا کہ "آپ ﷺ نے کھانے سے قبل اس دعا کا حکم نہیں فرمایا" یہ درست

---

[1] المعجم الأوسط: ۲۶۶/۲، رقم: ۲۲۴۷، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمين-القاهرة، الطبعة ۱۴۱۵ھ.

[2] الكَفَاف: هو الذي لا يفضل عن الشيء، ويكون بقدر الحاجة إليه. كذا في النهاية لابن الأثير: باب الكاف مع الفاء، ۱۹۰/۴، ت: أبو عبد الله عبد السلام علوش، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ.

نہیں ہے، اور اسی سے تیسرے اشکال کا جواب بھی ہوگیا، جس میں یہ کہا گیا تھا کہ یہ جملہ خاطر مدارت کے طور پر کہا جاتا ہے، اور اس میں دعا کی تعلیم مقصود نہیں ہے، حالانکہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ آپ ﷺ کے الفاظ "فقولوا" (یعنی تم یہ دعا پڑھو)، تعلیمِ دعا پر بالکل صریح ہے۔

دوسرے شبہ کا حاصل یہ تھا کہ اوراد کی معتبر کتب میں یہ دعا موجود نہیں ہے، حالانکہ یہ دعا، اورادِ مسنونہ کی معتبر کتب میں موجود ہے، مثلاً: علامہ ابن الإمام رحمہ اللہ نے "سِلَاحُ المُؤمِن فِي الدُّعَاء وَالذِّكر" میں یہ دعا (اس میں لفظِ "علی" کی زیادتی تسامح پر مبنی ہے، تفصیل ماقبل میں آچکی ہے)، اس عنوان کے تحت ذکر کی ہے: "ما جَاء في التَّسمِيَة عِندَ الأكلِ والشُّربِ". یعنی یہ باب ہے، کھانے، پینے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں۔

اسی طرح پاک وہند میں اورادِ مسنونہ کی مشہور اور متداول کتاب "الحِصْن الحَصِين"[1] ہے، یہ کتاب حافظ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، اس کتاب کا اردو ترجمہ عام طور پر دستیاب ہے، بندہ کے پاس فی الحال عربی نسخہ موجود نہیں ہے، اس لیے مترجم کتاب ہی کے حوالے سے ذکر کرتا ہوں کہ یہ دعا "الحصنُ الحصین" میں اس عنوان سے مذکور ہے: "اگر کسی کی دعوت میں عمدہ عمدہ اور لذیذ کھانے کھائے، تو کھانا شروع کرنے سے پہلے "بسم اللہ وعلی برکۃ اللہ" کہے......"۔

چنانچہ اب یہ کہنا کہ اوراد کی معتبر کتب میں یہ دعا موجود نہیں ہے، یہ بات بھی درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

---

[1] حِصن حَصِین: ص: ۱۶۱، حواشی مولانا محمد إدریس، الناشر: گابا سنز اردو بازار، کراچی۔

روایت نمبر: (۴۴)

روایت: ”الناس كلّهم مَوْتَى إلا العالمون...“. ”علما کے علاوہ تمام لوگ بے جان ہیں......“۔

حکم: یہ من گھڑت ہے، البتہ اس مضمون پر مشتمل الفاظ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اور سہل تُستَرِی رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہیں۔

محدثینِ کرام ہر زمانے میں یہ اہتمام فرماتے رہے ہیں کہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو ارشاداتِ نبوی سے ممتاز رکھا جائے، تاکہ اسلامی مستدلات خلط سے محفوظ رہیں، اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ ایک شخص کبھی غلطی سے بھی غیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم الفاظ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرسکتا ہے، علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ وضاعین کی ایک نوع کے بارے میں لکھتے ہیں:

”(الصِنْف السابع) قوم وقع الموضوعُ في حديثهم ولم يتعمّدوا الوضعَ، كمَنْ يغلط فيُضِيفُ إلى النبي صلى الله عليه وسلم كلامَ الصحابة أوغيرَهم...“.

”ساتویں قسم ان لوگوں کی ہے جن کی احادیث میں من گھڑت روایات داخل ہوجاتی ہیں، حالاں کہ یہ لوگ اسے خود وضع نہیں کرتے، مثلاً: ایک شخص غلطی سے صحابہ رضی اللہ عنہم یا کسی اور کا کلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کردے......“۔

ذیل میں اسی عنوان کے تحت ترتیب وار چار (حدیث نمبر: ۴۴ تا ۴۸) ایسی روایتوں کی تحقیق لکھی جائے گی، جو زبان زدِ عام صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں، حالاں کہ یہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم یا سلف کا قول ہے یا اسرائیلیات میں سے ہے:

”الناس كلّهم مَوْتَى إلا العالمون، والعالمون كلّهم هَلْكَى إلا

العاملون، والعاملون كلّهم غرقى إلا المخلِصون، والمخلِصون على خطرٍ عظيمٍ".

ترجمہ: ''علما کے علاوہ تمام لوگ بے جان ہیں، اور علما میں عمل کرنے والوں کے علاوہ تمام علما ہلاک ہونے والے ہیں، اور عمل کرنے والوں میں مخلصین کے علاوہ تمام غرق ہونے والے ہیں، اور اخلاص والے بہت بڑے خطرے سے دوچار ہیں''۔

روایت کی تحقیق چار اجزا پر مشتمل ہے:

۱- روایت کا مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) طریق
۲- ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اور سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کا قول
۳- روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال
۴- روایت کا فنی مقام

روایت کا مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) طریق:

فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ ''تنبیہ الغافلین'' میں ایک خبر نقل کرتے ہیں:

"الناس هلكى إلا العالمون، والعالمون هلكى إلا العاملون، والعاملون هلكى إلا المخلِصون، والمخلِصون على خطرٍ عظيمٍ".[1]

علما کے علاوہ تمام لوگ ہلاک ہونے والے ہیں، اور علما میں عمل کرنے والوں کے علاوہ تمام علما ہلاک ہونے والے ہیں، اور عمل کرنے والوں میں مخلصین کے علاوہ تمام ہلاک ہونے والے ہیں، اور اخلاص والے بہت بڑے خطرے سے دوچار ہیں۔

یہ روایت مرفوعاً سنداً نہیں مل سکی ہے۔

---

[1] انظر أسنى المطالب: ۱/۳۰۹، رقم: ۱۶۲۹، دار الكتب العلمية-بيروت.

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اور سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "شعب الایمان" [1] میں رقم طراز ہیں:

"أخبرنا أبو عبدالله الحافظ، أخبرني أبوبكر بن عبدالعزيز، قال: ... يوسف بن الحسين، يقول: سمعتُ ذَا النون المِصْري يقول: الناس كلّهم مَوتَى إلاّ العُلَماء، والعُلَماء كلّهم نِيَامٌ إلاّ العاملون، والعاملون كلهم مُغْتَرُّون إلاّ المُخلصون، والمُخلصون على خَطَرٍ عظيمٍ قال الله عزوجل ﴿لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عن صِدْقِهِم﴾. [الأحزاب: ۳۳/۸]

"ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علما کے علاوہ سب لوگ مردہ ہیں، اور علما میں عمل کرنے والوں کے علاوہ سب علما سو رہے ہیں، اور عمل کرنے والوں میں، اخلاص والوں کے علاوہ سب دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، اور اخلاص والے بھی بہت بڑے خطرے میں ہیں۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ﴿لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عن صِدْقِهِم﴾ [الاحزاب: ۳۳/۸] ترجمہ: "تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں سے ان کا سچ پوچھے"۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ قول "تاریخ دِمَشق" [2] میں تخریج کیا ہے۔

سہل بن عبداللہ تُستَری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الإیمان" [3] میں سہل بن عبداللہ تُستَری رحمۃ اللہ علیہ سے

---

[1] شعب الإيمان: ۹/ ۱۸۱، رقم: ۶۴۵۵، مكتبة الرشد-الرياض، ت: مختار أحمد الندوي، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

[2] تاريخ دِمَشق: ذوالنون بن إبراهيم: ۱۷/ ۴۲۹، ت: محب الدين أبو سعيد، دار الفكر- بيروت، الطبعة ۱۴۱۵ھ.

[3] شعب الإيمان: ۹/ ۱۸۰، رقم: ۶۴۵۴، مكتبة الرشد-الرياض، ت: مختار أحمد الندوي، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

بھی اسی قسم کا مضمون نقل کیا ہے:۔

"أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، أخبرنا جعفر بن محمد الخلدي، أخبرنا أبو محمد الجريري، قال: سمعت سَهلَ بن عبد الله التُستَرِي قال: الدنيا كلّها جَهلٌ مَوَاتٌ إلا العلم منها، والعلم كلّه حجّةٌ على الخَلقِ إلاّ العمل به، والعمل كلّه هبَاء إلاّ الإخلاص منه، والإخلاص خَطَر عظيم، لا يعرفه إلاّ الله عزّ وجلّ حتى يَصِلَ الإخلاص بالموت".

سہل بن عبداللہ تُستَرِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم کے سوا دنیا ساری کی ساری نادانی اور بے روح چیز ہے، اور علم مخلوق پر حجت ہے، البتہ اس پر عمل کیا جائے (تو حجت نہیں)، اور عمل سب کا سب غبار ہے، مگر یہ کہ اس میں اخلاص ہو، اور اخلاص عظیم خطرے میں ہے، جسے صرف اللہ ہی پہچانتا ہے، یہاں تک کہ اخلاص موت تک پہنچ جائے۔

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "اقتضاء العلمِ العملَ"[1] میں سہل بن عبداللہ تُستَرِی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت تخریج کی ہے، البتہ ایک دوسری سند سے بھی سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت اِن الفاظ سے تخریج کی ہے:

"النّاس كلّهم سُكَارَى إلا العُلماء والعُلماء، كلّهم حَيَارَى إلاّ من عَمِلَ بعِلْمِه". "سب لوگ نشے میں ہیں سوائے علما کے، اور علما سب حیران ہیں، سوائے عمل کرنے والوں کے"۔

"حلية الأولياء"[2] میں سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ان الفاظ سے مروی ہے: "الدّنيا كلُّها جهلٌ إلاّ العلم فيها، والعلمُ كُلُّه وبالٌ إلاّ العَمَل به، والعَمَلُ كلّه

---

[1] اقتضاء العلمِ العملَ: ۲۸، رقم: ۲۱، المكتب الإسلامي-بيروت، الطبعة الرابعة ۱۳۹۷ھ.

[2] حلية الأولياء: ۱۰/ ۱۹۳، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الاولى ۱۴۰۹ھ.

هَبَاء مَنْثُور إلا الإخلاص فيه، والإخلاص فيه أنت منه على وجلٍ حتى تَعْلَمَ هل قُبِلَ أم لا".

"دنیا سب کی سب جہالت ہے، سوائے علم کے، اور علم سب کا سب وبال ہے، سوائے عمل کے اور عمل اُڑتی غبار کی طرح ہے، سوائے اخلاص کے، اور تم اخلاص کے بارے میں ڈرتے رہو، حتی کہ جان لو کہ وہ قبول ہوگیا یا نہیں"۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

۱- حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ "کَشْفُ الخفَاء"[1] میں لکھتے ہیں:

"قال الصَّغَاني: وهذا حديث مفترى ملحون، والصواب في الإعراب: العالمين و العاملين والمُخلصين انتهى. وأقول فيه: إنّ السُّيُوطِيَ نقل في النُّكَت عن أبي حيّان أنّ الإبدال في الإستثناء المُوجَبِ لغة لبعض العرب، وخرّج عليها قوله تعالى: ﴿فَشَرِبُوا منه إلاّ قليل﴾ (سورة البقرة: ۲۴۹) انتهى. وعليه، فالعالمون وما بعده بَدَل ممّا قبله".

امام صغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث من گھڑت ہے، غلط اعراب پر مشتمل ہے، اور صحیح اعراب "عالمین" اور "عاملین" اور "مخلصین" ہیں، اور میں (علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ سے "النُّکَت" میں نقل کیا ہے کہ بعض عربوں کی لغت میں استثناء موجب [موجَب وہ کلام ہے جس میں نفی، نہی اور استفہام نہ ہو] میں اِبدال ہوتا ہے اور اسی پر وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿فَشَرِبُوا مِنْهُ إلاّ قَلِيْل﴾ (سورۃ البقرۃ:

---

[1] کشف الخفَاء: حرف النون: ۳۷۸، رقم: ۲۷۹۶، ت: عبد الحميد الهنداوي، المكتبة العصرية بيروت، الطبعة ۱۴۲۷ھ.

۲۴۹) کی تخریج کرتے ہیں، انتھی (چنانچہ) اس قول کے مطابق ''العالمون'' اور اس کے مابعد جملے، ماقبل سے بدل ہیں''۔

۲-علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ ''تذكرة الموضوعات'' [1] میں لکھتے ہیں: ''هو مفترى ملحون...''. ''یہ من گھڑت ہے، جو غلط اعراب پر مشتمل ہے.....''۔

۳-علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ''الفوائد المجموعة'' [2] میں لکھتے ہیں:

''ويروى بلفظ هَلْكَى، بَدَل مَوتَى، قال الصَغَاني: موضوع''. اور اس روایت میں لفظِ ''مَوتَى'' کی جگہ لفظِ ''هَلْكَى'' بھی مروی ہے، علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

۴-محمد بن درویش الحُوت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

محمد بن درویش الحُوت رحمۃ اللہ علیہ ''أسنى المطالب'' [3] میں لکھتے ہیں: ''موضوع وهذا الحديث ذكره السَمَرْقَنْدِي في كتاب ''تنبيه الغافلين''. یہ حدیث موضوع ہے اور اس حدیث کو علامہ سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''تنبيه الغافلين'' میں ذکر کیا ہے۔

روایت کا فنی مقام:

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثینِ کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے

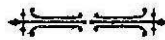
---

[1] تذكرة الموضوعات: باب القصص والوعظ، ص: ۲۰۰، کتب خانہ مجیدیة-ملتان، پاکستان.

[2] الفوائد المجموعة: كتاب الأدب والزهد، ۲۵۷، رقم: ۱۲۳، ت: عبد الرحمن المعلمي، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ.

[3] أسنى المطالب: ۳۰۹/۱، رقم: ۱۶۲۹، دار الكتب العلمية-بيروت.

کہ یہ روایت من گھڑت ہے، چنانچہ اس روایت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا باطل ہے، البتہ اس قسم کا مضمون سہل بن عبداللہؒ تستری رحمہ اللہ اور ذوالنون مصری رحمہ اللہ کے اقوال سے ثابت ہے، جن کے الفاظ ماقبل میں تفصیل سے گذر چکے ہیں؛ لہذا یہ مضمون سہل بن عبداللہ تُستَری رحمہ اللہ اور ذوالنون مصری کی طرف نسبت کر کے بیان کرنا درست ہے۔



روایت نمبر: (۲۵)

روایت: ’’مؤمن کے جھوٹے میں شفا ہے‘‘۔اور بعض مقامات پر یہ الفاظ ملتے ہیں: ’’مؤمن کے تھوک میں شفا ہے‘‘۔

حکم: یہ دونوں قسم کے الفاظ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، بیان نہیں کر سکتے۔

روایت کی تفصیلی تحقیق ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

روایت پر کلام:

(ا) حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ’’المقاصد الحسنة‘‘ [1] میں ’’رِيقُ المؤمن شِفَاء‘‘ کے تحت رقم طراز ہیں:

’’معناه صحيح، ففي الصحيحين أنه صلى الله عليه وسلم كان اشتكى الإنسانُ الشَيءَ أَوْ كَانتْ به قُرْحَةٌ أو جُرْحٌ، قال بأصْبِعه يعني سَبَابَته الأرضَ ثمّ رَفَعَها، وقال: بِسْمِ اللّٰه، تُرْبَةُ أَرْضِنا بِرِيقَةِ بَعْضنا، أَيْ بِبُصَاقِ بَني آدم، لِيُشفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ ربِّنا، إلى غير ذٰلِك مِمَّا يَقْرُبُ منه.

وَأَمَّا مَا على الألْسِنَةِ مِنْ أنْ: ’’سُؤر المؤمن شِفَاءٌ‘‘، ففي الأفراد للدَّارَقُطْنِي، مِنْ حديثِ نوح بن أبي مريم، عن أبي جُرَيج، عن عطاء، عن ابن عباس رَفَعَه: ’’مِنَ التَّوَاضُعِ أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ مِنْ سُؤرِ أَخِيه‘‘.

اس حدیث (مؤمن کے تھوک میں شفا ہے) کا معنی صحیح ہے، چنانچہ صحیحین میں ہے کہ جب کسی انسان کو کوئی شکایت ہوتی یا کوئی پھوڑا یا زخم ہوتا، تو

[1] المقاصد الحسنة: حرف الراء، ۲۷۰، رقم: ۵۳۲، ت: عبد اللّٰه محمد الصديق، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ.

آپ ﷺ اپنی شہادت کی انگلی زمین پر رکھتے، پھر اٹھا لیتے اور یہ دعا پڑھتے: "بسم الله، تُرْبَةُ أرضِنا بِرِيقَةِ بعضنا، (أي بصاق بني آدم)، لِيُشفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ ربِنا". ترجمہ: ''اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں، یہ ہماری زمین کی مٹی ہے، جو ہم میں سے کسی ایک (یعنی بنی آدم) کے تھوک کے ساتھ ملی ہوئی ہے، (ہم نے یہ کام اس لئے کیا) تاکہ ہمارے پروردگار کے حکم سے ہمارا مریض شفایاب ہوجائے''۔

البتہ یہ جو زبان زدعام ہے کہ ''مسلمان کے جھوٹے میں شفا ہے''، (اس کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ) امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے "الأفراد" میں نوح بن ابی مریم کی حدیث نقل کی ہے، جس میں نوح، ابن جریج سے، اور وہ عطاء سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''تواضع میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا جھوٹا پی لیا کرے''۔

(۲) علامہ نجم الدین غزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ نجم الدین غزی رحمۃ اللہ علیہ "إتقان مايَحْسُن" [1] میں "سؤر المؤمن شفاء" کے تحت لکھتے ہیں:

"ليس بحديث، نعم (قط) في (الأفراد) عن ابن عباس: مِنَ التَّوَاضُعِ أنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ مِنْ سُؤْرِ أخِيه".

یہ حدیث نہیں ہے، البتہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ "الأفراد" میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: ''تواضع میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے بھائی کا جھوٹا پی لیا کرے''۔

علامہ نجم الدین غزی رحمۃ اللہ علیہ چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

---

[1] إتقان مايحسن: باب السين، ۳۳۵، رقم: ۹۱۵، ت: الدكتور يحيى مراد، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۴ء۔

”وقد وَقعَ مِنْ بعض خُطبَاءِ دِمَشْقَ أني كنتُ وإيّاه في مجلس، فطَلَبَ الساقيَ لِيَسقِينَا، فمنعتُ مِنْ ذلك، فقال لي هذا الخطيبُ: يامولانا! سؤر المؤمن شفاء. فقلتُ له: حين نَرَى المؤمن، فَنَعُدُّ سؤرَه شِفَاءً؛ على أنّ هذا لَيسَ بحَديث، وزَعَمَ أنَّه حديث أو إيهام أنّه حديثٌ، كَذَبَ على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فَتَباً لهذا الزَّمانِ وأهلِه إلاّ مَنِ اتَّقَى الله، وأينَ هم؟“.

ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ میں اور دِمَشق کے ایک خطیب کسی مجلس میں تھے، اس خطیب نے ساقی سے کچھ مانگا کہ وہ ہمیں پلائے، میں نے خطیب کو اس سے منع کیا، خطیب نے مجھ سے کہا کہ اے مولانا! ”مؤمن کے جھوٹے میں شفا ہے“، میں نے خطیب سے کہا اگر ہم اسے مؤمن سمجھیں، تو اس کے جھوٹے میں شفا سمجھیں گے، میں نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ یہ حدیث ہی نہیں ہے، اور خطیب کا کہنا تھا کہ یہ حدیث ہے، یا وہ اس وہم میں ڈالنا چاہ رہا تھا کہ یہ حدیث ہے، (بہر حال) اس نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا، چنانچہ ناس ہو اس زمانے کا اور اس کے لوگوں کا، سوائے ان لوگوں کے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں، لیکن وہ کہاں ہیں؟۔

(۳) علامہ احمد بن عبد الکریم غزی عامری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ احمد بن عبد الکریم غزی عامری رحمۃ اللہ علیہ ”الجدُّ الحَثِيث“ [1] میں لکھتے ہیں:

”ليس بحديث“. یہ حدیث نہیں ہے۔

(۴) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ”المَصْنُوع“ [2] میں لکھتے ہیں:

---

[1] الجدُّ الحَثِيث: ۱۱٦، رقم: ۲۰۳، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم-بيروت.

[2] المَصْنُوع: ۱۰٦، رقم: ۱۴۴، ت: الشيخ عبد الفتاح أبو غده، ايچ-ايم-سعيد كمپنى- كراچى.

”حديث: رِيقُ المؤمن شِفَاءٌ. وَكذا: سُؤْر المؤمن شِفَاءٌ. ليس له أصلٌ مرفوعٌ“.

حدیث: ”مؤمن کے تھوک میں شفا ہے اور اسی طرح مؤمن کے جھوٹے میں شفا ہے“۔ اس کی کوئی اصل مرفوع روایت (آپ ﷺ کا قول) نہیں ہے۔

اسی طرح ملا علی قاری رحمہ اللہ ”الأسرار المرفوعة“ [1] میں لکھتے ہیں:

”ريق المؤمن شفاء. معناه صحيح، يُستأنس له بقوله عليه الصلاة والسلام في الحديث الصحيح: بسم الله، تُرْبَةُ أرضِنا بِرِيقَةِ بعضِنا، أي ببُصَاقِ بَنِي آدم، لِيُشفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ ربِّنا، وأمّا مايَدُورُ على الألْسِنَةِ مِنْ قولِهم: سؤر المؤمن شفاء. فصحيح مِنْ جِهَةِ المعنى؛ لرواية الدّار قُطْنِي في ”الأفراد“ مِنْ حديثِ ابن عبّاس رضي الله عنه مرفوعاً: مِنَ التَّوَاضُعِ أنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ مِنْ سُؤْرِ أخِيه. أي المؤمن“.

حدیث: ”مومن کے تھوک میں شفا ہے“۔

اس روایت کا معنی صحیح ہے، آپ ﷺ کے اس ارشاد سے اس حدیث کے لیے استیناس کی جا سکتی ہے: ”بسم الله، تُرْبَةُ أرضِنا بِرِيقَةِ بَعضِنا، لِيُشفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ ربِّنا“: ترجمہ: اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں، یہ ہماری زمین کی مٹی ہے، جو ہم میں سے کسی ایک کے تھوک کے ساتھ ملی ہوئی ہے، ہم نے یہ کام اس لیے کیا تا کہ ہمارے پروردگار کے حکم سے ہمارا مریض شفایاب ہو جائے۔

اور یہ جو زبان زدِ عام ہے کہ ”مؤمن کے جھوٹے میں شفا ہے“۔ یہ روایت معنی کے اعتبار سے صحیح ہے؛ کیوں کہ دار قطنی رحمہ اللہ نے ”الافراد“ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ

---

[1] الأسرار المرفوعة: ۲۱۴، ت: محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۶ھ.

کی ایک مرفوع حدیث تخریج کی ہے: ''تواضع میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا جھوٹا پی لیا کرے''، یعنی مومن کے جھوٹے میں سے پی لیا کرے۔

(۵) حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے ''كشف الخفاء'' [1] میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا ہے۔

(٦) علامہ محمد امیر کبیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ محمد امیر کبیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ ''النُخبَةُ البَهِيَةِ في الأحاديث المكذوبة على خَيرِ البَرِيَة'' [2] میں لکھتے ہیں:

''لم يرد لفظُه''. اس کے الفاظ حدیث میں وارد نہیں ہیں۔

اہم نکتہ:

سابقہ تحریر کے مطابق حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سؤر المؤمن شِفَاء'' کے معنی کو صحیح قرار دیا ہے اور دلیل میں یہ روایت ''الأفراد للدَارَ قُطْنِي'' کے حوالے سے پیش کی ہے: ''مِنَ التواضع أنْ يَشْرَبَ الرجلُ مِنْ سُؤرِ أخيه''. ''تواضع میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا جھوٹا پی لیا کرے''۔

اسی طرح علامہ نجم الدین غزی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کے معنی کو صحیح قرار دے کر دلیل میں یہی روایت ''الأفراد للدَارَ قُطْنِي'' کے حوالے سے پیش کی ہے، البتہ واضح رہے کہ ''الأفراد للدَارَ قُطْنِي'' کی سند میں ایک راوی ''نوح بن ابی مریم'' ہے، جن کے بارے میں ذیل میں ائمہ کرام کے اقوال ''میزان

---

[1] كشف الخفاء: ١/ ٤٣٦، رقم: ١٤٠٥، ت: عبد الحميد الهنداوي، المكتبة العصرية - بيروت، الطبعة ١٤٢٧هـ.

[2] النُخبَةُ البهية: ١/ ٦٤، رقم: ١٣٧، المكتب الإسلامي- بيروت.

الاعتدال" [1] سے نقل کیے جائیں گے۔

"قال نعيم: سئل ابن المبارك عنه، فقال: هو يقول لا إله إلا الله، وقال أحمد: لم يكن بذاك في الحديث، وكان شديداً على الجهمية، وقال مسلم وغيره: متروك الحديث، وقال الحاكم: وضع أبو عصمة حديث فضائل القرآن الطويل، وقال البخاري: منكر الحديث، وقال ابن عدي: عامة ما أوردت له لا يتابع عليه، وهو مع ضعفه يكتب حديثه".

نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے نوح بن ابی مریم کے بارے میں پوچھا گیا: تو انھوں نے کہا کہ وہ "لا الہ الا اللہ" کہتا ہے (جرح)، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں "لَم یَکُن بذَاک فی الحَدِیث" (کلمہ جرح) کہا ہے (نیز یہ بھی کہا کہ) وہ جہمیہ پر بہت سخت تھا، اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے نوح بن ابی مریم کو "متروک الحدیث" (شدید جرح) کہا ہے۔ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو عصمہ نے "فضائل القرآن" کی لمبی حدیث گھڑی ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نوح بن ابی مریم کو "متروک الحدیث" (شدید جرح) کہا ہے، اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نوح بن ابی مریم کی حدیثیں تخریج کی ہیں، ان میں سے اکثر کی متابعت نہیں کی گئی، اور باوجود ضعف کے نوح بن ابی مریم کی حدیثیں لکھی جائیں گی۔

اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "تَرَكُوه". [2]

محدثین نے نوح کو ترک کیا ہے۔ (شدید جرح)

---

[1] ميزان الاعتدال: ۴/ ۲۸۰، رقم: ۹۱۴۳، علي محمد البجاوي، دار المعرفة- بيروت.

[2] الكاشف: ۳/ ۲۱۲، رقم: ۵۹۹۲، ت: عزت علي عيد عطية و موسى محمد علي الموشي، دار الكتب الحديثة- القاهرة، الطبعة الأولى ۱۳۹۲ھ.

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ويُعْرَفُ بالجامع؛ لِجَمْعِهِ العلومَ، لكن كَذَّبُوه في الحديث، وقال ابن المبارك: كان يَضَعُ". [1]

نوح بن ابی مریم "جامع" کے نام سے معروف تھے؛ کیوں کہ انہوں نے بہت سے علوم جمع کر کے رکھے تھے، لیکن حدیث میں محدثین نے "نوح" کو جھوٹا بتایا ہے، اور ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "نوح" حدیثیں گھڑتا تھا۔

ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ:

ان اقوال کے مطابق حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثین نے نوح بن ابی مریم کے متعلق جرح کے شدید صیغے استعمال کیے ہیں، حتی کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے صاف کہا ہے کہ "نوح احادیث گھڑتا تھا"، اس لیے زیر بحث روایت کے معنی کو اس روایت (جس میں نوح موجود ہے) کی بنا پر صحیح کہنا محلِ نظر ہے، البتہ واضح رہے کہ یہی روایت ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے جس میں نوح بن ابی مریم نہیں ہے، اور سند کے دوسرے راوی بھی شدید جرح سے خالی ہیں، چنانچہ اس دوسری سند سے اس روایت کو بیان کیا جا سکتا ہے، اس سند کی تفصیلی تحقیق ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

امام ابوبکر اسماعیلی (۲۷۷ھ-۳۷۱ھ) "کتاب المعجم" [2] میں لکھتے ہیں:

"أخبرني علي بن محمد بن حاتم أبو الحسن القُومَسِي - من حَدَّادَة بجُرجان - حدثنا جعفر بن محمد الحدَّاد القُومسي، حدثنا إبراهيم

---

[1] التقريب: ۵۶۷، رقم: ۷۲۱۰، ت: محمد عوامة، دار الرشيد- سوريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ.

[2] كتاب المعجم في أسامي شيوخ أبي بكر الإسماعيلي: ۷۵۳/۳، ت: زياد محمد منصور، مكتبة العلوم والحكم- المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۴۱۰ھ.

بن أحمد البَلْخي، حدثنا الحَسَن بن رُشَيد المَرْوَزِي، عن ابن جُرَيج، عن عطاء، عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "مِنَ التواضع أن يشربَ الرجلُ مِنْ سؤرِ أخيه، فما شرِب رجلٌ مِنْ سؤرِ أخيه إلا كُتب له سبعون حسنةً، ومُحيتْ عنه سبعون خطيئةً، ورُفعتْ له سبعون درجةً".

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''تواضع میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا جھوٹا پی لیا کرے، چنانچہ جو شخص اپنے بھائی کا جھوٹا پیے گا، اس عمل پر اس کے لیے ستر نیکیاں لکھی جائیں گی، ستر گناہ مٹا دیے جائیں گے اور ستر درجے بلند کیے جائیں گے''۔

روایت پر کلام:

ذیل میں سند میں موجود مختلف راویوں پر کلام نقل کیا جائے گا؛ تاکہ حدیث کا مقام سمجھنے میں آسانی ہو:

۱- الحسن بن رُشید:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"عن ابن جريج، وعنه ثلاثةُ أنفسٍ، فيه لِيْنٌ، وقال أبو حاتم: مجهول". [1]

حسن، ابن جریج سے احادیث نقل کرتا ہے، اور اس سے تین شخصوں نے روایت نقل کی ہے [یہ ایک اصطلاح کی طرف اشارہ ہے]، اور ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حسن کو مجہول کہا ہے۔

۲- إبراهيم بن أحمد البلخي:

---

[1] ميزان الاعتدال: ۱/ ۴۹۰، رقم: ۱۸۴۶، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة- بيروت.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وكان ثقة صاحب حديث“۔ [1]

اور موصوف ثقہ، محدث ہے۔

۳- جعفر بن محمد القومسي:

ان کا ترجمہ نہیں ملا۔

پھر بعد میں ”تاريخ الإسلام“ (۳۰۷/٦، ت: بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي - بيروت) میں موصوف کا ترجمہ بلا جرح وتعدیل مل گیا۔

۴- علي بن محمد بن حاتم (المتوفی ۳۲۲ھ):

موصوف کا ترجمہ حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاريخِ بغداد“ [2] میں بلا تعدیل وجرح ذکر کیا ہے، اور حافظ سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابوبکر اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ سے ”تاريخ جُرجان“ [3] میں موصوف کے بارے ”صَدُوق“ نقل کیا ہے۔

خلاصہ:

اب تک ”نکتہ“ کے عنوان سے جو تحقیق لکھی گئی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ علامہ نجم الدین غزی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت کے معنی کو صحیح قرار دیا ہے، اور بطور دلیل اس روایت ”تواضع میں سے یہ بھی ہے...“۔ کو ”الأفراد للدّارَ قُطنِي“ کے حوالے سے پیش کیا ہے، روایت کی اس سند میں ”نوح بن ابی مریم“ ہے، جن کے بارے میں ائمہ حدیث نے جرح کے شدید الفاظ استعمال کیے ہیں؛ چنانچہ اس روایت ”تواضع میں سے یہ بھی ہے...“۔ کو ”الأفراد للدّارَ قُطنِي“ کی سند

---

[1] العِبَرُ في خَبَرِ مَنْ غَبَر: ۱۴۵/۲، ت: زغلول، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۵ھ.

[2] تاريخ بغداد: ۵۳۲/۱۳، رقم: ۶۴۱۳، ت: الدكتور بشّار عوّاد معروف، دار الغرب الإسلامي-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ.

[3] تاريخ جُرجان: ۳۰۱/۱، رقم: ۵۱۸، ت: محمد عبد المعيد خان، عالم الكتب-بيروت.

سے بیان کرنا فنی حیثیت سے محلِ نظر ہے، البتہ یہی روایت ''امام ابوبکر اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ'' کی سند سے بیان کرنا درست ہے؛ کیوں کہ یہ سند فنی اعتبار سے ضعفِ شدید سے خالی ہے، واللہ اعلم۔

آمد برسرِ مطلب:

اب پھر ہم اپنی زیرِ بحث روایتوں "سؤر المؤمن شفاء" اور "رِيقُ المؤمن شفاء" کی طرف آتے ہیں۔ حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثینِ عظام کے کلام سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ "سؤر المؤمن شفاء" (مؤمن کے جھوٹے میں شفا ہے) اور "ريق المؤمن شفاء" (مومن کے تھوک میں شفا ہے) کے الفاظ کسی مرفوع روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) سے ثابت نہیں ہیں، دوبارہ ملاحظہ ہوں:

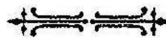
"ليس بحديث". یہ حدیث نہیں ہے۔ (علامہ نجم الدین الغزی رحمۃ اللہ علیہ)

"ليس له أصلٌ مرفوعٌ". اس کی اصل مرفوع روایت نہیں ہے۔ (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ)

"ليس بحديث". یہ حدیث نہیں ہے۔ (حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ) واضح رہے کہ یہ الفاظ حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے "المقاصد الحسنه" کی عبارت نقل کرتے ہوئے ذکر کیے ہیں، البتہ مجھے "المقاصد الحسنه" میں "ليس بحديث" کے الفاظ نہیں مل سکے۔

"لم يرد لفظُه". اس کے الفاظ حدیث میں وارد نہیں ہیں۔ (علامہ محمد امیر کبیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ)۔

حاصل یہ ہے کہ یہ روایت ان دونوں الفاظ (مؤمن کے جھوٹے میں شفا ہے اور مومن کے تھوک میں شفا ہے) کے ساتھ ثابت نہیں ہے؛ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انہیں منسوب کرکے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔



روایت نمبر: (۲۶)

روایت: ’’جب ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج بیت اللہ کے لیے پکارا، اس کے جواب میں لوگوں نے تلبیہ کہا، چنانچہ جس نے ایک مرتبہ تلبیہ کہا، تو وہ ایک مرتبہ حج کرے گا، اور جس نے دو مرتبہ تلبیہ کہا، وہ دو مرتبہ حج کرے گا، اور جس نے دو سے زائد مرتبہ تلبیہ کہا، وہ اسی حساب سے حج کرے گا‘‘۔

حکم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے اس مضمون پر مشتمل الفاظ منقول ہیں۔

روایت کی تفصیلی تحقیق:

واضح رہے کہ یہ روایت مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول)، موقوفاً (صحابی کا قول) اور مقطوعاً (تابعی کا قول) تینوں طرح مروی ہے، آئندہ تحقیق میں تینوں کو علیحدہ علیحدہ لکھا جائے گا۔

روایت کی تحقیق چھ بنیادی اجزا پر مشتمل ہے:

۱- مرفوع طریق اور اس کا مصدرِ اصلی

۲- روایت پر ائمہ حدیث کا کلام اور اس کا خلاصہ

۳- متکلم فیہ راوی کے بارے کلام

۴- مرفوع طریق کا خلاصہ اور اس کا فنی حکم

۵- روایت کے موقوف طرق

۶- تحقیق کا خلاصہ

مرفوع طریق (آپ ﷺ کا قول):

روایت کا مصدرِ اصلی:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الدر المنثور" [1] میں لکھتے ہیں:

"وأخرج الديلمي بسند واهٍ عن علي رضي الله عنه رفعه: لما نادى إبراهيم بالحج لبى الخلقُ، فمَنْ لبى تلبية واحدة حجّ واحدة، ومَنْ لبى مرتين حجّ حجّتين، ومَنْ زاد فبحساب ذلك".

دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک "واہی" سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا (آپ ﷺ کا قول) تخریج کیا ہے:

"جب ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج بیت اللہ کے لیے پکارا، اس پر لوگوں نے جواب میں لبیک کہا، چنانچہ جس نے ایک مرتبہ لبیک کہا، وہ ایک حج کرے گا، اور جس نے دو مرتبہ لبیک کہا، وہ دو مرتبہ حج کرے گا، اور جس نے دو سے زائد مرتبہ لبیک کہا، وہ اسی حساب سے حج کرے گا"۔

واضح رہے کہ "دار الكتاب العربي - بيروت" کی مطبوع "فردوس الأخبار" کے حاشیہ میں "تسديد القوس" اور "مسند الفردوس" کے بعض اجزاء موجود ہیں، "فردوس الأخبار" (۳/ ۴۷۲) میں اس حدیث کے تحت بحوالہ "مسند الفردوس" مکمل سند لکھی ہے، جس میں محمد بن اشعث موجود ہے۔

روایت پر کلام

(۱) حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الدر المنثور" [2] میں لکھتے ہیں:

---

[1] الدر المنثور: سورة الحج: الآية: ۲۷، ۱۰/ ۴۶۵، ت: عبدالله بن عبدالمحسن التركي، مركز هجر - القاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۲۴ھ.

[2] الدر المنثور: سورة الحج: الآية: ۲۷، ۱۰/ ۴۶۵، ت: عبدالله بن عبدالمحسن التركي، مركز هجر - القاهرة، الطبعة الأولى

"وأخرج الديلمي بسند واهٍ عن رفعه: لما نادى إبراهيم بالحج لبى الخلق، فمَنْ فمَنْ لبىَ تلبية واحدة حجّ واحدة، ومَنْ لبى مرّتين حجّ حجّتين، ومَنْ زاد فبحساب ذلک".

دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک "واہی" سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) تخریج کیا ہے:

"جب ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج بیت اللہ کیلئے پکارا، اس پر لوگوں نے جواب میں لبیک کہا، چنانچہ جس نے ایک مرتبہ لبیک کہا، وہ ایک حج کرے گا، اور جس نے دو دفعہ لبیک کہا، وہ دو مرتبہ حج کرے گا، اور جس نے دو سے زائد تلبیہ کہی، وہ اسی کے حساب سے حج کرے گا"۔

(۲) حافظ ابن عراق کنانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزیه الشريعة" [1] میں لکھتے ہیں:

"(ابن الأشعث) في سُننه التي وضعها على آل البيت مِنْ حديث عليٍ".

ابن الاشعث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو اپنی اس "سنن" میں تخریج کیا ہے، جسے ابن الاشعث نے آلِ بیت پر گھڑ رکھا ہے۔

(۳) حافظ محمد بن علی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [2] میں لکھتے ہیں:

"قال في الذيل: هو مِنْ نسخةِ "محمد بن الأشعث" التي عامتُها مناكير".

---

[1] تنزيه الشريعة: كتاب الحج، الفصل الثالث، ۲/۱۷۶، رقم:۲۷، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ.

[2] الفوائد المجموعة: كتاب الحج، ۱۰۹، رقم:۱۶، عبد الرحمن بن يحيى، الطبعة ۱۴۱۶ھ.

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث محمد ابن اشعث کے اس نسخے میں ہے، جس میں اکثر مناکیر ہیں۔

(۴) علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "تذكرة الموضوعات" [۱] میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفا کیا ہے۔

ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ:

گذشتہ نصوص سے یہ بات پایہ تکمیل تک پہنچ چکی ہے کہ یہ روایت نسخہ "محمد بن الاشعث" سے ماخوذ ہے، اور اس روایت کی سند میں "ابن الاشعث" متہم راوی ہے، بلکہ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں اس روایت کو من گھڑت کہا ہے، ایسے ہی حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "واہی" قرار دیا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اس روایت کو بیان کرنا جائز نہیں ہے، اب یہاں ذیل میں "محمد بن محمد بن الأشعث" نیز ان کے نسخہ کے بارے میں ائمہ حدیث کی تصریحات نقل کی جائیں گی، جس سے اس مرفوع روایت کا ساقط ہونا اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔

محمد بن اشعث کے بارے میں ائمہ کرام کے اقوال:

(۱) حافظ ابو احمد بن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابو احمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ "الكامل في الضعفاء" [۲] میں لکھتے ہیں:

"كتبتُ عنه بها [بمصر] حَمَلَه شدّةُ مَيْلِه إلى التشيّع أن أخرج إلينا نسختَه قريباً من ألف حديث، عن موسى بن إسماعيل بن موسى بن

[۱] تذكرة الموضوعات: فضائل الحج والطواف...، ص: ۷۳، کتب خانہ مجیدیہ۔ملتان، پاکستان۔

[۲] الكامل في الضعفاء: ۷/ ۵۶۵، رقم: ۱۷۹۱، ت: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود والشيخ علي محمد معوض، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ.

جعفر بن محمد، عن أبيه عن جدّه إلى أن ينتهي إلى عليّ والنبي صلى الله عليه وسلّم كتاب كتاب [كذا في الأصل] يخرجه إلينا بخطّ طريّ على كاغذ جديد فيها مقاطيع، وعامتها مسندة، مناكير كلّها أو عامتها، فذكرنا روايته هذه الأحاديث عن موسى هذا، لأبي عبدالله الحُسين بن علي بن الحسن بن علي بن عمر بن علي بن الحُسين بن علي بن أبي طالب، وكان شيخاً من أهل البيت بمصر، وهو أخ الناصر وكان أكبر منه، فقال لنا: موسى هذا جاري بالمدينة أربعين سنة، ماذكَر قط أنّ عنده شيئاً من الرواية لا عن أبيه ولا عن غيره".

میں نے مصر میں "محمد بن أشعث" سے روایتیں لکھی تھیں، تشیع کی طرف ان کے شدید میلان نے ان کو اس بات پر ابھارا کہ ہمارے سامنے ایک ہزار احادیث پر مشتمل ایک نسخہ نکالا، جس کی حدیثیں اس سند سے تھیں:

موسى بن إسماعيل بن موسى بن جعفر بن محمد عن أبيه عن جدّه إلى ان ينتهي إلى عليّ والنبي صلى الله عليه وسلّم.

(یعنی سند میں موجود موسیٰ نے اپنی سند سے بواسطہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات نقل کی تھیں) "محمدبن أشعث" ہمارے سامنے ایک کتاب لائے، اس کتاب میں موجود نئے کاغذ پر تازہ خط سے لکھا گیا تھا، اس نسخے کی اکثر حدیثیں مسند تھیں، جو سب کی سب یا اکثر مناکیر تھیں، ہم نے ابوعبداللہ حسین بن علی سے تذکرہ کیا کہ یہ احادیث "محمد بن اشعث" نے "موسیٰ" سے نقل کی ہے، یہ "ابوعبداللہ" مصر میں اہل بیت کے شیخ تھے، جو ابوعبداللہ ناصر کے بھائی، اور عمر میں ان سے بڑے تھے، ابوعبداللہ حسین بن علی نے ہمیں بتایا کہ یہ "موسیٰ" (یعنی جن سے

''محمد بن اشعث'' نے یہ احادیث نقل کی ہے) چالیس برس تک مدینہ آتے رہے ہیں، اس نے تو کبھی بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا کہ اس کے پاس ایسی کوئی روایتیں ہیں، نہ اپنے والد سے نقل کی اور نہ ہی کسی اور سے۔

اس کے بعد حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ابن الاشعث'' کی روایات تخریج کی، پھر لکھتے ہیں:

''وهذه النسخة كتبتُها عنه، وهي قريبة من ألف حديث، وكتبتُ عامتها عنه، وهذه الأحاديث وغيرها من المناكير في هذه النسخة، وفيها أخبار مما يوافق متونُها متونَ أهل الصدق، وكان مُتَّهَماً في هذه النسخة، ولم أجد له فيها أصلاً، كان يخرج إلينا بخط طَرِيٍّ وكاغذ جديد''۔

میں نے ''محمد ابن اشعث'' کا یہ نسخہ ان سے لکھ لیا تھا، اور وہ تقریباً ایک ہزار حدیثوں پر مشتمل تھا، میں نے اس نسخے کی اکثر روایتیں ''محمد بن اشعث'' سے لکھی تھیں، اور یہ حدیثیں (جو ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ماقبل میں ذکر کی ہیں) اور اس کے علاوہ مناکیر اس نسخے میں موجود ہیں، اور اس نسخے میں ایسے متون بھی ہیں، جو ''اہل صدق'' کے متون کے موافق ہیں، اور اس نسخے میں ''محمد ابن اشعث'' متہم ہے، اور اس نسخے کی اصل مجھے نہیں ملی، جسے ''ابن الاشعث'' نئے کاغذ اور تازہ خط کے ساتھ ہمارے پاس لایا تھا۔

(۲) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اختصاراً نقل کر کے لکھتے ہیں:

''قال السَهمِي: سألتُ الدارَقطني عنه، فقال: آية من آيات الله، وضع ذاك الكتاب، يعني العَلَوِيّات''۔ [1]

---

[1] ميزان الاعتدال: ۲۸/۴، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت.

سہمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ سے ''محمد بن اشعث'' کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے کہا کہ ''ابن اشعث''، اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے (جرح)، جس نے اس کتاب کو گھڑا ہے، یعنی ''علَوِیّات'' (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایتیں)۔

(۳) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ''لسان المیزان'' [1] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کر کے لکھتے ہیں:

''وقد وقفتُ علی بعض الکتاب المذکور، وسمّاہ ''السنن'' ورتّبه علی الأبواب، وکلّه بسند واحد، وأورد الدارَ قطني في ''غرائب مالک'' من روایته، عن محمد بن سعدان البزار، عن القعنبي حدیثاً، وقال: کان ضعیفاً''.

مجھے اس کتاب کے بعض حصے پر واقفیت ہوئی ہے، اور محمد بن اشعث نے اس کا نام ''سنن'' رکھا تھا، جسے اس نے ابواب پر مرتب کیا تھا، اور تمام حدیثیں ایک ہی سند سے تھیں، اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ''غرائب مالک'' میں اس کی ایک روایت نقل کی ہے، جو اس نے محمد بن سعدان، اور محمد بن سعدان نے قعنبی سے نقل کی تھی، اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ''ابن اشعث'' ضعیف ہے۔

مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) طریق کا خلاصہ اور فنی حکم:

ائمہ حدیث کی تصریحات سے آپ بخوبی جان چکے ہیں کہ اس مرفوع روایت میں ''محمد بن اشعث'' متہم ہے، اور ''محمد بن اشعث'' نے یہ روایت مرفوعاً بیان کی

---

[1] لسان المیزان: ۷/۲۷۶، رقم: ۷۳۵۷، ت: شیخ عبد الفتاح أبو غُدّة، دار البشائر الإسلامیة، الطبعة الأولی ۱۴۲۳ھ.

ہے، اس مرفوع روایت نیز ''محمد بن اشعث'' کے بارے میں ائمہ کرام کے کلام کا بے غبار نتیجہ یہی ہے کہ یہ روایت کسی بھی معتبر مرفوع سند (آپ ﷺ کا قول) سے ثابت نہیں؛ لہذا یہ روایت آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ یہ واضح رہے کہ اس مضمون کی موقوف روایات (اقوال صحابہ ؓ) اور اقوال تابعین موجود ہیں۔

روایت کا موقوف طریق:

حافظ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ ''جامع البیان'' [1] میں لکھتے ہیں:

''حدثنا ابن حميد قال: ثنا يحيي بن واضح، قال: ثنا ابن واقد، عن أبي الزبير، عن مجاهد، عن ابن عباس، في قوله ﴿وأذّن في الناس بالحج﴾ (سورة الحج: ٢٧) قال: قام إبراهيم خليل الله على الحَجَرِ، فنادى: يا أيها الناس! كتب عليكم الحجّ، فأسمع من في أصلاب الرجال وأرحام النساء، فأجابه من آمن ممن سبق في علم الله أن يحجّ إلى يوم القيامة: لبيک أللهم لبيک''.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ باری تعالیٰ کے ارشاد ﴿وأذن في الناس بالحج﴾ (سورة الحج: ٢٧) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''ابراہیم خلیل اللہ'' نے ''مقام ابراہیم'' پر کھڑے ہوکر یہ ندا لگائی: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ آواز ان تک بھی پہنچادی، جو مَردوں کی پشت اور عورتوں کے رحم میں تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے علم (ازلی) کے مطابق جن لوگوں کے لیے تاقیامت حج کرنا مقدر تھا، انھوں نے اس پکار کا یہ جواب دیا: میرے اللہ! میں حاضر ہوں۔

---

[1] جامع البيان: سورة الحج: الآيات ٢٧ - ٢٩، ١٨ /٦٠٦، ت: أحمد محمد شاكر، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ، مؤسسة الرسالة - بيروت.

قولِ تابعی:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسا ہی مضمون مروی ہے، "جامع البیان" [1] میں ہے:

"حدثنا القاسم، قال: ثنا الحُسين، قال: ثني حجاج، عن ابن جُريج، عن مجاهد، في قوله ﴿وأذن في الناس بالحج﴾ (سورة الحج:۲۷)، قال: قام إبراهيم على مقامه، فقال: ياأيُها الناس أجيبوا ربّكم، فقالوا: لبيك أللهم لبيك، فمن حجّ اليوم فهو ممّن أجاب إبراهيم يومئذ".

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وأذن في الناس بالحج﴾ (سورة الحج:۲۷) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام مقامِ ابراہیم پر کھڑے ہو گئے اور ندا لگائی: اے لوگو! اپنے رب کی پکار کا جواب دو۔ اس پر لوگوں نے لبیک کہا، چنانچہ آج جو لوگ حج کرتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں، جنہوں نے اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی پکار کا جواب دیا تھا۔

تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

کلام کا حاصل یہ ہے کہ اس روایت کو مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) بیان کرنا درست نہیں، البتہ مذکورہ موقوف روایت (ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول) اور قولِ تابعی (حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول) جو اسی مضمون پر مشتمل ہے، اسے بیان کرنا درست ہے۔



[1] جامع البيان: سورة الحج: الآيات ۲۷-۲۹، ۱۸/ ۲۰۶، ت: أحمد محمد شاكر، الطبعة الأولى ۲۰۰۰م، مؤسسة الرسالة - بيروت.

روایت نمبر: (۴۷)

روایت: ”بندوں کی اطاعت پر بادشاہوں کا نیک ہونا، اور نافرمانی پر بادشاہوں کا ظالم بن جانا“۔

حکم: ان الفاظ یہ روایت آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے، البتہ اسرائیلی روایت کی حیثیت سے ثابت ہے؛ اس لیے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کر سکتے ہیں۔

روایت کی تفصیلی تحقیق:

روایت کی تحقیق چار اجزا پر مشتمل ہے:

۱-مصدرِ اصلی سے روایت کی تخریج

۲-روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳-متکلم فیہ راوی کے بارے میں کلام

۴-ایک اہم نکتہ اور تحقیق کا نتیجہ

مصدرِ اصلی سے روایت کی تخریج:

امام طبرانی رحمۃ اللہ ”المعجم الأوسط“ [1] میں لکھتے ہیں:

”حدثنا مِقدام، ثنا علي بن معبد الرقي، ثنا وهب بن راشد، ثنا مالك بن دينار، عن خِلاس بن عمرو، عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم: إنّ الله يقول: أنا الله، لا إله إلا أنا، مالك الملوك وملك الملوك، قلوب الملوك في يدي، وإن العباد إذا أطاعوني، حوّلتُ قلوبَ ملوكِهم عليهم بالرّأفة والرحمة، وإنّ العباد إذا عَصَوْني حوّلتُ قلوبهم عليهم بالسُخطَة والنِقْمَة، فساموهم

---

[1] المعجم الأوسط: ۹/۹، رقم: ۸۹۶۲، دار الحرمين بالقاهرة، الطبعة ۱۴۱۵ھ.

سوءَ العذاب، فلا تَشغَلوا أنفسَكم بالدعاء على الملوك، ولكن اشتَغِلوا بالذكر والتضرُّع إليّ، أكفِكم مُلوكَكم".

''حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں اللہ ہوں، میں معبود ہوں، میں بادشاہوں کا مالک، اور شہنشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے قبضے میں ہیں، جب میرے بندے میری اطاعت کرتے ہیں، تو میں ان کے بادشاہوں کے دل شفقت ورحمت سے بھر دیتا ہوں، اور بندے جب میری نافرمانی کرتے ہیں، تو میں بادشاہوں کے قلوب میں ان کے لیے ناراضگی اور انتقام ڈال دیتا ہوں، چنانچہ وہ بادشاہ ان کو بری اذیتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں، (اس وقت) تم بادشاہوں کو بددعا دینے میں اپنے آپ کو مشغول نہ کر دینا، بلکہ اللہ کی یاد اور عاجزی میں مشغول ہونا، میں تمہارے بادشاہوں سے تمہاری کفایت کردوں گا''۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "حلية الأولياء" [1] میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ سے مذکورہ سند کے مطابق روایت تخریج کی ہے۔اسی طرح یہ روایت اسی سند سے "المجروحين لابن حبان" [2] میں بھی ہے، اور تینوں سندیں "علی بن معبد" پر آکر مشترک ہوجاتی ہیں۔

روایت پر کلام:

(۱) امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ "العِلَلُ الواردة" [3] میں لکھتے ہیں:

---

[1] حلية الأولياء: ۳۸۸/۲، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۰۹ھ.

[2] المجروحين لابن حبان: ۷۶/۳، وهب بن راشد، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت.

[3] العِلَلُ الواردة في الأحاديث النبوية: ۲۰۶/۶، رقم: ۱۰۷۳، ت: محفوظ الرحمن زين الله، دار طيبة -رياض، الطبعة ۱۴۰۵ھ.

"يرويه وهب بن راشد عن مالك بن دينار، عن خلاس بن عمرو عن أبي الدرداء رضي الله عنه. و وَهْب بن راشد هذا ضعيف جداً متروك، ولا يَصِحّ هذا الحديث مرفوعاً. ورواه جعفر بن سليمان، عن مالك بن دينار أنه قرأ في بعض الكتب هذا الكلام، وهو أشبه بالصواب".

یہ حدیث وہب بن راشد نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے خلاس سے، اور خلاس نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اور وہب بن راشد "ضعیف جداً" (شدید جرح)، "متروک" (شدید جرح) راوی ہے، اور یہ حدیث مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) صحیح نہیں ہے۔ اور جعفر بن سلیمان نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے (اس روایت کو یوں) نقل کیا ہے کہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے بعض کتب میں یہ کلام پڑھا تھا، اور یہی "اَشبہ بالصَّواب" ہے۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت:

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ روایت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے دو افراد نے نقل کی ہے، یعنی وہب بن راشد اور جعفر بن سلیمان۔ وہب بن راشد نے یہ روایت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) نقل کی ہے، حالاں کہ اس روایت کو مرفوعاً نقل کرنا صحیح نہیں ہے، اور جعفر بن سلیمان نے یہ روایت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوعاً نقل نہیں کی ہے، بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ روایت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے "بعض کتب" سے نقل کی ہے، اور قرین قیاس یہی ہے کہ یہ روایت مرفوع نہیں ہے، بلکہ "بعض کتب" سے مروی ہے۔

یہاں "بعض کتب" سے مراد "کتب سماویہ" ہے، جیسا کہ عنقریب اس کی وضاحت آنے والی ہے۔

(۲) حافظ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ "مجمع الزوائد" [1] میں لکھتے ہیں:

"رواه الطبراني، وفيه وهب بن راشد، وهو متروك".

اسے طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، اور اس میں وہب بن راشد ہے، اور وہ "متروک" (شدید جرح) راوی ہے۔

(۳) حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

آپ لکھتے ہیں:

"غريب من حديث مالك مرفوعاً، تفرّد به علي بن معبد عن وهب بن راشد". [2]

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے منقول یہ مرفوع روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) غریب ہے، اس روایت کو "وہب بن راشد" سے نقل کرنے میں "علی بن معبد" متفرد ہے۔

(۴) حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "العِلَلُ المُتَنَاهِيَة" [3] میں حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہے۔

محدثینِ کرام کے کلام کا خلاصہ:

حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ، امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے سند میں موجود وہب بن راشد کو "متروک" کہا ہے، اور حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے

---

[1] مجمع الزوائد: ۵/ ۴۴۸، رقم: ۹۲۷۲، ت: الشيخ عبد الله الدرويش، دار الفكر- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ ھ.

[2] حلية الأولياء: ۲/ ۳۸۸، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة ۱۴۰۹ ھ.

[3] العِلَل المتناهية: ۲/ ۲۶۷، رقم: ۱۲۸۱، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى

مطابق وہب اس مرفوع (آپ ﷺ کا قول) روایت کو مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنے میں تنہا ہے، اور حافظ دار قُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لکھا ہے کہ وہب بن راشد کا اس روایت کو مرفوعاً (آپ ﷺ کا قول) نقل کرنا درست نہیں، بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت ''اسرائیلیات'' میں سے ہے، اور یہی اس تحقیق کا حاصل ہے کہ یہ روایت آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ ''اسرائیلی روایت'' ہے؛ اس لیے حضور اکرم ﷺ کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، صرف اسرائیلی روایت کہہ کر ہی بیان کر سکتے ہیں، بہر حال سابقہ تفصیل کے مطابق محدثین کرام کے نزدیک ''وہب بن راشد'' اس روایت میں مدارِ علت ہے، ذیل میں ''وہب بن راشد'' کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال پیش کیے جائیں گے، تاکہ حدیث کا فنی حکم مزید واضح ہو جائے۔

وہب بن راشد رقّی کے بارے میں ائمہ کے اقوال:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''میزان الاعتدال'' [1] میں لکھتے ہیں:

''قال ابن عدي: ليس حديثه بالمستقيم، أحاديثه كلّها فيها نظر، وقال الدارَ قُطْنِي: متروك، وقال ابن حِبّان رحمه الله: لا يحلّ الاحتجاج به بحال''.

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ''وہب'' کی احادیث مستقیم نہیں ہیں (جرح)، ان کی تمام روایات میں نظر ہے، اور امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ''وہب'' کو متروک (شدید جرح) کہا ہے، اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بہر صورت وہب کی احادیث سے احتجاج درست نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ''لسان المیزان'' (۳۹۸/۸) میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

---

[1] ميزان الاعتدال: ۳۵۲/۴، رقم: ۹۴۲۸، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت.

نقل کر کے کہتے ہیں:

"وسئل عنه أبو حاتم فقال: منكر الحديث، حدّث بأحاديث بواطيل، وقال العقيلي: منكر الحديث...".

"ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے وہب کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے، باطل روایتیں بیان کرتا ہے، اور عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وہب کو "منکر الحدیث" (جرح) کہا ہے..."۔

اہم نکتہ اور تحقیق کا نتیجہ:

واضح رہے کہ حافظ دارقُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وضاحت فرمائی تھی کہ قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہ روایت مرفوع نہیں ہے، بلکہ "بعض کتب" سے مروی ہے، امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کے قول مذکور کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ یہی روایت "المصنف لابن أبي شيبة" (۵۳۹/۱۸) میں مالک بن مِغْوَل سے زبورِ داوٗد علیہ السلام کے حوالے سے منقول ہے، روایت یہ ہے:

"حدثنا عبد الله بن نُمير، عن مالك بن مِغْوَل، قال: كان في زَبورِ داود مكتوباً: إنيِّ أنا الله لا إله إلا أنا، مِلِك الملوك، قلوب الملوك بيدي، فأيما قومٍ كانوا على طاعة، جعلتُ الملوك عليهم رحمةً، وأيما قوم كانوا على معصية، جعلتُ الملوك عليهم نِقْمَةً، لا تَشْغَلُوا أنفسكم بسبِّ الملوك، ولا تتُوبُوا إليهم، تُوبُوا إليّ، أعطِف قلوبَهم عليكم".

تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ حافظ دارقُطنی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ روایت اسرائیلیات میں سے ہے؛ لہذا اسے مرفوعاً یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کر سکتے ہیں، واللہ اعلم۔

روایت نمبر: ۲۸

افراط وتفریط ہر چیز میں معیوب سمجھی جاتی ہے، بعض اوقات ایک مضمون معتبر سند سے ثابت ہوتا ہے، لیکن اس میں رفتہ رفتہ زائد غیر متعلقہ مضمون زبان زدِ عام ہوجاتا ہے، جس سے نہ صرف حقیقی مضمون مسخ ہوجاتا ہے، بلکہ بواسطۂ معتبر سند، من گھڑت روایت پھیل جاتی ہے، ذیل میں ایک ایسی ہی روایت پیش کی جائی گی جس کے مضامین ایک حد تک ثابت ہیں اور بعض اقتباسات ثابت نہیں ہیں؛ اس لئے ان غیر ثابت شدہ مضامین کا انتساب حضورِ اقدس ﷺ کی جانب درست نہیں ہے۔

عنوانِ روایت:

عورتوں کے لئے حالتِ حمل، وضعِ حمل، رضاعت وغیرہ پر مشتمل روایت درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت سے بیان کی جاتی ہیں:

۱-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۲ طریق)

۲-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

۳-حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

۴-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

۵-حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

ہر طریق کو مستقل طور پر بیان کیا جائے گا۔

۱-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

امام طبرانی رحمہ اللہ "المعجم الأوسط" [1] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا محمد بن أبي زرعة، ثنا هشام بن عمار، حدثني أبي عمار بن نصير، عن عمرو بن سعيد الخولاني، عن أنس بن مالك رضي

[1] المعجم الأوسط: ۷/ ۲۰، رقم: ۶۷۳۳، دار الحرمین-القاهرة، الطبعة ۱۴۱۵ھ.

الله عنه، أن سَلاَمَةَ حاضِنة إبراهيم ابنِ النبي صلى الله عليه وسلم قالت: يا رسول الله! تبشّر الرجال بكل خير ولا تبشّر النساء؟ قال: "أصحابك دَسَسْنَك لهذا؟ قالت: أجل، هُنّ أمرنَني، قال: أفما ترضى إحداكنّ أنها إذا كانت حاملاً من زوجها وهو عنها راضٍ أن لها مثل أجر الصائم القائم في سبيل الله. فإذا أصابها الطَّلْقُ لم يعلم أهلُ السماء وأهلُ الأرض ما أُخْفِي لها من قرّة أعين، فإذا وضعتْ لم يخرج منها جُرْعةٌ من لبنها، ولم يمُصّ مصّةً، إلا كان لها بكل جُرْعةٍ وبكل مصّةٍ حسنةٌ، فإن أسهرها ليلةً كان مثلُ أجر سبعين رقبة تُعْتِقُهن في سبيل الله. سلامةُ! تدري لمن أعني بهذا؟ للمتمَتِّعات، الصالحات، المُطِيعات لأزواجِهن، اللواتي لا يكفُرْن العشير".

لا يروى هذا الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم إلا بهذا الإسناد، تفرد به هشام بن عمار".

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے، حضرت ابراہیم کی دایہ "سلامہ"، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگیں، یا رسول اللہ! آپ مردوں کو ہر بھلی بات کی خوشخبری سناتے ہیں، اور عورتوں کو بشارت نہیں سناتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری سہیلیوں نے تمہیں یہ سوال پوچھنے کے لیے اصرار کیا ہو گا؟"، وہ کہنے لگیں، جی ہاں! سہیلیوں نے مجھے کہا تھا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کیا تم یہ پسند نہیں کرتیں کہ جب کوئی عورت اپنے خاوند کی اولاد سے حاملہ ہو، اور اس کا خاوند بھی اس سے خوش ہو، اس عمل پر اس عورت کو اللہ کی راہ میں نماز پڑھنے والے، روزہ رکھنے والے کی طرح

ثواب ملتا ہے، جب اسے دردِ ولادت ہوتا ہے تو آسمان اور زمین کے رہنے والے نہیں جانتے کہ اس عورت کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کچھ پوشیدہ رکھا گیا ہے، اور جب بچے کی ولادت ہوجاتی ہے (اور وہ دودھ پینے لگتا ہے) تو عورت کے دودھ کے ہر گھونٹ اور بچے کے ہر چوسنے کے عوض اسے ایک نیکی ملتی ہے، اور اگر بچہ ماں کو رات بھر جگائے رکھے، تو اسے اللہ کی راہ میں ستر غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اے سلامہ! تمہیں معلوم بھی ہے کہ میری مراد کون سی عورتیں ہیں؟ یہ (بشارتیں) ان عورتوں کے لیے ہیں جو نیک، اپنے خاوند کی تابعدار اور ان کی ناشکری کرنے والی نہ ہوں"۔

(امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی سند سے مروی ہے، ہشام بن عمار اسے نقل کرنے میں متفرد ہے، انتہی۔

یہ روایت "معرفة الصحابه لأبي نعيم"[1] اور "تاریخِ دمشق"[2] میں بھی تخریج کی گئی ہے، تینوں سندیں ہشام بن عمار پر مشترک ہوجاتی ہیں۔

روایت پر ائمہ کا کلام:

۱- حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ "كتاب الموضوعات"[3] میں لکھتے ہیں:

"قال أبو حاتم بن حبان: عمرو بن سعيد الذي يروي هذا الحديث الموضوع عن أنس، لا يحل ذكره في الكتب إلا على جهة الاختبار للخواص".

---

[1] معرفة الصحابة: سلامة حاضنة إبراهيم، ۳۳۵۸/۱، رقم: ۷۶۸۶، ت: عادل بن يوسف، دار الوطن-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ.

[2] تاریخِ دمشق: عمار بن نصير بن ميسرة، ۳۴۷/۴۳، ت: محب الدين أبو سعيد، دار الفكر- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ.

[3] كتاب الموضوعات: ۲/۲۷۴، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية، المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ.

ابو حاتم ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن سعید نے یہ من گھڑت روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اس حدیث کو صرف خواص کے اختبار کے لیے لکھنا جائز ہے۔

۲- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تلخیص الموضوعات" [1] میں علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت کی ہے، اسی طرح علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "اللآلی المصنوعة" [2] میں اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الفوائد المجموعة" [3] میں یہ حدیث نقل کر کے ابو حاتم ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے۔

أ- علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزیہ الشریعة" [4] میں رقمطراز ہیں:

"(طب) في الأوسط (الحسن بن سفيان) في مسنده، وفيه عمرو بن سعيد الخولاني (قلتُ) سلامة هذه لم أر ذكراً في الصحابيات من الإصابة، والله تعالى أعلم".

یہ روایت طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "اوسط" میں، اور حسن بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مسند" میں تخریج کی ہے، اور اس کی سند میں عمرو بن سعید الخولانی ہے، میں (ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ (سند میں مذکور راویہ) سلامہ کا نام میں نے اصابہ میں مذکور صحابیات کے ناموں میں نہیں دیکھا، واللہ اعلم۔ [5]

---

[1] التلخیص: ۲۳۴، رقم: ۵۹۹، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة ۱۳۸۶ھ۔

[2] اللآلي المصنوعة: ۱۴۸/۲، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

[3] الفوائد المجموعة: كتاب النكاح، ۱۳۳، رقم: ۴۵، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

[4] تنزيه الشريعة: كتاب النكاح، الفصل الأول ۲/ ۲۰۴، رقم: ۲۱، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ۔

[5] واضح رہے کہ "أسد الغابة" اور "معرفة الصحابة" میں سلامہ کے نام سے ترجمہ موجود ہے۔

۴- حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ "مجمع الزوائد"[1] میں لکھتے ہیں:

"رواه الطبراني في الأوسط، وفيه عمار بن نصير، وثّقه ابن حبان وصالح جَزَرَة، وضعفه ابن معين وغيره، وبقية رجاله ثقات".

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں اس کی تخریج کی ہے، اور اس میں عمار بن نصیر ہے، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور صالح جَزَرَہ رحمۃ اللہ علیہ نے عمار کو ثقہ کہا ہے، اور ابن معین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے تضعیف کی ہے، اور سند کے دیگر راوی ثقہ ہیں۔

محدثینِ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن سعید خولانی کی وجہ سے حدیث پر شدید کلام کیا ہے، حدیث کا مقام سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ عمرو بن سعید خولانی کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال تفصیل سے لکھا جائے۔

عمرو بن سعید الخولانی کے بارے میں ائمہ کے اقوال:

۱- حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ "المجروحین"[2] میں رقمطراز ہیں:

"...وقد روى عن أنس بن مالك حديثا موضوعاً، يشهد المُمْعِنُ في الصناعة بوَضْعه، لا يحل ذكره في الكتب إلا على وجه الاختبار للخواص".

"... عمرو نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک موضوع روایت مروی ہے، جس کے موضوع ہونے پر ہر وہ شخص گواہ ہے، جو صناعتِ حدیث میں گہری سوچ رکھتا ہو، صرف خواص کے اختبار کے لئے اسے کتابوں میں ذکر کرنا جائز ہے"۔ اس کلام کے بعد حافظ ابنِ حبان نے زیرِ بحث روایت تخریج کی۔

---

[1] مجمع الزوائد: كتاب النكاح، ۴/۵۶۰، رقم: ۷۷۲۹، ت: الشيخ عبد الله الدرويش، دار الفكر۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ.

[2] المجروحين: عمرو بن سعيد الخولاني، ۲/۶۸، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة۔ بيروت.

۲- علامہ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء الكبير" [۱] میں لکھتے ہیں: "عن أنس لا يتابع عليه ولا يعرف إلا به، ولا يتابعه إلا من هو دونه". عمرو نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے، ان کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل نہیں کی ہے، عمرو کو صرف اسی روایت سے پہچانا جاتا ہے، اور ان کی متابعت ان سے کم تر لوگ ہی کرتے ہیں۔

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کلام کے بعد زیرِ بحث روایت اختصاراً نقل کی۔

۳- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "ميزان الاعتدال" [۲] میں لکھتے ہیں: "عن أنس، حدث بموضوعات...". عمرو نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے من گھڑت احادیث نقل کی ہے..."۔

اس کے بعد حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے۔

واضح رہے کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة" میں زیرِ بحث روایت اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "قلت: أخرجه الحسن بن سفيان في مسنده من طريق هشام بن عمار به، انتهى". [۳] میں کہتا ہوں کہ حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں ہشام بن عمار کے طریق سے اس روایت کی تخریج کی ہے، انتہی۔

واضح رہے کہ حسن بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے اس طریق میں بھی عمرو بن سعید الخولانی موجود ہے، جن کے بارے میں حافظ ابنِ حبان رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تصریح کر چکے ہیں کہ وہ روایتیں گھڑتا تھا، چنانچہ یہ طریق بھی مفید نہیں، یہی وجہ ہے کہ علامہ

---

[۱] الضعفاء الكبير: عمرو بن سعيد الخولاني، ۳/۲۷۲، ت: الدكتور عبدالمعطي، دار الكتب العلمية-بيروت.

[۲] ميزان الاعتدال: عمرو بن سعيد الخولاني، ۳/۲۶۱، رقم: ۶۳۷۲، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت.

[۳] [illegible]: ۲/۱۲۸، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [1] میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کر کے لکھتے ہیں: "هشام بن عمار يرويه عن عمار بن نصر [2] عن عمرو بن سعيد، فإخراج هذا الحديث في كتاب آخر من طريق هذا الوضاع، لا يأتي بفائدة".

ہشام بن عمار اس روایت کو عمار بن نصر سے اور عمار، عمرو بن سعید سے نقل کرنے والا ہے، چنانچہ کسی دوسری کتاب میں اسی وضاع کے طریق سے اس حدیث کی تخریج کرنا، بے سود ہے۔

حدیثِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا حکم:

آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ صاف لفظوں میں اس سند کے ساتھ حدیث کو من گھڑت کہہ چکے ہیں؛ اس لئے اس سند کے ساتھ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔

واضح رہے کہ حدیثِ انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا طریق آگے آرہا ہے۔

۲- حدیث ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ:

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ "الكامل في الضعفاء" [3] میں رقمطراز ہیں:

"ثنا ابن قتيبة، ثنا وارث بن الفضل، ثنا الحسن بن محمد البلخي، ثنا عوف وهشام عن ابن سيرين، عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا حملتْ المرأةُ فلها أجر الصائم القائم القانت المُخبت المجاهد في سبيل الله، فإذا ضربها الطَّلْقُ فلا

---

[1] الفوائد المجموعة: كتاب النكاح: ۱۳۳، رقم: ۴۵، ت: عبد الرحمن بن يحيى، الطبعة ۱۴۱۶ھ.

[2] كذا في "الفوائد المجموعة" والصحيح "نصير".

[3] الكامل في الضعفاء: الحسن بن محمد أبو محمد البلخي قاضي مرو، ۱۶۵/۳، رقم: ۴۵۴، ت: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود والشيخ علي محمد معوض، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ.

يدري أحد من الخلائق مالها من الأجر، فإذا وَضَعَتْ فلها بكل وضعة [كذا في الأصل] عِتْقُ نسمة".

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جب عورت حاملہ ہوجائے تو اسے روزے دار، نماز میں قیام کرنے والے، مطیع، خشوع رکھنے والے، مجاہد فی سبیل اللہ کا ثواب ملتا ہے، جب اسے دردِ ولادت ہوتا ہے، تو مخلوق میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اسے اس پر کیا اجر ملے گا، جب وہ بچہ جَن لیتی ہے تو اس ولادت کے بدلے اسے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے"۔

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ تخریجِ حدیث کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند سے منکر ہے: عن عوف وهشام عن ابن سيرين، عن أبي هريرة.

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے "المجروحين" [1] میں یہ روایت "الحسن بن محمد البلخی" کے ترجمہ میں اسی سند سے تخریج کی ہے۔

روایت پر کلام:

١- حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وهذا أيضاً منكر عن عوف وهشام عن ابن سيرين عن أبي هريرة". یہ حدیث اس سند سے منکر ہے: عن عوف وہشام عن ابن سیرین، عن ابی ہریرۃ۔ [2]

٢- حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "فهذا الحديث لا أصل له". [3] اس حدیث کی اصل نہیں ہے۔

٣- حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: "قال أبو حاتم: لا أصل لهذا

---

[1] المجروحين: ١/٢٣٨، ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت.

[2] الكامل في الضعفاء: الحسن بن محمد أبو محمد البلخي قاضي مرو، ٣/١٦٥، رقم: ٤٥٤، الشيخ عادل أحمد عبد الموجود والشيخ علي محمّد معوّض، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ.

[3] المجروحين: ١/٢٣٨، ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت.

الحديث، والحسن بن محمد يروي الموضوعات، لا يجوز الاحتجاج به، وقال أبو أحمد بن عدي: كل أحاديثه مناكير". [1]

ابو حاتم ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، اور (سند میں موجود) حسن بن محمد من گھڑت روایتیں نقل کرتا تھا، اس سے احتجاج جائز نہیں ہے، اور ابو احمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی سب حدیثیں مناکیر ہیں۔

۴- علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة" [2] میں رقمطراز ہیں: "(عد) من حديث أبي هريرة وفيه الحسن بن محمد البلخي ...". "ابن عدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور اس میں حسن بن محمد بلخی ہے..."۔

۵- علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "هكذا رواه صاحب اللآلي، ولعل ابن الجوزي قد ذكره في الموضوعات". [3]

صاحبِ لآلی (علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس روایت کو اسی طرح نقل کیا ہے، اور شاید کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

محدثینِ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بن محمد بلخی کی وجہ سے حدیث پر شدید کلام کیا ہے، حدیث کا مقام سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ حسن بن محمد بلخی کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال کو تفصیل سے لکھا جائے۔

الحسن بن محمد ابو محمد البلخی قاضی مرو پر ائمہ کا کلام:

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] كتاب الموضوعات: ۲/ ۲۷۴، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية۔المدينة المنورة، الطبعة الاولى ۱۳۸۶ھ.

[2] تنزيه الشريعة: كتاب النكاح، الفصل الأول، ۲/ ۲۱۱، رقم: ۳۷، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف و عبدالله محمد الصديق، دار الكتب العلمية۔بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ.

[3] الفوائد المجموعة: كتاب النكاح: ۱۳۳، رقم: ۴۵، ت: عبدالرحمن بن يحيى، الطبعة ۱۴۱۶ھ.

"شيخ، يروي عن حميد الطويل وعوف الأعرابي الأشياء الموضوعة، و(عن) غيرهما من الثقات الأحاديث المقلوبة، لا يجوز الاحتجاج به ولا الرواية عنه بحال...".[۱]

''یہ شیخ حمید طویل اور عوف اعرابی سے من گھڑت روایتیں نقل کرتا تھا، اور ان دونوں کے علاوہ دیگر ثقات سے تبدیل کی ہوئی حدیثیں نقل کرتا تھا، اس سے احتجاج کرنا اور اس سے روایت نقل کرنا بہر صورت جائز نہیں ہے...''۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ''متروک الحدیث'' (صیغہ جرح) ہے۔[۲]

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی ساری حدیثیں مناکیر ہیں۔[۳]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقد غفل ابن حبان فذكره في الثقات، وذكره العقيلي فقال: منكر الحديث.... وقال أبو سعيد النقاش: حدث عن حميد عن أنس أحاديث موضوعة...".[۴]

''ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے غفلت سے حسن بن محمد بلخی کو ثقات میں ذکر کر دیا ہے، اور عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ ''منکر الحدیث'' (صیغہ

---

[۱] المجروحين: ۱/۲۳۸، ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت.

[۲] تاريخ الإسلام: ۵/۲۲۴، رقم: ۴۹۰۶، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۵ھ.

[۳] الكامل في الضعفاء: الحسن بن محمد أبو محمد البلخي قاضي مرو، ۳/۱۶۵، رقم: ۴۵۴، ت: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود والشيخ علي محمد معوض، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ.

[۴] لسان الميزان: ۳/۱۱۱، رقم: ۲۳۸۳، ت: شيخ عبد الفتاح أبو غُدّة، دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

جرح) ہے... اور ابو سعید نقاش رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ حمید عن انس رضی اللہ عنہ کی سند سے من گھڑت روایتیں نقل کرتا تھا...''۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ سے تسامح ہوا ہے؛ کیونکہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بلخی کو ''مجروحین'' میں بھی ذکر کیا ہے، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، اور پھر حسن بلخی کو ''ثقات'' میں بھی ذکر کر دیا۔

حدیث ابو ہریرہ رحمۃ اللہ علیہ کا حکم:

ماقبل تفصیل آچکی ہے کہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ من گھڑت کہا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے یہ روایت اس سند سے بھی بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

۳- حدیثِ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ:

علامہ علاء الدین علی المتقی رحمۃ اللہ علیہ ''کنز العمال'' [1] میں لکھتے ہیں:

''المرأة إذا حملت كان لها أجر الصائم القائم المُخْبِتُ المجاهد في سبيل الله، وإذا ضربها الطَّلْقُ فلا تدري الخلائق مالها من الأجر، فإذا وضعت كان لها بكل مصة أو رضعة أجر نفس تُحييها، فإذا فطمت ضرب الملك على منكبيها وقال: استأنفي العمل'' (أبو الشيخ - عبد الرحمن بن عوف)''.

عورت جب حاملہ ہو جائے تو اسے روزے دار، نماز میں قیام کرنے والے، خشوع رکھنے والے، اور مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر ملتا ہے، اور جب اس کو دردِ ولادت

---

[1] كنز العمال: كتاب النكاح، قسم الأقوال، ١٦/ ١٧١، رقم: ٤٥١٥٢، ت: محمود عمر الدمياطي، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٤ھ۔

ہو تو مخلوق نہیں جانتی کہ اس عورت کا کتنا ثواب ہے، جب وہ بچے کو دودھ پلاتی ہے، تو اسے ہر چوسنے کے بدلے ایک جان زندہ کرنے کا اجر ملتا ہے، جب وہ بچے کا دودھ چھڑالے، تو فرشتہ اس کے کندھے پر تھپکی دے کر کہتا ہے کہ تو از سرِ نو عمل شروع کر (یعنی اللہ نے تیرے سارے گناہ معاف کر دیئے)۔

(علی متقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ روایت ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الرحمن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے تخریج کی ہے۔

روایت پر کلام:

علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة" [1] میں رقمطراز ہیں:

"... (تعقب) بأن له طريقاً آخر من حديث عبدالرحمن بن عوف أخرجه أبو الشيخ (قلتُ) فيه عبدالرحيم، وأظنه ابن زيد العمي، وإلا فمجهول، وأنا لا أشك أن هذا موضوع، والله تعالى أعلم".

"... تعاقب کیا گیا کہ اس حدیث کا ایک دوسرا طریق عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جسے ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، میں (حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں عبد الرحیم ہے، میرا گمان ہے کہ یہ عبد الرحیم بن زید العمی ہے، بصورتِ دیگر یہ کوئی مجہول راوی ہے، اور مجھے اس میں شک نہیں کہ یہ من گھڑت روایت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد الرحیم بن زید الحواری کی وجہ سے حدیث پر شدید کلام کیا گیا ہے، حدیث کا مقام سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ عبد الرحیم بن زید کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال تفصیل سے لکھا جائے۔

---

[1] تنزيه الشريعة: الفصل الثاني، كتاب النكاح، ٢/ ٢١١، رقم: ٣٧، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف و عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠١هـ۔

عبدالرحیم بن زید بن الحواری العمی کے بارے میں اقوال:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال" [1] میں لکھتے ہیں:

"قال البخاري: تركوه، وقال يحيى: كذاب، وقال مرة: ليس بشيئ، وقال الجوزجاني: غير ثقة، وقال أبو حاتم: ترك حديثه، وقال أبو زرعة: واه، وقال أبوداود: ضعيف...".

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے عبدالرحیم کو "ترک" (جرح) کہا ہے، اور یحییٰ نے عبدالرحیم کو کذاب اور ایک دوسرے موقع پر "لیس بشئ" (جرح) کہا ہے، اور جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ نے "غیر ثقۃ" کہا ہے، اور ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی حدیثوں کو ترک کیا گیا ہے (جرح)، اور ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحیم کو "واہی" (جرح) اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے "ضعیف" کہا ہے...."

حدیثِ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا فنی مقام:

حافظ ابنِ عراق رحمۃ اللہ علیہ کا قول گذر گیا ہے کہ مجھے اس میں شک نہیں کہ یہ من گھڑت روایت ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اس روایت کو مذکورہ سند سے بھی بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

۴-حدیثِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے "امرأة عطارة يقال لها الحولاء" کی ایک مفصل روایت حدیثِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے تخریج کی ہے، جس میں زیرِ بحث روایت کا مضمون بھی ہے، یعنی:

"...ليس من امرأة من المسلمين تحمل من زوجها إلا كان لها

[1] میزان الاعتدال: ۲/۶۰۵، رقم: ۵۰۳۰، تحقیق: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت.

"كأجر الصائم القائم المُخْبِتُ القانت، فإذا رضعتْه كان لها بكل رضعة عتق رقبة، فإذا فطمتُه نادى مناد من السماء. أيها المرأة! استأنفي العمل فقد كفيت ما مضى..."۔[1]

"... جو مسلمان عورت اپنے خاوند سے حاملہ ہو جائے تو اسے روزے دار، نماز میں قیام کرنے والے، خشوع رکھنے والے، اور مطیع کا ثواب ملتا ہے، جب وہ بچے کو دودھ پلاتی ہے تو ہر رضاعت پر اسے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے، جب وہ بچے کو دودھ چھڑائے تو آسمان سے ایک فرشتہ نداء کرتا ہے کہ اے عورت! از سرِ نو عمل شروع کر، کیونکہ تمہارے پہلے اعمال کی کفایت کر دی گئی ہے (یعنی گناہ معاف ہو گئے ہیں)..."۔

روایت پر کلام:

۱۔تخریج روایت کے بعد علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ روایت اور اس کی سند پر کلام کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"قال الدارقطني: هذا حديث باطل، وقال: ذهب عبدالرحمن بن مهدي وأبوداود إلى زياد بن ميمون فأنكرا عليه هذا الحديث، فقال: اشهدوا أني قد رجعتُ عنه، قال المصنف: قلتُ: قال يزيد بن هارون: كان زياد بن ميمون كذّاباً، وقال يحيى بن معين: ليس بشيء لا يساوي قليلاً ولا كثيراً، وقال البخاري تركوه. وأما المصباح بن سهيل فقال البخاري والرازي وأبوزرعة: هو منكر الحديث، فقال ابن حبان: يروي المناكير عن أقوام مشاهير لا يجوز الاحتجاج به"۔[2]

---

[1] كتاب الموضوعات: ۲/ ۲۷۰، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية۔المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ۔

[2] كتاب الموضوعات: ۲/ ۲۷۰، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية۔المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ۔

دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے، اور دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوداود رحمۃ اللہ علیہ، زیاد بن میمون کے پاس گئے، تو عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ اور ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے زیاد پر اس حدیث کا انکار کیا، زیاد نے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں نے اس حدیث سے رجوع کرلیا۔ مصنف (ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ یزید بن ہارون نے کہا ہے کہ زیاد بن میمون کذاب ہے، اور یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیاد "لیس بشيء" (صیغہ جرح) ہے، یہ قلیل کے مساوی ہے نہ کثیر کے (جرح)، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے زیاد کو ترک کیا ہے، اور (سند میں موجود ایک دوسرا راوی) مصباح بن سہیل [اس لفظ میں تصحیف ہے، صحیح صباح بن سہل ہے، از راقم] کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ "منکر الحدیث" (جرح) ہے، اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ مشہور لوگوں سے مناکیر نقل کرتا تھا، اس سے احتجاج جائز نہیں ہے۔

واضح رہے کہ حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت میں مذکور صباح بن سہل کی متابعت "معجم الأوسط للطبراني" [1] میں حماد بن ابی سلیمان نے کی ہے، یعنی یہی روایت زیاد بن میمون الثقفی سے نقل کی ہے، مگر یہ متابعت مفید نہیں؛ کیونکہ "المعجم الأوسط" کی سند میں بھی زیادہ الثقفی موجود ہے، جن کے بارے میں شدید جرح کے اقوال آپ ملاحظہ کرچکے ہیں، چنانچہ

۲- علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزیه الشریعة" [2] میں حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا

---

[1] المعجم الأوسط: ۵/ ۳۰۲، رقم: ۵۳۷۷، دار الحرمین-القاهرة، الطبعة ۱۴۱۵ھ.

[2] تنزیه الشریعة: کتاب النکاح، الفصل الأول، ۲/ ۲۰۴، رقم: ۲۰، ت: عبد الوهاب عبد اللطیف و عبد الله محمد الصدیق، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۰۱ھ.

کلام نقل کر کے لکھتے ہیں: "قال السيوطي: وتابع الصباحَ حمادُ بن أبي سليمان. (قلتُ) فالبلاء من زياد، وقد شهد عليه عبد الرحمن بن مهدي أنه رجع عن هذا الحديث، والله تعالى أعلم".

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حماد بن ابی سلیمان نے صباح کی متابعت کی ہے، میں (ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ اس حدیث میں آفت کا سبب زیاد بن میمون ہے؛ کیونکہ عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شہادت دے چکے ہیں کہ زیاد نے اس حدیث سے رجوع کر لیا تھا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳- علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [1] میں علامہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں: "وزياد كذاب، وقد أخرجه الطبراني في الأوسط من طريقه".

اور زیاد کذاب ہے، اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں زیاد کے طریق سے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

محدثینِ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے زیاد بن میمون کی وجہ سے حدیث پر شدید کلام کیا ہے، حدیث کا مقام سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ زیاد بن میمون ثقفی کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال تفصیل سے لکھے جائیں۔

زیاد بن میمون الثقفی الفاکہی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال" [2] میں لکھتے ہیں:

"قال الليث بن عبدة: سمعت ابن معين يقول: زياد بن ميمون ليس يسوي قليلاً ولا كثيراً، وقال - مرة: ليس بشيئ، وقال يزيد بن هارون: كان كذاباً، وقال البخاري: تركوه، وقال أبو زرعة: واهي الحديث،

[1] الفوائد المجموعة: كتاب النكاح، ۱۲۷، رقم: ۲۹، ت: عبدالرحمن بن يحيى، الطبعة ۱۴۱۶ هـ.
[2] ميزان الاعتدال: ۲/ ۹۴، رقم: ۲۹۶۷، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت.

وقال الدارقطني: ضعيف، وقال أبوداود: أتيته فقال: أسغفر الله وضعتُ هذه الأحاديث".

وقال بشر بن عمر الزهراني: سألت زياد بن ميمون أبا عمار عن حديث لأنس، فقال: احسبوني كنتُ يهوديا "أو نصرانياً، قدرجعتُ عما كنتُ أحدث به عن أنس، لم أسمع من أنس شيئاً...".

"لیث بن عبدہ کہتے ہیں کہ یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیاد بن میمون نہ تھوڑے کے مساوی ہے نہ زیادہ کے (جرح)، اور ایک مرتبہ اسے "لیس بشئ" (جرح) کہا، اور یزید بن ہارون نے زیاد کو کذاب کہا ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے زیاد کو ترک کہا ہے، اور ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے زیاد کو "واھی الحدیث" (جرح) کہا ہے، دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے "ضعیف" کہا ہے۔ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں زیاد کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ استغفر اللہ یہ حدیثیں میں نے گھڑی تھیں، بشر بن عمر زہرانی فرماتے ہیں کہ میں ابوعمار زیاد بن میمون سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: تم مجھے گذشتہ عرصہ میں یہودی سمجھو یا نصرانی (بہر حال) میں جو احادیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کر کے بیان کرتا تھا، میں نے اب ان سے رجوع کرلیا ہے کیونکہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا..."۔

واضح رہے کہ مذکورہ روایت بھی زیاد بن میمون حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے ہیں۔

حدیث انس بن مالک کا فنی مقام:

امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ من گھڑت کہا ہے؛ اس لئے رسول

اللہ ﷺ کے حوالے سے اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت بیان نہیں کی جا سکتی۔

۵-حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ:

حافظ ابو یعلی الموصلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ''مسند'' [1] میں لکھتے ہیں:

''حدثنا وهب: حدثنا خالد، عن حسين، عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ''من تسع وتسعين امرأة واحدةٌ في الجنة وبقيّتهن في النار''. فاشتدّ ذلك على من حضر رسولَ الله صلى الله عليه وسلم من المهاجرين، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن المسلمة إذا حملتْ كان لها أجر القائم الصائم المحرم المجاهد في سبيل الله، حتى إذا وضعتْ فإن لها بأوّل رَضْعَةٍ تُرضِعه أجرَ حياة نسمة''.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ننانوے عورتوں میں صرف ایک عورت جنت میں جائے گی اور باقی سب جہنم میں جائیں گی، حاضرینِ مجلس یعنی مہاجرین پر یہ بات بہت شاق گزری، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو اسے نماز کے لئے قیام کرنے والے، روزہ رکھنے والے، حج کا احرام باندھنے والے، مجاہد فی سبیل اللہ کا ثواب ملتا ہے، حتی کہ جب وہ عورت بچہ جن لے، تو اسے پہلی دفعہ دودھ پلانے پر ایک نفس کی حیات کا ثواب ملتا ہے''۔

روایت پر کلام:

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ ''إتحاف الخيرة المهرة'' [2] میں ''مسند أبي يعلى'' کی

---

[1] مسند أبي يعلى: ۳۴۵/۴، رقم: ۲۴۶۰، ت: حسين سليم أحمد، دار الثقافة العربية-بيروت.

[2] إتحاف الخيرة المهرة: باب ثواب المرأة إذا حملتْ ووضعتْ: ۶۵/۴، رقم: ۳۱۷۹، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، دار الوطن للنشر-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ.

مذکورہ روایت اور آئندہ آنے والی ''مسند عبد بن حمید'' کی روایت ذکر کر کے لکھتے ہیں:

''قلت: أورد ابن الجوزي هذا المتن وماقبله في كتاب الموضوعات، من حديث أبي هريرة وأنس وقال: لا أصل لهذا الحديث''.

میں یہ کہتا ہوں کہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ متن اور اس سے ماقبل متن، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کو ''کتاب الموضوعات'' میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

حدیث کا مقام سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ سند میں موجود حسین بن قیس کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال تفصیل سے لکھے جائیں:

حسین بن قیس الرَّحبی الواسطی ابو علی ولقبہ حَنَش کے بارے میں اقوال:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''میزان الاعتدال'' [1] میں لکھتے ہیں:

''قال أحمد: متروك، له حديث واحد حسن في قصة الشوم، وقال أبو زرعة وابن معين: ضعيف، وقال البخاري: لا يكتب حديثه، وقال النسائي: ليس بثقة، وقال مرة: متروك، وقال السعدي: أحاديثه منكرة جداً، وقال الدارقطني: متروك...''.

''امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حسین ''متروک'' (شدید جرح) ہے، قصہ شوم میں اس کی ایک ''حسن'' حدیث ہے، اور ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے حُسین کو ''ضعیف'' کہا ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیثیں نہیں لکھی جائیں گی۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ''لیس بثقۃ'' (جرح) اور ایک مرتبہ ''متروک'' (شدید جرح) کہا ہے، سعدی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] میزان الاعتدال: ٥٤٦/١، رقم: ٢٠٤٣، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت.

فرماتے ہیں کہ اس کی حدیثیں بہت زیادہ منکر ہیں، اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حسین کو ''متروک'' (شدید جرح) کہا ہے...''۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کو ''متروک'' (شدید جرح) کہا ہے۔[1]

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی حدیثیں نہیں لکھی جائیں گی''۔[2]

حدیثِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا حکم:

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کے ساتھ بھی روایت کو من گھڑت کہا ہے، اور علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہے؛ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اس حدیث کو مذکورہ سند سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

اہم تنبیہ اور خلاصہ:

آگے جانے سے قبل، اب تک کی تفصیلات کا اجمالی خاکہ ملاحظہ ہو:

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مختلف سندوں کے ساتھ ایک خاص مضمون مروی ہے، جس میں ان اعمال کے فضائل مروی ہیں:

۱- حاملہ کو (بعض سندوں میں ہے کہ جس حاملہ سے خاوند رضامند ہو) روزے دار، نماز پڑھنے والے، خشوع کرنے والے، مطیع، اور مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر ملتا ہے۔

۲- درد زہ پر اسے ایسا اجر ملتا ہے، جسے مخلوق میں کوئی نہیں جانتا۔

۳- دودھ کے ہر گھونٹ کے بدلے نیکی (بعض روایتوں میں ایک جان زندہ کرنے) کا اجر ملتا ہے۔

---

[1] التقریب: ۱۶۸، رقم: ۱۳۴۲، ت: محمد عوامۃ، دار الرشید- سوریا، الطبعۃ الرابعۃ ۱۴۱۸ھ.

[2] الکاشف: ۱/۳۳۳، رقم: ۱۱۱۲، ت: عزت علي عید عطیۃ و موسی محمد علي الموشي، دار الکتب الحدیثیۃ- القاهرة، الطبعۃ الأولی ۱۳۹۲ھ.

۴-وضعِ حمل سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۵-اگر رات کو بچے کی وجہ سے جاگنا پڑ گیا، تو ستر غلام اللہ کی راہ میں آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔

آپ جان چکے ہیں کہ ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب منسوب مذکورہ مضامین پر مشتمل احادیث من گھڑت ہیں؛ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس مضمون پر مشتمل احادیث منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔

٦-حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ:

علامہ ابو نعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "حلية الأولياء" [1] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا سليمان بن أحمد، قال ثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة، قال ثنا إبراهيم بن اسحاق الصِينِي، قال ثنا قيس بن الربيع، عن أبي هاشم، عن سعيد بن جبير، عن ابن عمر رضي الله عنه أحْسَبُه قد رفعه قال: "المرأة في حملها إلى وضعها إلى فصالها كالمرابط في سبيل الله، فإن ماتت فيما بين ذلک فلما أجر شهيد".

غريب من حديث سعيد تفرد به قيس، وحدث به عبد الله بن المبارک عن قيس.

حدثناه أبو عمرو بن حمدان قال: ثنا الحسن بن سفيان، قال: ثنا حيان بن موسى، عن ابن المبارک، عن قيس بن الربيع، عن أبي هاشم، عن سعيد بن جبير، عن ابن عمر أراه قال عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن للمرأة في حملها إلى وضعها إلى فصالها من الأجر كالمرابط في سبيل الله، فإن هلكت فيما بين ذلک فلها أجر شهيد".

(راوی فرماتے ہیں کہ) میرا گمان ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ روایت مرفوعا

---

[1] حلية الأولياء: ۲۹۸/۴، دار الكتب العلمية-بيروت.

بیان کی ہے کہ عورت حمل سے وضعِ حمل (پھر) بچے کے دودھ چھڑانے تک اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کے راستے میں اس کی سرحدوں کا پہرہ دے، اگر وہ اس دوران مرجائے تو اسے شہید کا اجر ملے گا۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول احادیث میں یہ روایت غریب ہے، جس میں قیس متفرد ہے، اور (ابراہیم بن اسحاق کے علاوہ) عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قیس سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

اس کے بعد حافظ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی سند تخریج کی، جس کا متن یہ ہے:

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (راوی فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بلاشبہ عورت حمل سے وضعِ حمل، پھر بچے کے دودھ چھڑانے تک اجر میں اس شخص کی طرح ہے، جو اسلامی سرحدوں کا پہرہ دے، اگر وہ عورت اس دوران مرجائے تو اسے شہید کا اجر ملتا ہے۔

یہ روایت "المنتخب من مسند عبد بن حمید"[1] میں بھی تخریج کی گئی ہے، تمام سندیں، قیس بن الربیع پر مشترک ہوجاتی ہیں۔ واضح رہے کہ مسند عبد بن حُمید کی روایت کی سند یہ ہے: "یعمر بن بشر، ثنا ابن المبارک، أنا قیس بن الربیع، عن أبي هاشم... "۔

وضاحت:

حافظ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث دوسندوں سے نقل کی ہے، جس میں قیس بن ربیع سے دوراویوں نے حدیث نقل کی ہے: ابراہیم بن اسحاق اور عبداللہ بن

[1] المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۲۵۵، رقم: ۸۰۱، عالم الکتب۔ بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۰۸ھ۔

مبارک رحمۃ اللہ علیہ قیس کے بعد سے آخر تک کی سند یہ ہے: أبي هاشم عن سعيد بن جبير عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

روایت پر کلام:

۱- ”علل الدارقطنی“[1] میں ہے:

”فقال: يرويه قيس بن الربيع، واختلف عنه: فرواه ابن المبارك، عن قيس، عن أبي هاشم، عن سعيد بن جبير، عن ابن عمر، عن النبي صلى الله عليه وسلم، وغيره لا يرفعه، والموقوف أشبه“۔

یہ روایت قیس بن ربیع نے نقل کی ہے، اور ان کے بعد مختلف راوی اسے نقل کرنے والے ہیں: ابن مبارک نے قیس، انہوں نے ابی ہاشم، انہوں نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد نقل کیا ہے، اور ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دوسروں نے اس روایت کو مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) نقل نہیں کیا، اور اس روایت کا موقوف (صحابی رضی اللہ عنہ کا قول) ہونا ”اشبہ“ (قرینِ قیاس) ہے۔

وضاحت:

آپ جان چکے ہیں کہ حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی سند میں موجود راوی قیس سے دو راویوں نے یہ حدیث نقل کی ہے: ابراہیم بن اسحاق اور عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، قیس کے بعد سے آخر تک کی سند یہ ہے: ابی ہاشم عن سعید بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرمار ہے ہیں کہ ابراہیم نے قیس سے یہ روایت موقوفاً نقل کی ہے، یعنی یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب یہ ارشاد منسوب نہیں کیا، البتہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے، اور قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہ روایت موقوف ہے، یعنی صرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تک ثابت ہے۔

---

[1] عِلَلُ الدارقُطني: ۱۲/۲۷۷، رقم: ۲۸۰۴، دار ابن الجوزي-رياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۷ھ.

۲- حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ "مجمع الزوائد" [1] میں لکھتے ہیں:

"رواه الطبراني، وفيه: قيس بن الربيع، وثقه شعبة والثوري، وضعفه غيرهما وإسحاق بن إبراهيم الصبي لم أعرفه، وبقية رجاله رجال الصحيح".

اسے طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور اس حدیث کی سند میں قیس بن ربیع ہے، شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اور ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے قیس کی توثیق کی ہے اور دوسروں نے تضعیف کی ہے، اور اسحاق بن ابراہیم صبی کو میں نہیں پہچانتا اور سند کے دیگر راوی رجال صحیح ہیں۔ [2]

۳- حافظ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ "إتحاف الخيرة المهرة" [3] میں مذکورہ روایتِ ابن عمر بحوالہ مسند عبد بن حمید اور سابقہ روایتِ ابن عباس بحوالہ: جبير عن ابن عمر أراه

---

[1] مجمع الزوائد، کتاب النکاح: ۴/ ۵۶۰، رقم: ۷۶۳۰، ت: الشیخ عبد اللہ الدرویش، دار الفكر- بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ.

[2] واضح رہے کہ طبرانی کی مذکورہ روایت مجھے معاجم ثلاثۃ میں نہیں ملی، البتہ "حلیۃ الأولیاء" کی مذکورہ روایت سلیمان بن احمد الطبرانی سے مروی ہے، جس میں راوی کا نام ابراہیم بن اسحاق الصینی ہے، حالانکہ حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت میں اسحاق بن ابراہیم الصبی لکھا ہے۔ بظاہر یہاں نام میں تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے اور "حلیۃ" کی سند کے مطابق یہ نام ابراہیم بن اسحاق الصینی ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ اسحاق بن ابراہیم الصینی اور اسحاق بن ابراہیم الضبی کا ترجمہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال" میں علیحدہ علیحدہ نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو:

"إبراهيم بن اسحاق الصِينِي عن مالك وغيره، قال الدارقطني: متروك الحديث. قلت: تفرد عن قيس بن الربيع عن الأسود بن قيس، عن أبيه، عن عمر...". إبراهيم بن إسحاق الضبي الكوفي، قال الأزدي: يتكلمون فيه [زائغ عن القصد]۔ (میزان الاعتدال: ۱/ ۱۸، رقم: ۳۱).

البتہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان المیزان" میں دونوں ناموں کا مصداق ایک ہی قرار دیا ہے، اور لکھا ہے کہ صینی کا لفظ ضبی سے مصحف ہوگیا ہے۔ ملاحظہ ہو: "وعندي أنه الذي قبله، تصحف الصيني بالضبي" میرے نزدیک یہ وہی ہے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، صینی کا لفظ تبدیل ہو کر ضبی بن گیا ہے (لسان: ۱/ ۲۳۶، رقم: ۴۸)۔ بہر حال عبد اللہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے، قیس بن الربیع سے نقل روایت میں ابراہیم بن اسحاق کی متابعت کی ہے، اس لئے مذکورہ متن کے ابراہیم بن اسحاق کی وجہ سے معلول ہونے کی تلافی ہوجاتی ہے۔

[3] إتحاف الخيرة المهرة: باب ثواب المرأة إذا حملتْ ووضعتْ، ۴/ ۶۵، رقم: ۳۱۷۹، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، دار الوطن للنشر- الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ.

عن النبی ﷺ تخریج کر کے لکھتے ہیں:

”قلت: أورد ابن الجوزي هذا المتن وما قبله في كتاب الموضوعات، من حديث أبي هريرة وأنس، وقال: لا أصل لهذا الحديث“.

میں کہتا ہوں کہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ متن ”کتاب الموضوعات“ میں نقل کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس کی اصل نہیں ہے۔

وضاحت:

حافظ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمارہے ہیں کہ یہ روایت اگرچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لیکن اس حدیث کا متن حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کر کے، اسے بے اصل کہا ہے۔

واضح رہے کہ زیرِ بحث روایتِ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور اس کے مقابلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول متن ایک حد تک مختلف ہے، تینوں متون پہلے گذر چکے ہیں، آپ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں، متون کا یہ معتد بہ فرق ہماری یہ رہنمائی کرتا ہے کہ دونوں متون کا حکم یکساں ہونا ضروری نہیں ہے، اس بارے میں مزید تفصیل آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے، ان شاء اللہ۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قیس بن ربیع کے بارے میں ائمہ کے اقوال لکھے جائیں، تاکہ حدیث کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو:

قیس بن الربیع الاسدی ابو محمد الکوفی:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”صدوق تغير لما كبر، وأدخل عليه ابنه ماليس من حديثه فحدث به“. [1]

---

[1] التقریب: ۴۵۷، رقم: ۵۵۷۳، ت: محمد عوامۃ، دار الرشید۔ سوریا، الطبعۃ الرابعۃ ۱۴۱۸ھ۔

قیس صدوق (تعدیل) ہے، بڑی عمر میں حافظہ میں تبدیلی آگئی تھی، اور ان کے بیٹے نے ان پر ایسی حدیثیں داخل کردی تھیں، جو اُن کی حدیثوں میں سے نہیں، پھر وہ اسے بیان کرتے تھے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”كان شعبة يثني عليه، وقال ابن معين: ليس بشيئ، وقال أبو حاتم: ليس بقوي ومحله الصدق، وقال ابن عدي عامة رواياته مستقيمة“.[1]

شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے قیس کی تعریف کی ہے، اور ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے قیس کو ”لیس بشی“ (جرح) اور ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ”لیس بقوی“ اور ”ومحله الصدق“ کہا ہے، اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی اکثر روایتیں مستقیم (درست) ہیں۔

روایت کا فنی حکم:

حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام آپ کے سامنے آچکا ہے، ان دونوں ائمہ کے نزدیک یہ حدیث ثابت ہے، نیز سند کے احوال بھی آپ دیکھ چکے ہیں کہ اس میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے، جس کی وجہ سے سند غیر معتبر کہلائے؛ یہی وجہ ہے کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے ثبوت کی جانب مائل ہوئے ہیں، البتہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے، یعنی صرف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، اور محدثین کی تصریحات کے مطابق اس مضمون پر مشتمل روایت حکماً مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) کہلاتی ہے۔ بہر حال یہ حدیث کم از کم موقوفاً ثابت ہے (جو حکماً مرفوع ہے)؛ اس لئے حافظ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ نقل کر کے یہ کہنا کہ اس متن کو حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بے

[1] الکاشف: ۲/۴۰۴، رقم: ۴۶۶۲، ت: عزت علي عيد عطية و موسى محمد علي الموشي، دار الكتب الحديثة۔القاهرة، الطبعة الأولى ۱۳۹۲ھ۔

اصل کہا ہے، یہ درست نہیں ہے؛ کیونکہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ ان تمام علتوں سے یکسر خالی ہے، جن پر حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مشتمل ہے، تفصیل ماقبل میں آچکی ہے، خصوصاً حافظ دار قطنی رحمہ اللہ اور حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کے اعتماد کے بعد حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ثبوت میں کوئی شبہ نہیں ہے، چنانچہ یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ موقوفاً بیان کرنا درست ہے (جو کہ حکماً مرفوع، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے)۔

"حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا متن یہ ہے:

"عورت حمل سے وضعِ حمل (پھر) بچے کے دودھ چھڑانے تک اس شخص کی طرح ہے، جو اللہ کے راستے میں اس کی سرحدوں کا پہرہ دے، اگر وہ اس دوران مرجائے تو اسے شہید کا اجر ملے گا"۔

حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مختلف سندوں سے جو مضامین مروی ہیں، وہ تمام سنداً ثابت نہیں ہیں، بلکہ من گھڑت ہیں؛ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے یہ مضامین بیان کرنا درست نہیں ہیں، مضامین یہ ہیں:

۱- حاملہ کو (بعض سندوں میں ہے کہ جس حاملہ سے خاوند رضامند ہو) روزے دار، نماز پڑھنے والے، خشوع کرنے والے، مطیع، اور مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر ملتا ہے۔

۲- دردِ زِہ پر اسے ایسا اجر ملتا ہے، جسے مخلوق میں کوئی نہیں جانتا۔

۳- دودھ کے ہر گھونٹ کے بدلے نیکی (بعض روایتوں میں ایک جان زندہ کرنے) کا اجر ملتا ہے۔

۴- وضعِ حمل سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

۵- اگر رات کو بچے کی وجہ سے جاگنا پڑ گیا، تو ستر غلام اللہ کی راہ میں آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔

روایات کا حکم (اختصار کے ساتھ)

روایت	حکم
۱- روایت: ماں کی نافرمانی پر بیٹے کی حالتِ نزع میں کلمہ سے محرومی۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کرسکتے۔
۲- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے، ابوشحمہ پر حد نافذ کرنے کا قصہ (یہ موقوف روایت ہے)۔	مشہور قصہ من گھڑت ہے،صحیح قصہ "تفصیل" میں ملاحظہ فرمائیں۔
۳- روایت: ایک بدّو کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۴ سوالات۔	سنداً ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کرسکتے۔
۴- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال سے قبل اپنی ذات پر قصاص اور بدلہ دِلوانا۔ (یہ تفصیلی من گھڑت قصہ عکاشہ نامی ایک شخص کی جانب منسوب ہے، البتہ یہ واقعہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدر کے دن، صف درست کرتے ہوئے ایک صحابی سَواد بن غَزِیّہ رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں چھڑی چبھ گئی تھی، سَواد بن غَزِیّہ رضی اللہ عنہ کے مطالبے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا، سَواد بن غَزِیّہ رضی اللہ عنہ آپ کے بدن سے چمٹ گئے، آپ نے خوش ہوکر بھلائی کی دعا دی۔ (انظر ترجمةَ سَواد بن غَزِيّة في "الاستيعاب في معرفة الأصحاب" و"الإصابة في تمييز الصحابة" وغيرهما)۔	عکاشہ نامی شخص کی جانب منسوب یہ تفصیلی قصہ من گھڑت ہے، البتہ سَواد بن غَزِیّہ رضی اللہ عنہ کے قصاص کا واقعہ ثابت ہے، تفصیل میں ملاحظہ فرمائیں۔
۵- روایت: "ایک ساعت کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے"۔ اس روایت کے تحت دو مزید حکایات کی فنی تحقیق پیش کی گئی ہے۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کرسکتے، اس مضمون کے اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ ثابت ہیں، جو حکماً مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) ہیں۔
۶- روایت: "اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو اس حالت میں پاؤں کہ میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوں اور سورۂ فاتحہ پڑھ چکا ہوں، اسی دوران میری والدہ مجھے پکار کر کہے، اے محمد! تو میں جواب میں اپنی والدہ سے کہوں گا، حاضر ہوں!"۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کرسکتے۔

روایت	حکم
۷ - روایت: نورِ محمدی ﷺ سے اندھیرے میں گمشدہ سوئی کی چمک۔	من گھڑت
۸ - روایت: ''تہمت کی جگہوں سے بچ کر رہو''۔	یہ الفاظ حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، بلکہ یہ حضرت عمرؓ کا قول ہے۔
۹ - روایت: ''جو بندہ نمازِ تراویح پڑھتا ہے تو اس کو ہر سجدے کے بدلے، پندرہ سو نیکیاں ملتی ہیں، اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک ایسا محل تعمیر کیا جاتا ہے، جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہیں، ہر دروازے پر سونے کا ایک محل ہوتا ہے، جس پر سرخ یاقوت جڑے ہوتے ہیں''۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔
۱۰ - روایت: ''اپنا نصف دین حُمیراء (حضرت عائشہؓ) سے حاصل کرو''۔	بے سند و بے اصل ہے، بیان نہیں کر سکتے۔
۱۱ - روایت: بچے کی بسم اللہ پر، اس بچے کی، اُسکے والدین کی اور اس کے اُستاد کی بخشش۔	من گھڑت
۱۲ - روایت: ''ایک مومن عورت کی نیکی، ستر صدیقین کے عمل کی مانند ہے، اور ایک فاجر عورت کی برائی ستر فاجر مردوں کی طرح ہے''۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، البتہ اس مضمون پر مشتمل قول یزید بن مَیسَرَہؒ سے ثابت ہے۔
۱۳ - روایت ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں''۔ اس روایت کے ضمن میں ایک زبان زدِ عام قصہ کی تحقیق ذکر کی گئی ہے۔	بے اصل، بیان نہیں کر سکتے۔
۱۴ - روایت: حضرات اہل بیت کا مسکین، یتیم اور قیدی پر ایثار اور تین دن بھوکا رہنا۔	من گھڑت
۱۵ - روایت: ''اللہ کی معرفت میرا اثاثہ ہے......''۔	بے اصل و من گھڑت

روایت	حکم
۱۶- ختم قرآن کی دُعا: "(۱) اللّٰھم آنس وَحْشَتِي فِي قَبْرِي. (۲) اللّٰھم ارحَمْني بالقرآن العظیم واجْعَلْه لي إماماً ونُوراً وهُدی ورَحْمَةً، اللّٰھم ذَكِّرني منه ما نَسِيتُ وعَلِّمْني منه ما جَهِلْتُ وارْزُقْنِي تِلَاوَتَه آناءَ الليل وآناءَ النَّهار واجْعَلْه لي حُجَّةً يا رَبَّ العَالَمِين". یہ دعا دَراصل دو مختلف اجزاء کا مجموعہ ہے، ہر جزء کا حکم دوسرے سے مختلف ہے؛ اس لئے ہر جزء پر علیحدہ فنی تبصرہ کیا گیا ہے، واضح رہے یہ تحقیق دعا بحیثیتِ حدیث ہے۔	روایت کا پہلا ٹکڑا من گھڑت ہے، البتہ دوسرا حصہ آپ ﷺ ثابت، قابلِ بیان وعمل ہے۔
۱۷- روایت قدسی: "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا......"۔	بے اصل، آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے۔
۱۸- روایت: جمعہ کا حج، حج اکبر ہے۔	بے اصل، حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے۔
۱۹- روایت: "دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں"۔	یہ روایت ان الفاظ سے آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے؛ اس لیے بیان نہیں کر سکتے، البتہ اس مضمون کی دوسری روایت آپ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، "تفصیل" ملاحظہ فرمالیں۔
۲۰- روایت: کلمہ "لا الہ الا اللہ" مد کے ساتھ (کھینچ کر) پڑھنے سے چار ہزار کبیرہ گناہ معاف۔	من گھڑت

روایت	تبصرہ
۲۱- روایت: "مسجد میں باتیں کرنا نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے، جیسے آگ لکڑیوں کو"۔ تحقیق کے آخر میں ضمناً ایک دوسری روایت کی فنی تفصیل پیش کی گئی ہے، حدیث یہ ہے: "جب آدمی مسجد میں آتا ہے پھر بہت باتیں کرنے لگتا ہے، تو فرشتے اسے کہتے ہیں: اے اللہ کے ولی! خاموش ہو جا، اگر وہ پھر بھی باتوں میں لگا رہے، تو فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ کے مبغوض بندے! چپ کر جا، اگر وہ پھر بھی باتیں کرتا رہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو، چپ ہو جا"۔	حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے، ضمنی روایت "تفصیل" میں ملاحظہ فرمائیں۔
۲۲- روایت قُدسی: "میرے اَرض وسما مجھے نہیں سما سکے، البتہ میرے مؤمن بندے کا دل، مجھے اپنے میں سما لیتا ہے"۔ اس حدیثِ قدسی کے ساتھ ایک دوسری حدیث قدسی کی تحقیق ذکر کی گئی ہے، حدیث یہ ہے: "دل رب کا گھر ہے"۔	یہ دونوں روایتیں آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، البتہ اسرائیلی روایات کی حیثیت سے ثابت ہے؛ اس لئے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کر سکتے ہیں، نیز ان روایتوں سے ملتا جلتا ایک مضمون آپ ﷺ سے ثابت ہے، تفصیل میں ملاحظہ فرمائیں۔
۲۳- کھانے سے قبل دعا: "بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَةِ اللّٰہ"۔ اس دعا کا ذکر معتبر کتب میں موجود ہے، لیکن یہ دعا تحقیق کا موضوع اس لئے بنی ہے کہ اس دعا کو لفظِ "علی" کے ساتھ لکھا جاتا ہے، حالانکہ لفظِ "علی" کی زیادتی درحقیقت ثابت نہیں ہے، نیز اس دعا کا حوالہ دینے میں بھی تسامح ہے، چنانچہ ضمناً اس تسامح کی بھی تحقیق کی گئی ہے۔	دعا میں لفظِ "علی" ثابت نہیں ہے؛ اس لئے اسے لفظِ "علی" کے بغیر پڑھنا چاہیے، نیز دعا کا حوالہ دینے کے تسامح کے بارے میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

روایت	حکم
۲۴-روایت: ''علماء کے علاوہ تمام لوگ بے جان ہیں، اور علماء میں عمل کرنے والوں کے علاوہ تمام علماء ہلاک ہونے والے ہیں، اور عمل کرنے والوں میں مخلصین کے علاوہ تمام غرق ہونے والے ہیں، اور اخلاص والے بہت بڑے خطرے سے دوچار ہیں''۔	من گھڑت ہے، البتہ اس مضمون پر مشتمل الفاظ ذوالنون مصری ؒ اور سہل تُستری ؒ سے ثابت ہیں۔
۲۵-روایت: ''مؤمن کے جھوٹے میں شفاء ہے''، بعض جگہ یہ الفاظ ہیں: ''مومن کے تھوک میں شفاء ہے''۔	دونوں قسم کے الفاظ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، بیان نہیں کرسکتے۔
۲۶-روایت: ''جب ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج بیت اللہ کیلئے پکارا، اس کے جواب میں لوگوں نے لبیک کہا، چنانچہ جس نے ایک مرتبہ لبیک کہی، تو وہ ایک مرتبہ حج کرے گا، جس نے دو مرتبہ تلبیہ کہی، وہ دو مرتبہ حج کرے گا، اور جس نے دو سے زائد مرتبہ تلبیہ کہی، وہ اسی حساب سے حج کرے گا''۔	آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کرسکتے، البتہ حضرت ابن عباس ؓ اور حضرت مجاہدؒ سے اس مضمون پر مشتمل الفاظ منقول ہیں۔
۲۷-روایت قدسی: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں اللہ ہوں، میں معبود ہوں، میں بادشاہوں کا مالک، اور شہنشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے قبضے میں ہیں، جب میرے بندے میری اطاعت کرتے ہیں، تو میں ان کے بادشاہوں کے دل شفقت ورحمت سے بھر دیتا ہوں، اور بندے جب میری نافرمانی کرتے ہیں، تو میں بادشاہوں کے قلوب میں ان کے لئے ناراضگی اور انتقام ڈال دیتا ہوں، چنانچہ وہ بادشاہ ان کو بری اذیتوں میں مبتلاء کر دیتے ہیں، (اس وقت) تم بادشاہوں کو بددعا دینے میں اپنے آپ کو مشغول نہ کردینا، بلکہ اللہ کی یاد اور عاجزی میں مشغول ہونا، میں تمہارے بادشاہوں سے تمہاری کفایت کردوں گا''۔	ان الفاظ سے یہ روایت آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کرسکتے، البتہ اسرائیلی روایت کی حیثیت سے ثابت ہے؛ اس لئے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرسکتے ہیں۔

۲۸- روایت: ۱- حاملہ کو (بعض سندوں میں ہے کہ جس حاملہ سے خاوند رضامند ہو) روزے دار، نماز پڑھنے والے، خشوع کرنے والے، مطیع، اور مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر ملتا ہے۔

۲- درد زِہ پر اسے ایسا اجر ملتا ہے، جسے مخلوق میں کوئی نہیں جانتا۔

۳- دودھ کے ہر گھونٹ کے بدلے نیکی (بعض روایتوں میں ایک جان زندہ کرنے) کا اجر ملتا ہے۔

۴- وضعِ حمل سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

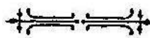
۵- اگر رات کو بچے کی وجہ سے جاگنا پڑ گیا، تو ستر غلام اللہ کی راہ میں آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔

ضمناً یہ تحقیق بھی لکھی گئی ہے کہ یہ موقوف روایت (عبداللہ ابن عمرؓ کا ارشاد) ثابت ہے (اور ایسا قول حکماً مرفوع ہوتا ہے):

”عورت حمل سے وضعِ حمل (پھر) بچے کے دودھ چھڑانے تک اس شخص کی طرح ہے، جو اللہ کے راستے میں اس کی سرحدوں کا پہرہ دے، اگر وہ اس دوران مرجائے تو اسے شہید کا اجر ملے گا“۔

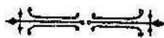
یہ تمام روایتیں من گھڑت ہیں، البتہ مذکورہ ضمنی روایت موقوفاً (ابن عمرؓ کا ارشاد) ثابت ہے، اور ایسا قول حکماً مرفوع (آپ ﷺ کا قول) کہلاتا ہے۔

فائدہ: ”بیان نہیں کر سکتے“ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نسبت سے بیان نہیں کر سکتے۔



علمی فہارس

فہرستِ آیات



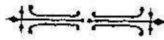
فہرستِ احادیث وآثار

فہرست رُوات

١٤	الحسن بن محمد أبو محمد البلخي		جرح	٣٨٧
١٥	الحسن بن رُشيد		مختلف فيه	٣٦١
١٦	حُسين بن عبد الله بن يزيد القطان أبو علي	توفي حدود ٣١٠ھ	تعديل	١٧١
١٧	حسين بن قيس الرَحَبي الواسطي		جرح	٣٩٧
١٨	حُسين بن محمد أبو يعلى الزبيري		سكت عليه الذهبي	٣٠١
١٩	داود بن إبراهيم		جرح	٥٦
٢٠	داود بن قيس الفراء أبو سليمان الدباغ	مات في خلافة أبي جعفر	تعديل	٢٧١
٢١	زياد بن ميمون الثقفي الفاكهي		جرح	٣٩٤
٢٢	سالم بن عبد الله الخياط		جرح	٢٦٢
٢٣	سعيد بن سِنان أبو مهدي	توفي ١٦٨ھ	جرح	٣١٥
٢٤	سعيد بن المسيّب بن الحَزَن	توفي بعد ٩٠ھ	تعديل	١٧٢
٢٥	سليمان بن كَندِير العِجْلي أبو صدقة		تعديل	١٦٩
٢٦	شمس الدين ابن القماح القاضي	٦٥٦ھ / ٧٤١ھ	تعديل	٩٣
٢٧	عباد بن الوليد بن خلاد الغُبَرِي أبو بدر المؤدب	توفي ٢٥٨ھ	تعديل	١٦٨
٢٨	عبد الله بن خُبَيق الأنطاكي الزاهد		اختلف فيه	٣٠٢
٢٩	عبد الله بن محمّد بن جعفر بن حيان أبو الشيخ		تعديل	٢٢٠
٣٠	عبد بن آحمد بن محمّد أبو ذر الهَرَوي	٣٥٥ھ أو	تعديل	٢٦٩
٣١	عبد الرحيم بن زيد بن الحواري العمي	٣٥٦ھ/٣٣٢ھ	جرح	٣٩١

۳۲	عبدالمنعم بن إدريس بن سنان بن كليب	۲۲۸ھ	جرح	۱۰۸
۳۳	عثمان بن عبدالله بن عمرو		جرح	۱۱۹
۳۴	علي بن محمد بن حاتم	توفي ۳۲۲ھ	مختلف فيه	۳۶۲
۳۵	عمرو بن سعيد الخولاني		جرح	۳۸۳
۳۶	عمرو بن شَمِر الجعفي الكوفي		جرح	۲۷۳
۳۷	فائد بن عبدالرحمن أبو الورقاء		جرح	۶۳
۳۸	قيس بن الربيع الأسدي		جرح	۴۰۳
۳۹	ليث بن محمد		جرح	۲۶۱
۴۰	محمد بن أشعث		جرح	۳۶۸
۴۱	محمد بن مروان الكوفي السُدِّي الصغير		جرح	۱۸۸
۴۲	محمد بن المسيّب بن إسحاق بن عبدالله		تعديل	۳۰۲
۴۳	مَسْعَدَه بن بكر الفرغاني		جرح	۱۵۶
۴۴	منهال بن بحر أبو سلمة البصري العقيلي	توفي ۲۲۲۰ھ	مختلف فيه	۱۶۸
۴۵	نوح بن أبي مريم		جرح	۳۵۴
۴۶	وهب بن راشد الرقّي		جرح	۳۷۳
۴۷	هشام بن عبدالملك بن عمران اليَزَني أبو تقي الحمصي		تعديل	۲۲۱
۴۸	هشام بن عمار أبو الوليد الدمشقي	توفي ۱۵۳ھ	تعديل	۱۷۱
۴۹	هناد النسفي		جرح	۱۴۷
۵۰	ياسين بن معاذ أبو خلف الزيات		جرح	۱۵۰

۵۱	يحيى بن سعيد بن قيس الأنصاري		توفي تقريباً ۱۴۴ھ	تعديل	۱۷۰
۵۲	يزيد بن ميسرة أبو يوسف الدِمَشْقي			سكت عليه البخاري وأبو حاتم ووثّقه ابن حبان	۲۲۲
۵۳	يَغْنَم بن سالم بن قنبر مولى علي رضي الله عنه			جرح	۳۱۸
۵۴	يوسف بن أسباط الشيباني الزاهد الواعظ			اختلف فيه	۳۰۳



مصادر اور مراجع

یہ فہرست حروفِ تہجی کے مطابق تیار کی گئی ہے، البتہ جن کتابوں کے شروع میں ''الف لام'' آتا ہے، حروف تہجی میں اِن حروف کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے، نیز اگر کسی کتاب کے دو نسخے زیرِ استعمال رہے ہیں تو ان میں ہر ایک کی علیحدہ تعیین کی گئی ہے، یہ بھی واضح رہے کہ اس فہرست میں بعض ایسی کتب کے حوالے بھی شامل ہیں، جن کا استعمال سلسلہ ثانیہ میں ہوگا، ان شاء اللہ۔

١ - الأباطيل والمناكير والصِحاح والمشاهير: للعلامة أبي عبد الله الحسين بن إبراهيم الجوزَقاني (٥٤٣ هـ) الناشر، إدارة المبعوث الإسلامية والدعوة والإفتاء بالجامعة السلفية بنارس، الطبعة الأُولى ١٤٠٤ هـ.

٢ - إتحاف السّادة المُتّقين بشَرْح إحياء علوم الدين: للعلاّمة السيّد محمّد بن محمّد الحُسَيْني الزَّبِيْدِي الشهير بمُرْتَضى (١١٤٥هـ/١٢٠٥هـ)، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٢٦ هـ.

٣ - إتحَاف الخِيَرَةُ المَهَرَة بزَوَائِد المسَانيد العَشْرة: للإمام أحمد بن أبي بكْر بن إسماعيل البُوصِيري (٧٦٢هـ/٨٤٠هـ)، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، دار الوطن للنشر-الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ.

٤ - إتحَاف الخِيَرَةُ المَهَرَة بزَوَائِد المسَانيد العَشْرة: للإمام أحمد بن أبي بكْر بن إسماعيل البُوصِيري (٧٦٢هـ/٨٤٠هـ)، تحقيق: للعلامة أبي عبد الرحمن عادل بن سعد و أبي إسحاق السيّد بن محمود بن إسماعيل، مكتبة الرُشد-الرياض الطبعة، الأولى ١٤١٩ هـ.

٥ - إتْقَان مايَحْسُنُ مِنَ الأَخْبَار الوَارِدَة على الأَلْسُن: للعلاّمة نجم الدِين محمد بن محمد الغَزِي (٩٩٧هـ/١٠٦١هـ)، ت: الدكتور يحيى مُراد، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ٢٠٠٤ هـ.

٦ - الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة: للعلامة أبي الحسنات محمد عبد الحي بن محمد عبد الحليم اللكنوي (١٢٦٤هـ/١٣٠٤هـ)، دار الكتب العلمية-بيروت.

٧ - إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام: للشيخ تقي الدين أبو الفتح محمد بن علي بن وهب بن مطيع (٦٢٥هـ/٧٠٢هـ)، ت: شيخ مصطفى، مؤسسة الرسالة -بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٦هـ.

٨ - الاستيعاب في معرفة الأصحاب: للإمام أبي عمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر القرطبي النَمَري (٣٦٨هـ/٤٦٣هـ)، ت: علي محمد البجاوي، دار الجليل -بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ.

٩ - أسد الغابة في معرفة الصحابة: للعلامة أبي الحسن عز الدين ابن الأثير الجَزَري (٥٥٥هـ/٦٣٠هـ) الشيخ علي محمد المعوض و الشيخ أحمد الموجود، دار الكتب العلمية-بيروت.

١٠ - الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة: للملاّ علي بن سلطان الهَرَوِي القاري (١٠١٤هـ)، محمد بن لطفي، المكتب الإسلامي - بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠٦هـ.

١١ - الإسناد من الدين: للشيخ عبد الفتّاح أبي غُدّة (١٣٣٦هـ/١٤١٧هـ)، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ.

١٢ - أسنى المطالب في أحاديث مختلفة المراتب: لل علاّمة محمد بن درويش بن محمد الحُوت (١٢٠٣هـ/١٢٧٧هـ)، دار الكتب العلمية-بيروت.

١٣ - الإصابة في تَمْيِيزِ الصحابة: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العَسْقَلاني (٧٧٣هـ/٨٥٢هـ)، دار الكتب العلمية-بيروت.

١٤ - إطْرَافُ المُسْنِد المُعتَلِي بأطراف المسند الحنبلي: للحافظ أحمد بن

علي بن حجر أبي الفضل العَسْقَلاني (۷۷۳ھ/۸۵۲ھ)، ت: زهير بن ناصر، دار ابن كثير-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۴ھ.

۱۵- إعتلال القلوب: للحافظ أبي بكر محمّد بن جعفر الخرائطي (۲۴۰ھ/ ۳۲۷ھ)، تحقيق: حَمدِي الدِمرداش، مكتبة نزار مصطفى الباز-الرياض، الطبعة الثانية ۱۴۲۰ھ.

۱۶- اقتضاء الصراط المستقيم: للإمام تقي الدين أحمد بن تيمية الحرّاني (۶۶۱ھ/۷۲۷ھ): ت: ناصر بن عبد الكريم العقل، مكتبة الرشد-الرياض.

۱۷- اقتضاء العلم العمل: للحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي (۳۹۲ھ/ ۴۶۳ھ)، المكتب الإسلامي- بيروت، الطبعة الرابعة ۱۳۹۷ھ.

۱۸- الإكمال في رفع الإرتياب عن المُؤتَلِف والمُختَلِف في الأسماء والكنى والأنساب: للحافظ أبي نصر علي بن هبة الله الشهير بابن ماكولا (۴۲۱ھ/ ۴۷۵ھ)، تحقيق: الأستاد نايف العباس، دار الكتاب الإسلامى-القاهرة.

۱۹- إكمال تهذيب الكمال: للعلامة أبي عبد الله علاء الدين مُغْلَطَاي بن قليج البكجري المصري الحنفي (۶۸۹ھ/۷۶۲ھ): ت: أبو عبد الرحمن عادل بن محمد و أبو محمد أسامة بن إبراهيم، الفاروق الحديثية-القاهرة، الطبعة ۱۴۲۲ھ.

۲۰- أمالي ابن سَمْعُون: للعلامة محمد بن أحمد بن إسماعيل بن عَنْبَس بن سَمْعُون أبي الحسن (۳۰۰ھ/۳۸۷ھ)، ت: عامر حسن صبري، دار البشائر الإسلامية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

۲۱- الأنساب: للإمام أبي سعد عبد الكريم بن محمد بن منصور السَّمْعَاني (۵۰۶ھ/ ۵۶۲ھ)، تحقيق: محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ.

۲۲- البَحرُ الزَّخار المعروف بمسند البزّار: للحافظ أبي بكر أحمد بن عَمرو بن عبد الخالق العَتَكِي البزّار (۲۹۲ھ)، ت: محفوظ الرحمن زين الله، مكتبة العلوم والحكم-المدينة المنورة، الطبعة ۱۴۰۹ھ.

۲۳- البداية والنهاية: للحافظ أبي الفداء إسماعيل بن كثير (۷۰۰ھ/۷۷۴ھ)، تحقيق: رياض عبد الحميد مراد، دار ابن كثير-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۸ھ.

۲۴- البُرهان في علوم القرآن: للإمام بدر الدين أبي عبد الله محمد بن عبد الله بن بهادر الزَرْكَشِي (۷۴۵ھ/۷۹۴ھ)، ت: محمد أبو الفضل إبراهيم، دار التراث-القاهرة.

۲۵- بُغْيَة الكامل السامي في شرح المحصول والحاصل للجامي: للعلامة محمد موسى خان الروحاني البازي (۱۹۳۵ء/۱۹۹۸ء)، مكتبة مدينة بلاهور-پاكستان، الطبعة الخامسة ۱۴۱۴ھ.

۲۶- بهشتی زيور: للعلامة حكيم الأمت أشرف علي تهانوي (۱۲۸۰ھ/۱۳۶۲ھ)، دار الإشاعت، ايم اے جناح روڈ، اردو بازار كراچی.

۲۷- تاريخ الإسلام: للإمام أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايمَاز الذهبي (۶۷۳ھ/۷۴۸)، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۵ھ.

۲۸- تاريخ أصبهان: للحافظ أبي نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني (۳۳۶ھ/۴۳۰ھ)، دار الكتاب الإسلامي-القاهرة.

۲۹- تاريخ بغداد: للحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي (۳۹۲ھ/ ۴۶۳ھ)، ت: الدكتور بشار عوّاد معروف، دار الغرب الإسلامي-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ.

۳۰- تاريخ دِمَشْق: للحافظ أبي القاسم علي بن الحسن بن هبة الله بن عبد الله

المعروف بابن عساكر (۴۹۹ھ/۵۷۱ھ)، ت:محب الدين أبو سعيد عمر بن غرامة العَمروي، دار الفكر-بيروت، الطبعة ۱۴۱۵ھ.

۳۱- التاريخ الكبير: للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم الجُعْفِي البخاري (۱۹۴ھ/ ۲۵۶ھ)، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۹ھ.

۳۲- تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي: للعلامة أبي العلي محمد عبد الرحمن بن عبد الرحيم المباركفوري (۱۳۵۳ھ)، ت: عبد الوهاب عبد اللّطيف، دار الفكر-بيروت.

۳۳- تحفة الطالب بمعرفة أحاديث مختصر ابن حاجب: للحافظ أبي الفداء إسماعيل بن كثير (۷۰۰ھ/۷۷۴ھ)، عبد الغني بن حميد بن محمود الكبيسي، دار حراء-مكة المكرمة، الطبعة الأولى ۱۴۰۶ھ.

۳۴- تخريج أحاديث الكشّاف: للعلامة جمال الدين أبي محمد عبد الله بن يوسف بن محمد الزيلعي (۷۶۲ھ)، ت: عبد الله بن عبد الرحمن السعد، دار ابن خزيمة-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ.

۳۵- التدوين في تاريخ قزوين: للمؤرخ عبد الكريم بن محمد الرافعي القزويني (۵۵۷ھ/۶۲۳ھ)، ت: عزيز الله العطاردي، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۰۸ھ.

۳۶- التذكرة فى الاحاديث المُشْتَهَرَة: للإمام بدر الدين أبي عبد الله محمد بن عبد الله بهادر الزَرْكَشِي (۷۴۵ھ/ ۷۹۴ھ)، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۰۶ھ.

۳۷- تذكرة الموضوعات: للعلامة محمد طاهر بن علي الفتني (۹۱۰ھ/۹۸۶ھ)، كتب خانه مجيديه-ملتان، پاكستان.

٣٨-الترغيب والترهيب: للحافظ عبد العظيم بن عبد القوي المنذري (٥٨١هـ ـ٦٥٦هـ)، دار ابن حزم-بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ.

٣٩-الترغيب والترهيب: للحافظ عبد العظيم بن عبد القوي المنذري (٥٨١هـ ـ٦٥٦هـ)، تحقيق: أبو عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع-رياض، الطبعة ١٤٢٤هـ.

٤٠- التَعليقات الحافلة على الأجْوِبَة الفاضلة: للشيخ عبد الفتّاح أبي غُدَّة (١٣٣٦هـ/١٤١٧هـ)، مكتبة المكتوبات الإسلامية-حلب، الطبعة ١٤٢٦هـ.

٤١- تفسير ابن كثير: للحافظ أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (٧٠٠هـ/٧٧٤هـ)، ت: سامي بن محمد سلامة، دار طيبة - الرياض، الطبعة الثانية ١٤٢٠هـ.

٤٢- تفسير روح البيان: للعلامة إسماعيل حقي بن مصطفى الإستانبولي (١١٢٧هـ)، دار إحياء التراث العربي-بيروت.

٤٣- تفسير الكشّاف عن حقائق غوامض التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التأويل: للعلامة جار الله أبي القاسم محمود بن عمر الزَمَخْشَرِي (٤٦٧هـ/ ٥٣٨هـ)، ت: الشيخ عادل أحمد الموجود والشيخ علي محمد المعوّض، مكتبة العُبَيكان-الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ.

٤٤- تفسير الفخر الرازي المشهور بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب: للعلامة محمد بن عمر بن الحسين الرازي الشافعي المعروف بالفخر الرازي (٥٤٤هـ/ ٦٠٤)، دار إحياء التراث العربي-بيروت.

٤٥- تفسير المظهري: للعلامة محمد ثناء الله العثماني المظهري (١٣٦٧هـ)، دار إحياء التراث العربي-بيروت، الطبعة ١٤٢٥هـ.

٤٦-التقريب: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (٧٧٣هـ/

۸۵۲ھ)، ت: محمد عوّامة، دار الرشید۔سوریا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ.

۴۷- التلخيص الحَبِير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (۷۷۳ھ/ ۸۵۲ھ)، ت: أبو عاصم حسن بن عباس بن قطب، مؤسّسة قرطبة۔مصر، الطبعة الأولى ۱۴۱۶ھ.

۴۸- تلخيص كتاب الموضوعات: للإمام أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي (۶۷۳ھ/ ۷۴۸)، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة ۱۳۸۶ھ.

۴۹- تلخيص كتاب الموضوعات: للإمام أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي (۶۷۳ھ/ ۷۴۸)، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم بن محمد، مكتبة الرشد۔الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ.

۵۰- تنبيه الغافلين: للعلامة أبي الليث نصر بن محمد بن أحمد بن إبراهيم السمرقندي (۳۷۳ھ)، إشاعت إسلام كتب خانه محله جنگي۔پشاور۔پاكستان.

۵۱- تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة: للعلامة أبي الحسن علي بن محمد بن عرّاق الكناني (۹۰۷ھ/ ۹۶۳ھ)، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف و عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ.

۵۲- توضيح الأفكار لمعاني تنقيح الأنظار: للعلامة محمد بن إسماعيل بن صلاح بن محمد الصنعاني (۱۰۹۹ھ/ ۱۱۸۲ھ)، ت: صلاح بن محمد بن عويضة، دار الكتب العلمية۔بيروت.

۵۳- تهذيب الكمال في أسماء الرجال: للحافظ جمال الدين أبي الحجاج يوسف المِزّي (۶۵۴ھ/ ۷۴۲ھ)، ت: الشيخ أحمد عليّ عبيد وحسن أحمد آغا، دار الفكر۔بيروت، الطبعة ۱۴۱۴ھ.

۵۴ - تهذيب التهذيب: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (۷۷۳هـ/ ۸۵۲هـ)، ت: إبراهيم زيبق وعادل مرشد، مؤسّسة الرسالة - بيروت، الطبعة ۱۴۱۶هـ.

۵۵ - التيسير بشرح جامع الصغير: للعلامة محمد عبد الرؤف بن تاج العارفين المُناوي (۹۵۲هـ/ ۱۰۳۱هـ)، مكتبة الإمام الشافعي - الرياض، الطبعة الثالثة ۱۴۰۸هـ.

۵۶ - كتاب الثقات: للإمام محمد بن حِبّان بن أحمد بن أبي حاتم البُسْتِي (بعد ۲۷۰هـ/۳۵۴هـ)، مؤسسة الكتب الثقافية-بيروت، الطبعة ۱۴۰۲هـ.

۵۷ - جامع الأحاديث (الجامع الصغير وزوائده والجامع الكبير): للعلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر بن سابق الدين الخضيري السُيوطي (۸۴۹هـ/ ۹۱۱هـ)، تحقيق: عباس أحمد صقر وأحمد عبد الجواد، دار الفكر- بيروت، الطبعة ۱۴۱۴هـ.

۵۸ - جامع الأصول من أحاديث الرسول ﷺ: للعلامة أبي السعادات المبارك بن محمد بن محمد بن عبد الكريم الشيباني الجَزَرِي (۵۴۴هـ/۶۰۶)، ت: محمد حامد الفقي، إحياء التراث العربي-بيروت، الطبعة الرابعة ۱۴۰۴هـ.

۵۹ - جامع بيان العلم وفضله: للإمام أبي عمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر القرطبي النَمَري (۳۶۸هـ/۴۶۳هـ)، ت: أبو الأشبال الأزري، دار ابن الجوزي - الدمام، الطبعة ۱۴۱۹هـ.

۶۰ - الجَدُّ الحَثِيث في بيان ما ليس بحديث: للعلامة أحمد بن عبد الكريم الغزّي العامري (۱۱۴۳هـ)، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم-بيروت.

۶۱ - الجرح والتعديل: للعلامة عبد الرحمن بن محمد أبي حاتم الرازي (۲۴۰هـ/۳۲۷هـ)، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية - بيروت،

الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ.

٦٢ - جزء فيه ما انتقى أبو بكر أحمد بن موسى ابن مردويه على أبي القاسم الطبراني من حديثه لأهل البصرة: للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (٢٦٠ھ/ ٣٦٠ھ)، ت: بدر بن عبد الله البدر، أضواء السلف ـ الرياض، الطبعة ١٤٢٠ھ.

٦٣ - الجواهر الحِسَان في تفسير القرآن (تفسير الثَعَالِبي): للإمام عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف أبي زيد الثعالبي المالكي (٧٨٦ھ/٨٧٥ھ)، ت: الدكتور عبد الفتاح أبو سنّة، إحياء التراث العربي- بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧ھ.

٦٤ - الحاوي للفتاوي: للعلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر بن سابق الدين الخضيري السُيوطي (٨٤٩ھ/ ٩١١ھ)، ت: عبد اللطيف حسن، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة ١٤٢١ھ.

٦٥ - الحِصن الحَصِين: للعلامة أبي الخير محمد بن محمد بن محمد بن علي بن يوسف (ابن الجَزَرِي) (٧٥١ھ/٨٣٣ھ)، حواشي مولانا محمد إدريس، الناشر: گابا سنز اردو بازار، کراچی.

٦٦ - حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: للحافظ أبي نعيم أحمد بن عبد الله الأصفهاني (٣٣٦ھ/٤٣٠ھ)، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٩ھ.

٦٧ - خلاصة سِيَر سيّد البشر: للعلامة أحمد بن عبد الله الطَبَري الشهير بمُحِبّ الدين الطَبَري (٦١٥ھ/٦٩٤ھ)، تحقيق: طلال بن جميل الرفاعي، مكتبة نزار مصطفى الباز- المكة المكرمة، الطبعة ١٤١٧ھ.

٦٨ - الدر المنثور: للعلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر بن سابق الدين الخضيري السُيوطي (٨٤٩ھ/ ٩١١ھ)، ت: عبد الله بن عبد المحسن التركي، مركز هجر- القاهرة، الطبعة الأولى ١٤٢٤ھ.

٦٩- الدُرَرُ الكامنة في أعيان الما ئة الثامنة: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (٧٧٣هـ/٨٥٢هـ)، ت: الشيخ عبد الوارث محمد عليّ، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ.

٧٠- الدُرَرُ المُنتثرة في الأحاديث المُشتَهِرَة: للعلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر بن سابق الدين الخضيري السُيوطي (٨٤٩هـ/٩١١هـ)، ت: محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ.

٧١- الدُرَرُ المُنتثرة في الأحاديث المُشتَهِرَة: للعلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر بن سابق الدين الخضيري السُيوطي (٨٤٩هـ/٩١١هـ)، ت: عبد الله بن عبد المحسن التركي، مركز هجر-القاهرة، الطبعة الأولى ١٣٢٤هـ.

٧٢- دلائل النبوة: للعلامه إسماعيل بن محمد بن فضل بن على القُرَشي (٤٥٧هـ/٥٣٥هـ)، ت: محمد محمد الحداد، دار طيبة-الرياض.

٧٣- دلائل النبوة: للامام أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي (٣٨٤هـ/ ٤٥٨هـ) ت: الدكتور عبدالمعطي قلعجي، دارالكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ.

٧٤- ذَيل اللآلي المصنوعة: للعلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر بن سابق الدين الخضيري الشيوطي (٨٤٩هـ/٩١١هـ)، المكتبة الأثرية - شيخو پوره، الطبعة ١٣٠٣هـ.

٧٥- ردُّ المُختار على الدُرّ المُختار يعرف بحاشية ابن عابدين: للإمام محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدِمَشقِي (١١٩٨هـ/١٢٥٢هـ)، دار عالم الكتب-الرياض، الطبعة ١٤٢٣هـ.

٧٦- روح البيان: للعلامة أبي الفداء إسماعيل حقي بن مصطفى الحنفي (١١٢٧هـ)، دار إحياء التراث العربي-بيروت.

۷۷- روح المعاني في تفسير قرآن العظيم والسبع المثاني: للعلامة أبي الفضل شهاب الدين السيد محمود الآلوسي البغدادي (۱۲۱۷ھ/۱۲۷۰ھ)، إحياء التراث العربي-بيروت.

۷۸- رَوضَةُ العُقلاء ونُزْهَة الفُضَلاء: للإمام أبي حاتم محمد بن حبان البُسْتِي (۳۵۴ھ)، ت: محمد محي الدين عبد الحميد، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة ۱۳۹۷ھ.

۷۹- الرِحلة في طلب الحديث: للحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي (۳۹۲ھ/ ۴۶۳ھ)، ت: نور الدين عتر، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة ۱۳۹۰ھ.

۸۰- الرِياض النَضِرَة في مناقب العشرة: للعلامة أحمد بن عبدالله الطَبَري الشهير بمُحِبّ الدين الطَبَري (۶۱۵ھ/۶۹۴ھ)، مكتبة محمد نجيب الخانجي، مطبعة دار التاليف ومن الكتاب الكبرى، الطبعة الثانية ۱۳۷۲ھ.

۸۱- زاد المَعَاد في هَدْيِ خير العباد: للعلامة محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين إبن قَيِّم الجوزية (۶۹۱ھ/۷۵۱ھ) ت: شعيب الأرنؤوط وعبد القادر الأرنؤوط، مؤسَسَة الرسالة-بيروت، الطبعة السابعة وعشرون ۱۴۱۵ھ.

۸۲- الزهد لأحمد بن حنبل: للإمام أبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني (۱۶۴ھ/۲۱۴ھ)، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۳ھ.

۸۳- سِلاح المؤمن في الدعاء والذكر: للعلامة أبي الفتح محمد بن محمد بن علي بن همام المعروف بإبن الإمام (۶۷۷ھ/۷۴۵)، ت: محي الدين أديب مستو، دار ابن كثير-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۴ھ.

۸۴- سلسلة الأحاديث الضعيفة وأثرها السيئ في الأمة: للشيخ محمد ناصر الدين بن نوح الألباني (۱۳۳۲ھ/ ۱۴۲۰ھ)، مكتبة المعارف - الرياض، الطبعة

الأولی ۱۴۲۵ھ.

۸۵- سنن ابن ماجه: للإمام محمد بن يزيد أبي عبد الله القزويني (۲۰۹ھ/ ۲۷۳ھ)، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، دار الفكر- بيروت.

۸۶- سير أعلام النُبلاءَ: للعلامة أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايْمَاز الذهبي (۶۷۳ھ/۷۴۸)، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسَّسة الرسالة -بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۲ھ.

۸۷- شرحُ شرحِ نُخْبَةِ الفِكَر: للملاّ علي بن سلطان الهَرَوِي القاري (۱۰۱۴ھ)، قديمي كتب خانه- كراچی.

۸۸- شرح الشِّفاء: للملاّ علي بن سلطان الهَرَوِي القاري (۱۰۱۴ھ)، ت: عبدالله محمد الخليلي، دار الكتب العلمية-بيروت.

۸۹- شرح عِلَل الترمذي: للإمام عبد الرحمن بن أحمد بن رجب السلامي البغدادي المعروف بابن رجب الحنبلي (۷۳۶ھ/۷۹۵ھ)، ت: الدكتور همام عبدالرحيم، مكتبة الرُّشد-الرياض، الطبعة الثالثة ۱۴۲۲ھ.

۹۰- شَرْحُ الزُرْقَاني على موطأ الإمام مالک: للعلامة محمد بن عبد الباقي بن يوسف الزُرقاني (۱۰۵۵ھ/۱۱۲۲ھ)، المطبعة الخيرية بمصر، الطبعة ۱۳۱۰ھ.

۹۱- شرح النَوَوِي على الصحيح لمسلم: للعلامة محي الدين يحيى بن شرف بن مري النَوَوِي (۶۳۱ھ/۶۷۶ھ)، الطبعة المصرية بالأزهر، الطبعة الأولى ۱۳۴۷ھ.

۹۲- الشريعة: للعلامة محمد بن الحسين بن عبد الله أبي بكر الآجُرِّي (۳۶۰ھ)، ت: عبدالله الدميجي، دار الوطن-الرياض، الطبعة ۱۴۲۰ھ.

۹۳- شُعَبُ الإيمان: للحافظ أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي (۳۸۴ھ/ ۴۵۸ھ)، ت: مختار أحمد الندوي، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

۹۴ - الشِفَاء بتعريف حقوق المصطفى: للعلامة قاضي أبي الفضل عياض اليَحْصُبِي (۴۷٦ھ/۵۴۴ھ)، دار الكتب العلمية۔بيروت۔

۹۵ - الشَمَارِيخ في علم التاريخ: للعلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر بن سابق الدين الخضيري السُيوطي (۸۴۹ھ/۹۱۱ھ)، ت: عبد الرحمن حسن محمود، مكتبة الآداب۔القاهرة۔

۹٦ - الجامع الصحيح للبخاري: للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم الجعفي البخاري (۱۹۴ھ/۲۵٦ھ)، ت: محمد زهير بن ناصر الناصر، دار طَوقُ النَجَاة۔بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔

۹۷ - الجامع الصحيح لمسلم: للحافظ أبي الحُسين مسلم بن الحجّاج القُشَيْرِي النيسابوري (۲۰۴ھ/۲٦۱ھ)، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، دار الكتب العلمية۔بيروت۔

۹۸ - الحُجَّة في بيان المَحَجَّة وشرح التوحيد ومذهب أهل السنة: للعلامة إسماعيل بن محمد الأصبهاني قوام السنة أبي حاتم (۴۵۷ھ/۵۳۵ھ)، ت: محمد بن ربيع بن الهادي، دار الراية۔الرياض۔

۹۹ - الصحيح لابن خُزيمة: للعلامة محمد بن إسحاق بن خزيمة السلمي أبي بكر (۲۲۳ھ/ ۳۱۱ھ)، ت: محمد مصطفى أعظمي، المكتب الإسلامي۔ بيروت، الطبعة ۱۴۰۰ھ۔

۱۰۰ - صحيح ابن حبّان بترتيب ابن بلبان: للإمام محمد بن حِبّان بن أحمد بن أبي حاتم البُسْتِي (بعد ۲۷۰ھ/۳۵۴ھ)، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة ۔بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۴ھ۔

۱۰۱ - الصواعق المحرقة: للعلامة أحمد بن محمد بن علي بن حجر الهَيْتَمِي أبي العباس (۹۰۹ھ/۹۷۴ھ)، مؤسسة الرسالة ۔ بيروت، الطبعة

الأولى ۱۹۹۷ء.

۱۰۲ - الضعفاء الكبير: للعلامة أبي جعفر محمد بن عمرو بن موسى بن حماد العُقَيلي المكي (۳۲۲ھ)، ت: الدكتور عبدالمعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ.

۱۰۳ - الضعفاء والمتروكين: للعلامة جمال الدين أبي الفَرَج عبدالرحمن بن علي بن محمد ابن الجوزي (۵۰۸ھ/۵۹۷ھ)، ت: أبو الفداء عبد الله القاضي، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۶ھ.

۱۰۴ - طبقات الشافعية الكبرى: للحافظ تاج الدين أبي نصر عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السُبكي (۷۲۷ھ/۷۷۱ھ)، ت: مصطفى عبد القادر أحمد عطا، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ.

۱۰۵ - الطبقات الكبرى لابن سعد: للحافظ أبي عبد الله محمد بن سعد بن منيع الوهري (۱۶۸ھ/۲۳۰ھ)، الدكتور على محمد عمر، المكتبة الخانجي بالقاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۲۱ھ.

۱۰۶ - عِلَل الترمذي الكبير: للعلامة محمد بن عيسى بن سورة الترمذي أبي عيسى (۲۰۹ھ/۲۷۹ھ)، سيد صبيحي السامرائي، عالم الكتب- بيروت، الطبعة ۱۴۰۹ھ.

۱۰۷ - العِبَرُ في خَبَرِ مَنْ غَبَر: للعلامة أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايمَاز الذهبي (۶۷۳ھ/۷۴۸ھ)، دار الكتب العلمية- بيروت، ت: زغلول، الطبعة الأولى ۱۴۰۵ھ.

۱۰۸ - العِلَل الواردة في الأحاديث النبوية: للعلامة أبي الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي الدَارَ قُطْنِي الشافعي، ت: محفوظ الرحمن زين الله، دار طيبة- رياض، الطبعة ۱۴۰۵ھ.

۱۰۹- الفَتاوى الحَدِيثِيَّة: للعلامة أحمد بن محمد بن علي بن حجر الهَيْتَمِي أبي العباس (۹۰۹ھ/۹۷۴ھ)، ت: محمد عبد الرحمن المرعشلي، میر محمد کتب خانہ۔ کراچی۔

۱۱۰- فتح الباري: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (۷۷۳ھ/ ۸۵۲ھ)، إشراف: الشيخ عبد العزيز بن عبد الله بن باز، دار المعرفة۔ بيروت، الطبعة ۱۳۷۹ھ.

۱۱۱- فتح المُغيث بشرح أَلْفِيَة الحديث: للعلامة شمس الدين أبي الخير محمد بن عبد الرحمن السخاوي (۸۳۱ھ/۹۰۲ھ)، ت: عبد الكريم الخُضَير ومحمد بن عبد الله آل فهد، مكتبة دار المنهاج-الرياض، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

۱۱۲- الفتوحات المكية: للشيخ محمد بن علي بن محمد ابن العربي أبي بكر الحاتمي (۵۶۰ھ/۶۳۸ھ)، ت: عثمان يحيى، وزارة الثقافية المصرية۔ مصر، الطبعة ۱۳۹۲ھ.

۱۱۳- الفوائد البَهِيَّة في تراجم الحنفية: للعلامة أبي الحسنات محمد عبد الحي بن محمد عبد الحليم اللكنوي (۱۲۶۴ھ/۱۳۰۴ھ)، المطبع المصطفائي.

۱۱۴- الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة: للعلامة محمد بن علي بن محمد الشَوْكَاني (۱۱۷۳ھ/۱۲۵۰ھ)، عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ.

۱۱۵- فيض القدير شرح الجامع الصغير: للعلامة محمد عبد الرؤف بن تاج العارفين المُناوي (۹۵۲ھ/ ۱۰۳۱ھ)، دار المعرفة-بيروت، الطبعة الثانية ۱۳۹۱ھ.

۱۱۶- القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع ﷺ: للإمام شمس الدين أبي الخير محمد بن عبد الرحمن السخاوي (۸۳۱ھ/۹۰۲ھ)، ت: محمد عوّامة، دار اليسر-المدينة المنورة، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

۱۱۷ - القول المُسَدَّدُ في الذبّ عن المسند للإمام أحمد: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (۷۷۳ھ/۸۵۲ھ)، مكتبة ابن تيمية۔القاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۰۱ھ.

۱۱۸ - الكتاب اللطيف: للعلامة عمر بن أحمد بن عثمان ابن شاهين أبي حفص (۲۹۷ھ/۳۸۵ھ)، ت: عبد الله بن محمد البوصيري، مكتبة الغرباء الأثرية ۔المدينة المنورة، الطبعة ۱۴۱۶ھ.

۱۱۹ - كتاب العَظَمَة: للعلامة أبي الشيخ عبد الله بن محمد بن جعفر بن حبان الأصبهاني (۲۷۴ھ/۳۶۹ھ)، رضاء الله بن محمد إدريس المباركفوري، دار العاصمة۔رياض، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ.

۱۲۰ - كتاب العِلَل: للعلامة عبد الرحمن بن أبي حاتم الرازي (۲۴۰ھ/۳۲۷ھ) ت: سعد بن عبد الله عبد الحميد وخالد بن عبد الرحمن الجُريسي، مكتبة الملك الفهد۔الرياض، الطبعة ۱۴۲۷ھ.

۱۲۱ - كتاب المعجم في أسامي شيوخ أبي بكر الإسماعيلي: للعلامة أبي بكر أحمد بن إبراهيم بن إسماعيل الإسماعيلي (۲۷۷ھ/۳۷۱ھ) ت: زياد محمد منصور، مكتبة العلوم والحكم۔المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۴۱۰ھ.

۱۲۲ - الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة: للحافظ أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايمَاز الذَهَبي (۶۷۳ھ/۷۴۸)، ت: عزت علي عيد عطية و موسى محمد علي الموشي، دار الكتب الحديثية۔القاهرة، الطبعة الأولى ۱۳۹۲ھ.

۱۲۳ - الكامل في ضعفاء الرجال: للحافظ أبي أحمد عبد الله بن عدي الجرجاني (۲۷۷ھ/۳۶۵ھ)، الشيخ عادل أحمد عبد الموجود والشيخ علي محمّد معوّض، دار الكتب العلمية۔بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ.

۱۲۴ - كتاب الثقات: للإمام محمد بن حِبّان بن أحمد بن أبي حاتم البُسْتِي (بعد ۲۷۰ھ/۳۵۴ھ)، مؤسسة الكتب الثقافية - بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۲ھ.

۱۲۵ - كتاب الدعاء: للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (۲۶۰ھ/ ۳۶۰ھ)، ت: د. محمد سعيد بن محمد حسن البخاري، دار البشائر الإسلامية- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۷ھ.

۱۲۶ - كتاب المجروحين مِنَ المحدثين والضعفاء والمتروكين: للإمام محمد بن حِبّان بن أحمد بن أبي حاتم البُسْتِي (بعد ۲۷۰ھ/۳۵۴ھ)، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة- بيروت، الطبعة ۱۴۱۲ھ.

۱۲۷ - كتاب الموضوعات: للإمام أبي الفَرَج عبد الرحمن بن علي بن الجَوزِي القُرَشِي (۵۰۹ھ/۵۹۷ھ)، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدنية المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ.

۱۲۸ - كتاب النُبُوّات: للإمام تقي الدين أحمد بن تَيْمِيَة الحَرّاني (۶۶۱ھ/ ۷۲۷ھ)، ت: الدكتور عبد العزيز بن صالح، المجلس العِلْمِي في الجامعة الإسلامية- المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۴۳۰ھ.

۱۲۹ - الكَشْفُ الحَثِيث عمَّن رُمي بوَضْعِ الحديث: للعلامة إبراهيم بن محمد بن خليل الطرابلسي أبي الوفاء (۷۵۳ھ/ ۸۴۱ھ)، صبحي السامرائي، مكتبة النهضة العربية- بيروت، الطبعة ۱۴۰۷ھ.

۱۳۰ - كَشْفُ الخَفَاء ومُزِيلُ الإلباس عما اشْتُهِرَ من الأحاديث على أَلْسِنَة الناس: للحافظ أبي الفداء إسماعيل بن محمد العَجْلُوني الجراحي (۱۰۸۷ھ/ ۱۱۶۲ھ)، ت: عبد الحميد الهنداوي، المكتبة العصرية - بيروت، الطبعة ۱۴۲۷ھ.

۱۳۱ - الكشف والبيان عن تفسير القرآن: للعلامة أبي إسحاق أحمد بن

إبراهيم الثعلبي النيسابوري (۴۲۷ھ)، دار الكتب العلمية ـ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ.

۱۳۲ - الكشف والبيان عن تفسير القرآن: للعلامة أبي إسحاق أحمد بن إبراهيم الثعلبي النيسابوري (۴۲۷ھ)، ت: أبو محمد بن عاشور، دار إحياء التراث العربي-بيروت، الطبعة ۱۴۲۲ھ.

۱۳۳ - كنز العمال في سنن أقوال والأفعال: للعلامة علاء الدين عَلِي المتَّقي بن حسام الدين الهِندي (۸۸۸ھ/۹۷۵ھ)، ت: محمود عمر الدمياطي، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۴ھ.

۱۳۴ - كوثر النَّبِيّ وزُلَالُ حَوْضِه الرَّوِيّ (فنّ معرفة الموضوعات): للإمام أبي عبد الرحمن عبد العزيز بن أبي حفص أحمد بن حامد القرشي (۱۲۰۶ھ/۱۲۳۹ھ) المخطوط، كتبه العلامة عبد الله الوَلْهَاري (۱۲۸۳ھ).

۱۳۵ - اللآلِي المصنوعة: للعلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر بن سابق الدين الخضيري السُّيوطي (۸۴۹ھ/۹۱۱ھ)، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

۱۳۶ - اللُّؤْلُؤُ المَرْصُوع فيما لا أصل له أو بأصله موضوع: للعلامة محمد بن خليل بن إبراهيم القاوقجي أبي المحاسن (۱۲۲۴ھ/۱۳۰۵ھ)، ت: فوّاز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية-بيروت، الطبعة ۱۴۱۵ھ.

۱۳۷ - لِسان العَرَب: للإمام جمال الدين أبي الفضل محمد بن مكرَم ابن منظور الأنصاري الإفريقي المصري (۷۱۱/۶۳۰ھ)، ت: عامر أحمد حيدر، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۳ھ.

۱۳۸ - لسان الميزان: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (۷۷۳ھ/۸۵۲ھ)، ت: شيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، دار البشائر الإسلاميّة-بيروت،

الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ.

۱۳۹ - المتَّفق والمُفْتَرِق: للحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي (۳۹۲ھ/۴۶۳ھ)، ت: د. محمد صادق آيدن الحامدي، دار القادري- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ.

۱۴۰ - المُجالسة وجواهر العلم: للحافظ أبي بكر أحمد بن مروان بن محمد الدِينُوري القاضي (۳۳۳ھ)، أبو عبيدة مشهور بن حسن، دار ابن حزم- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ.

۱۴۱ - مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: للحافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي (۷۳۵ھ/۸۰۷ھ)، ت: الشيخ عبد اللّٰه الدرويش، دار الفكر- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ.

۱۴۲ - مجموع الفتاوى: للإمام تقي الدين أحمد بن تيمية الحرّاني (۶۶۱ھ/۷۲۷ھ)، ت: عامر الجزائر وأنور الباز، دار الوفاء- مصر، الطبعة الثالثة ۱۴۲۶ھ.

۱۴۳ - المحدِّث الفاصل بين الراوي والواعي: للعلامة القاضي الحسن بن عبد الرحمن الرَامَهُرْمُزِي (۳۶۰ھ)، الدكتور محمد عجّاج الخطيب، دار الفكر- بيروت، الطبعة الثالثة ۱۴۰۴ھ.

۱۴۴ - المَدخل: للعلامة أبي عبد اللّٰه محمد بن محمد بن محمد العبدري الفاسي المعروف بابن الحاج (۷۳۷ھ)، دار الفكر- بيروت، الطبعة ۱۴۰۱ھ.

۱۴۵ - المُدَاوِي لعلل الجامع الصغير وشرحَي المناوي: للعلامة أحمد بن محمد بن الصديق الغُماري الحسني (۱۳۸۰ھ)، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ۱۹۹۶ء.

۱۴۶ - مُرشد الحائر لبيان وضع حديث جابر: للعلامة أحمد بن محمد بن الصديق الغُماري (۱۳۸۰ھ)، مكتبة طبرية - الرياض، الطبعة ۱۴۰۸ھ.

۱۴۷ - مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: للملاّ علي بن سلطان الهروي القاري (۱۰۱۴ھ) مكتبة رشيدية، سركى روڈ - كوئٹه (پاكستان).

۱۴۸ - المغير على الأحاديث الموضوعة في الجامع الصغير: للعلامة أحمد بن محمد بن الصديق الغُماري (۱۳۸۰ھ)، دار العهد الجديد-بيروت.

۱۴۹ - مسند أبي يعلى: للعلامة أحمد بن علي بن المثنى أبي يعلى الموصلي (۳۰۷ھ)، ت: حسين سليم أحمد، دار الثقافة العربية-بيروت.

۱۵۰ - مسند أحمد: للإمام أبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني (۱۶۴ھ/۲۴۱ھ)، عالم الكتب-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ.

۱۵۱ - مساوئ الأخلاق ومذمومها: للعلامة أبي بكر محمد بن جعفر بن سهل السامري الخرائطي (۲۴۰ھ/۳۲۷ھ)، ت: مصطفى بن أبو النصر الشلبي، مكتبة السوادي-جدّة، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ.

۱۵۲ - المستدرك على الصحيحين: للحافظ أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري (۳۲۱ھ/۴۰۵ھ)، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۲ھ.

۱۵۳ - المصنوع في معرفة الحديث الموضوع: للملاّ علي بن سلطان الهروي القاري (۱۰۱۴ھ)، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غدّه، ايچ ايم-سعيد كمپنى كراچى (پاكستان).

۱۵۴ - المصنف لعبد الرزاق الصنعاني: للحافظ أبي بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني (۱۲۶ھ/۲۱۱ھ)، ت: حبيب الرحمن الأعظمي، من منشورات المجلس العلمي، الطبعة ۱۳۹۲ھ.

۱۵۵ - المصنف لابن أبي شيبة: للإمام أبي بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة العَبْسِي الكوفي (۱۵۹ھ/۲۳۵ھ)، ت: الشيخ محمد عوّامة، إدارة القرآن والعلوم

الإسلامية۔ كراتشي، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ.

۱۵۶ - المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (۷۷۳ھ/۸۵۲ھ)، ت: محمد حَسّه، دار الكتب العلمية۔بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۳ھ.

۱۵۷ - معجم ابن عساكر: للحافظ أبي القاسم علي بن الحسن بن هبة الله بن عبد الله المعروف بابن عساكر (۴۹۹ھ/۵۷۱ھ)، ت: الدكتور وفاء تقي الدين، دار البشائر۔دمشق.

۱۵۸ - المعجم الأوسط: للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (۲۶۰ھ/۳۶۰ھ)، ت: طارق بن عوض الله وعبد المحسن بن إبراهيم، دار الحرمين - القاهرة، الطبعة ۱۴۱۵ھ.

۱۵۹ - المعجم الصغير: للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (۲۶۰ھ/۳۶۰ھ)، ت: محمد شكور محمود، المكتب الإسلامي - بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۵ھ.

۱۶۰ - المعجم الكبير: للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (۲۶۰ھ/۳۶۰ھ)، ت: أبو محمد الأُسيوطي، دار الكتب العلميّة - بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۸ھ.

۱۶۱ - المعجم لابن المقرئ: للعلامة محمد بن إبراهيم بن علي بن عاصم الأصبهاني أبي بكر (۲۸۵ھ/۳۸۱ھ)، عادل بن سعد، مكتبة الرشد۔الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ.

۱۶۲ - معرفة التذكرة: للعلامة محمد بن طاهر بن علي المقدسي الشيباني أبي الفضل (۴۴۸ھ/۵۰۷ھ)، مير محمد كتب خانه۔ كراچی.

۱۶۳ - معرفة السُنَن والآثار: للعلامة للحافظ أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي

(۳۸۴هـ/۴۵۸هـ)، ت: عبدالله معطي أمين، دار قتيبة-بيروت، الطبعة ۱۴۱۲هـ.

۱۶۴- معرفة علوم الحديث: للحافظ أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري (۳۲۱هـ/۴۰۵هـ)، ت: السيد معظم حسين، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۹هـ.

۱۶۵- معرفة أنواع علوم الحديث يعرف بمقدمة ابن الصلاح: للعلامة أبي عمرو عثمان بن عبد الرحمن الشَهْرَزوري (۵۷۷هـ/۶۴۳هـ)، ت: الدكتور عبد اللطيف والشيخ ماهر ياسين، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳هـ.

۱۶۶- المُغني عن حَمْلِ الأسفار في تخريج ما في الإحياء من الأخبار: للحافظ أبي الفضل زين الدين عبد الرحيم بن الحسين العراقي (۷۲۵هـ/۸۰۶هـ)، ت: أبو محمد أشرف بن عبد المقصود، مكتبة دار طبرية-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۵هـ.

۱۶۷- المُغني في الضعفاء: للإمام أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايْماز الذهبي (۶۷۳هـ/۷۴۸)، ت: الدكتور نور الدين عتر، إحياء التراث الإسلامي بدولة قطر.

۱۶۸- المقاصد الحَسَنَة في بيان كثير من الأحاديث المُشْتَهَرة على الألْسِنَة: للعلامة شمس الدين أبي الخير محمد بن عبد الرحمن السَخاوي (۸۳۱هـ/۹۰۲هـ)، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷هـ.

۱۶۹- مقالات الكوثري: للعلامة محمد زاهد الكوثري (۱۳۷۱هـ)، ص: ۶۷، دار السلام-مصر، الطبعة الثانية ۱۴۲۸هـ.

۱۷۰- مكارم الأخلاق ومعاليها ومحمود طرائقها: للحافظ أبي بكر محمّد بن جعفر الخرائطي (۲۴۰هـ/۳۲۷هـ)، ت: أيمن عبد الجبار البحيري، دار الآفاق العربية-القاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۱۹هـ.

۱۷۱- المُنتَخب من العِلَل: للعلامة أبي محمد موفق الدين عبد اللّٰه بن محمد بن قدامة المقدسي الحنبلي (۵۴۱ھ/۶۲۰ھ)، ت: أبو معاذ طارق بن عوض اللّٰه، دار الرأية-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ.

۱۷۲- المنتقى في سرد الكنى: للإمام أبي عبد اللّٰه شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايمَاز الذهبي (۶۷۳ھ/۷۴۸)، ت: محمد صالح عبد العزيز، الجامعة الإسلامية-المدينة المنورة، الطبعة ۱۴۰۸ھ.

۱۷۳- المنتقى مِنْ منهاج الاعتدال في نقض كلام أهل الرفض والاعتزال وهو مختصر منهاج السنة: للإمام أبي عبد اللّٰه شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايمَاز الذهبي (۶۷۳ھ/۷۴۸)، ت: محب الدين الخطيب، الرئاسة العامة-الرياض، الطبعة الثالثة ۱۴۱۳ھ.

۱۷۴- منهاج السنة النبوة: للإمام تقي الدين أحمد بن تَيمِيَة الحرّاني (۶۶۱ھ/ ۷۲۷ھ)، ت: الدكتور محمد رشاد سالم، مؤسسة قرطبة-القاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۰۶ھ.

۱۷۵- المَوَاهب اللَدُنِيّة بالمِنَحِ المُحمَّدِيّة: للعلامة أحمد بن محمد بن أبي بكر القَسْطَلانّي أبي العباس (۸۵۱ھ/۹۲۳ھ)، المكتبة التوفيقية-القاهرة، الطبعة ۱۳۲۶ھ.

۱۷۶- الموطأ لمالک بن أنس-رواية يحيى بن يحيى الليثي: للإمام أبي عبد اللّٰه مالک بن أنس بن مالک الأصبحي الحِمْيَرِي (۹۳ھ/۱۷۹ھ)، ت: الدكتور بشّار عواد، دار الغرب الإسلامي-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۷ھ.

۱۷۷- ميزان الاعتدال في نقد الرجال: للإمام أبي عبد اللّٰه شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايمَاز الذهبي (۶۷۳ھ/۷۴۸)، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت.

۱۷۸ - النُخبَة البَهِيَّة في الأحاديث المكذوبة على خير البَرِيَّة: للعلامة محمد الأمير الكبير المالكي (۱۱۵۴ھ/۱۲۳۲ھ)، المكتب الإسلامي-بيروت.

۱۷۹ - نُزهَةُ النظَر في توضيح نُخبَة الفِكَر في مصطلح أهل الأثَر: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (۷۷۳ھ/۸۵۲ھ)، ت: عبد اللّٰه بن ضيف اللّٰه الرحيلي، مطبعة سفير بالرياض، الطبعة ۱۴۲۲ھ.

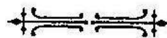
۱۸۰ - النَشْر في القراءات العَشْر: للعلامة أبي الخير محمد بن محمد الدِمَشْقي الشهير بابن الجَزَرِي (۷۵۱ھ/۸۳۳ھ)، ت: علي محمد الضباع، دار الكتب العلمية-بيروت.

۱۸۱ - نوادر الأصول في معرفة أحاديث الرسول: للعلامة أبي عبد اللّٰه محمد الحكيم الترمِذِي (نحو ۳۲۰ھ)، ت: إسماعيل إبراهيم، مكتبة الإمام البخاري-مصر، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ.

۱۸۲ - النِهَاية في غريب الحديث والأثر وهو المتن للجامع في غريب الحديث: للإمام مجد الدين أبي السعادات المبارک بن محمد الجزري (۵۴۴ھ/۶۰۶ھ)، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ.

۱۸۳ - نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض: أحمد بن محمد بن عمر، شهاب الدين الخفاجي المصري (۹۷۷ھ/۱۰۶۹)، المكتبة السلفية-المدينة المنورة.

۱۸۴ - الوافي بالوفيات: للعلامة صلاح الدين خليل بن أيبک صَفَدِي (۷۶۴ھ): إدار الإحياء التراث العربي-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ.



پاک و ہند میں زبان زدِ عوام و خواص

غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ

حصہ دوم

تحقیق

مفتی طارق امیر خان صاحب
متخصص فی الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

استاذ العلماء حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی
شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

مولانا نور البشر صاحب دامت برکاتہم
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی



زمزم پبلشرز

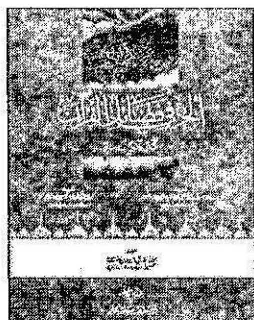
عُلومِ حدیث

تاریخ و تعارف

تالیف

سیّد عبدالماجد غوری
سیّد احمد زکریا غوری ندوی

ناشر
زمزم پبلشرز



کتاب کا نام: الجزء فی فضائل القرآن

مصنف کا نام: مولانا طارق امیر خان صاحب

صفحات: ۴۱۰

ہارڈ بائنڈنگ

عزیز گرامی مولوی مفتی طارق امیر خان سلّمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ''فضائل قرآن'' پر علمی انداز سے قلم اٹھانے کا ارادہ کیا تو حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ کے ''فضائل القرآن'' میں اصالۃً واسطراداً آنے والی احادیث کو اپنا موضوع بنایا بلکہ ان کے علاوہ مزید احادیث کا بھی اس میں اضافہ کر کے ایک اچھا رسالہ تیار کر دیا۔

عزیز موصوف نے ان احادیث کی تخریج اور حوالہ جات کا اہتمام کیا ہے، اور پھر تخریج میں توابع وشواہد کا تتبع کر کے خوب توسع سے کام لیا ہے۔

اس کام سے ایک طرف ایک عام آدمی کو تو رغبت الی القرآن کا فائدہ حاصل ہوگا، اس کے ساتھ ساتھ علماء کے ہاتھ میں حوالہ جات کے اہتمام سے ایک اہم حدیثی علمی دستاویز آ جائے گی۔

(نور البشر محمد نور الحق صاحب مدظلہ العالی)

غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ

----- احقر نے جستہ جستہ اس مقالے کا مطالعہ کیا ہے اور محسوس کیا ہے کہ واقعی خوب محنت کی ہے۔ مولانا نور البشر نے مقالے کے بارے میں جن تاثرات کا ذکر کیا ہے احقر ان سے اتفاق کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ حق جل مجدہ ان علماء کرام کی مساعی کو حسن قبول عطا فرمائیں، تمام شرور و آفات سے ان کی حفاظت فرمائیں۔ (مولانا سلیم اللہ خان صاحب)

----- عزیز موصوف کی محنت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کیا کہ بس ایسی حدیثوں کو جمع کر کے سرسری حکم لگا دیں، بلکہ ایسی روایات کی پہلے ممکنہ حد تک تخریج کی، ہر ہر روایت کی اسانید کو جمع کیا، ہر ہر سند پر ائمہ جرح وتعدیل کے کلام کی روشنی میں کلام کیا، اس کے بعد نپے تلے انداز سے اس حدیث کے اوپر حکم لگایا۔ اس طرح موصوف نے زبان زدِ عوام وخواص بہت سی احادیث کی چھان پھٹک کا عظیم محققانہ کام انجام دیا۔ (مولانا نور البشر صاحب)

----- بندہ نے اپنے گرد و پیش پھیلی ہوئی مشہور روایتوں کی تحقیق کو اپنا موضوع بنایا، اور ان روایات میں سے ایسی ۲۸ روایات کی تعیین کی جو درجہ اعتبار سے ساقط ہیں، واضح رہے کہ ۲۸ روایات کا یہ مجموعہ تین قسم کی روایات پر مشتمل ہے:

(۱) من گھڑت روایات

(۲) بے سند روایات

(۳) ضعفِ شدید پر مشتمل روایات

آپ دورانِ تحقیق نتائج میں ان تینوں اقسام کا مشاہدہ کریں گے، اور فنِ اصولِ حدیث کے مطابق یہ تینوں اقسام نوعیاتی فرق رکھتی ہیں، البتہ ان تینوں اقسام کو آپ [illegible] کے انتساب سے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ (مقدمہ)



زمزم پبلشرز

